# مکاتیبِ جمیل

| | | | |
|---|---|---|---|
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |

رابعہ سلطانہ

مکتبہ جدید - لاہور



# مکاتیب جمیل

پہلی بار ۱۹۵۶ء



پرنٹرز : سویرا آرٹ پریس لاہور . پبلشرز : مکتبہ جدید لاہور

# فہرست

# مقدمہ

ڈاکٹر عندلیب شادانی صاحب۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن)
صدر شعبۂ فارسی و اردو۔ ڈھاکا یونیورسٹی

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

مرزا غالبؔ نے اس شعر میں جس نفسیاتی نکتے کو بیان کیا ہے۔ اس کا اطلاق جیسا پرائیویٹ خطوط پر ہوتا ہے اور کسی شے پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ پرائیویٹ خطوط میں "دل کا معاملہ" جس حد تک کھل جاتا ہے اور کسی طرح نہیں کھلتا۔ دلوں کے وہ راز جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ع "کراماً کاتبین راہم خبر نیست"۔ دلوں کے باہر اگر کہیں ملتے ہیں تو پرائیویٹ خطوط ہی میں ملتے ہیں۔ اس لئے کسی کی شخصیت کا صحیح

عکس دیکھنا ہو تو اِن خطوں کے آئینے میں دیکھنا چاہیئے بلکہ آئینے کے بجائے انہیں "ایکس رے" (X-Ray) سے تشبیہہ دینا زیادہ صحیح ہے اور سچ پوچھئے تو یہ تشبیہہ بھی ناقص ہے۔ اس میں شک نہیں کہ "ایکس رے" کی مدد سے ان چیزوں کا بھی فوٹو لیا جا سکتا ہے جو جسم کے صندوق میں بند ہوتی ہیں اور جنھیں ہم اس صندوق کو کھولے بغیر نہیں دیکھ سکتے مگر یہ پرائیویٹ خطوں کے "ایکس رے" تو لکھنے والے کے اُن خیالات جذبات اور احساسات کی بھی تصویر کھینچ دیتے ہیں جو اس کی بڑی بڑی تصنیفوں میں بھی کہیں نہیں ملتے۔ یہاں تکلّف کے سارے حجاب اُٹھ جاتے ہیں اور حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

یوں تو ایک مصنف کی ہر تصنیف کسی نہ کسی حد تک اس کے ذاتی خیالات و معتقدات کی ترجمانی کرتی ہے اور اس کی شخصیت کے کسی نہ کسی گوشے پر ضرور روشنی ڈالتی ہے، لیکن اس کی افتادِ طبیعت۔ اس کی ذہنیت، اس کے رجحانات و میلانات اور اس کے کردار کے صحیح نقوش جس طرح اس کے خطوں میں نمایاں ہوتے ہیں اور کہیں دکھائی نہیں دیتے۔

جب تک ہمیں ایک مصنّف کی زندگی، ماحول اور شخصیت کے متعلق کافی علم نہ ہو، ہم اس کے خیالات کو کامل طور پر سمجھنے اور اس کی تصنیف کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کرنے کا دعوےٰ نہیں کر سکتے اور مصنف کی زندگی اور ماحول کو سمجھنے میں جن چیزوں سے مدد ملتی ہے۔ ان میں خطوں کی اہمیت سب سے زیادہ ہے عموماً ایک مصنف کی خواہش اور کوشش صرف یہیں تک محدود نہیں ہوتی کہ وہ اپنی تصنیف میں اپنی اہلیت و استعداد اور اپنے علم و فضل سے پورا پورا کام

ہے بلکہ وہ اپنے "کمالات" کا آخری حد تک اظہار بھی کر دینا چاہتا ہے تاکہ پڑھنے والے اس کی عظمت و بزرگی کا احساس کر کے اس کی "ارفع و بلند" شخصیت سے مرعوب ہو جائیں۔ یہ کوشش جس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔ اسی حد تک قارئین اور مصنف کی حقیقی شخصیت کے درمیان حجابات حائل ہو جاتے ہیں۔ اب اگر کوئی ان حجابات کو چاک کر کے اصلی مصنف کا مشاہدہ کرنا چاہیئے تو اسے پرائیویٹ خطوط کے "ایکس رے" سے کام لینا پڑے گا۔

خطوط کے علاوہ مصنف کی دوسری تصنیفوں میں اس کے بعض ذاتی خیالات و عقائد کے پوشیدہ رہنے کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کو سیاست، مذہب یا دوسری سماجی ضرورتیں پبلک سے وابستہ رہنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ ان کی زندگی کے دو رُخ ہو جاتے ہیں۔ ایک پبلک لائف۔ دوسری خانگی زندگی۔ پبلک لائف کی مصلحتیں اور مجبوریاں ان کے مخصوص عقائد و خیالات کو عام طور پر دل سے زبان تک آنے کی اجازت نہیں دیتیں اور ان کی خانگی زندگی کے معمولات اپنے گھر کی چہار دیواری یا مخصوص دوستوں کی صحبتوں تک محدود رہتے ہیں۔

پرائیویٹ خطوں میں مصلحتوں کے یہ تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں اور قلم کی زبان صحیح معنی میں دل کی ترجمان بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر علامہ شبلی نعمانی کے وہ خطوط پیش کئے جا سکتے ہیں جو انھوں نے زہرہ بیگم صاحبہ فیضی اور عطیہ بیگم فیضی کے نام تحریر فرمائے۔ ان خطوط میں موصوف نے تعلیم نسواں، پردہ، موسیقی اور بعض دوسرے معاشرتی مسائل کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ ان کی کسی دوسری تصنیف

میں نہیں ملتے اور اس کی وجہ وہی پبلک لائف کی مجبوریاں اور مصلحتیں ہیں۔

پرائیویٹ خطوط کی مدد سے لکھنے والے کی ذہنیت کا جتنا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے وہ اور کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ حالی نے "یادگارِ غالب" لکھی اور بہت خوب لکھی۔ ذاتی معاملات کی بنا پر استاد کی زندگی کے ہر پہلو کو اچھی طرح اجاگر کیا ہے۔ لیکن "مکاتیبِ غالب" کی اشاعت نے (جو ۱۹۳۷ء میں ریاست رامپور سے شائع ہوئی) غالب کو کردار کی اس بلند سطح سے ذرا نیچے کھینچ لیا۔ جہاں حالی نے انھیں پہنچایا تھا اور درحقیقت ان کا اصلی مقام یہی ہے۔ یہی حال شاد عظیم آبادی کا ہے۔ ہمایوں مرزا مرحوم کے نام انھوں نے جو خطوط لکھے تھے وہ کتابی شکل میں شائع ہو کر پبلک کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں۔ ان خطوط کی اشاعت سے پہلے ہمارے ذہنوں میں شاد مرحوم کی شخصیت اور ان کے کردار و ذہنیت کی جو دل پذیر تصویر تھی وہ ان خطوط کی روشنی میں بہت ہی نامطبوع ہو گئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ پرائیویٹ خطوط عموماً لکھنے والے کی شخصیت اور اس کے ذاتی عقائد و خیالات کو سمجھنے میں ہر چیز سے زیادہ مدد دیتے ہیں۔ لیکن کسی ایک ہی شخص کے تمام پرائیویٹ خطوط اہمیت کے اعتبار سے یکساں نہیں ہوتے۔ بلکہ مکتوب الیہ کے ساتھ نامہ نگار کے تعلقات کی جو نوعیت ہوگی۔ اس کے اعتبار سے خطوں میں اس کی شخصیت کا اظہار ہوگا۔ ایک ہی شخص کسی ایک دوست کے مقابلے میں دوسرے پر زیادہ اعتماد رکھتا ہے۔ اس اعتماد کی نسبت سے وہ کسی کے سامنے زیادہ دل کھول کر رکھ دیتا ہے۔ پھر خط پر اس کیفیت و حالت کا بھی اثر پڑتا ہے جو نامہ نگار پر طاری ہو۔

لکھنے والا کبھی نہایت سرسری طور پر قلم برداشتہ لکھتا چلا جاتا ہے اور کبھی کبھی ایک ایک جملہ ایک ایک فقرہ بلکہ ایک ایک لفظ پورے غور و فکر کے بعد لکھتا ہے۔ اس کے علاوہ خود موضوع کی اہمیت بھی تحریر پر ایک بڑی حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک اچھا ادیب اور انشا پرداز قلم برداشتہ بھی جو کچھ لکھتا ہے، اس میں طرزِ اسلوب کی کچھ خوبیاں ضرور ہوتی ہیں۔ مگر وہ بات کہاں جو غور و فکر اور کوشش و کاوش سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کوشش و کاوش سے تحریر پر آورد، تکلف اور تصنع کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور وہ بات باقی نہیں رہتی جسے "آورد" کہتے ہیں۔ مگر یہ خیال سراسر بے بنیاد ہے۔ کمالِ فن نام ہی اسی کا ہے کہ پوری کاوش کے باوجود تحریر میں بے ساختگی و روانی انتہا کو پہنچ جائے اور تکلف کا اس میں شائبہ بھی نہ ہو۔ جو لوگ اس پر قادر نہیں وہ ابھی ناقص ہیں اور اچھا لکھنے کی کوشش میں ان کا اسلوب نگارش مصنوعی ہو جاتا ہے۔ حاصل اس گفتگو کا یہ ہے کہ محض روانی اور بے ساختگی کی بنا پر خطوں کے متعلق یہ فرض کر لینا کہ وہ پورے غور و فکر کے بغیر قلم برداشتہ لکھ دیئے گئے ہیں ایک زبردست غلطی ہے۔ پرائیویٹ خطوط کی حیثیت "آپ بیتی" کی سی ہوتی ہے۔ اس لئے ہر شخص انھیں دلچسپی سے پڑھتا اور ان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ خطوط کی دلچسپی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے واسطے سے پڑھنے والا، لکھنے والے سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ ایک بلند پایہ مصنف اپنی دوسری تصنیفوں میں عام لوگوں کی سطح سے بہت بلندی پر پہنچ جاتا ہے مگر خطوط میں وہ اتنا نیچے اتر آتا ہے کہ پڑھنے والے اسے اپنی ہی سطح پر محسوس کرتے ہیں۔ وہ

انھیں کی طرح ہنستا بولتا، چلتا پھرتا اور زندگی کے عمومی مشاغل میں حصّہ لیتا نظر آتا ہے اور یہ چیزیں قدرتی طور پر پڑھنے والوں کی دلچسپی کا سبب بن جاتی ہیں۔

ربیعہ سلطانہ صاحبہ نے اس مجموعے کی تدوین میں جو زحمت برداشت کی ہے اس کی داد نہ دینا بے دادی سے کم نہیں۔ اس لحاظ سے کہ خواتین کے مکتوبات کا یہ پہلا مجموعہ ہے۔ اس صنفِ ادب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور تاریخ اس نشانِ راہ کو نظرانداز نہیں کر سکتی۔ نہ اس کی افادی حیثیت سے انکار ممکن ہے۔ ایک طرف یہ ہماری تعلیم یافتہ خواتین کے پورے طبقہ کی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے اور دوسری طرف بعض مشہور اہلِ قلم اور ممتاز ہستیوں کی شخصیتوں کو زیادہ بہتر طریقے پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

پھر اس کتاب نے جنسی نفسیات کا ایک اہم باب ہمارے سامنے کھول دیا ہے۔ اس سے میری مراد جوان لڑکیوں کا باہمی معاشقہ ہے۔ الفاظِ خطاب تو "آپا" اور "باجی" ہی ہیں لیکن مخاطب کے متعلق جن والہانہ اور بیتابانہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ "آپا" اور "باجی" کے حصّے کی چیز نہیں۔ میں ایسے خطوں کی نشاندہی میں ضروری نہیں سمجھتا۔ پڑھنے والے خود تلاش کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض جوان سال لکھنے والیوں نے جی بھر کے ایک دوسرے کی تعریف کی ہے اور تعریف کا موضوع فقط مکتوب الیہ کی انشا نہیں بلکہ اس کی ذات بھی ہے۔

# خواتین کے مکتوبات کی اہمیّت

## مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی "مورّخ دکن"

اردو زبان میں "عود ہندی" اور "اردوئے معلٰی" (غالب کے خطوط) سے مکتوبات کے کسی مرتب مجموعہ کی ابتدا ہوئی ہے، اس کے بعد اب تک جو وافر ذخیرہ اس نوع کا جمع ہو گیا ہے۔ وہ شاید کسی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے ہم پایہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے۔ مکتوبات کے مجموعہ پر جو "مقدمات" لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی اپنی اپنی نوعیّت سے خاص اہمیت رکھتے ہیں یہ مکاتیب مہدی کا مقدمہ جو علّامہ سیّد سلیمان صاحب ندوی کا مرتبہ ہے اور خطوط شبلی موسومہ عطیہ بیگم فیضی کا مقدمہ جو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے قلم کا رہین منت ہے۔ خصوصیت سے قابل تذکرہ ہیں۔ مکتوبات کی تاریخ، مکتوبات کی اہمیت اور ان کی ضرورت، غرض و غایت وغیرہ کے متعلق تذکرہ بالا مقدمات میں

کافی صراحت کر دی گئی ہے۔ پھر بھی چند خیالات کا اظہار ضروری ہے۔

آج سے ایک صدی پہلے ہندوستان کی حالت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے، تعلیم نسواں کا رواج نہیں تھا۔ عام طور سے "عورت" اور "جہالت" تقریباً مترادف الفاظ تھے اور اگر کہیں عورت کو تعلیم دی جاتی تھی تو اس کو "لکھنا" نہیں سکھایا جاتا تھا۔ دُنیا بدلنے لگی اور جو پہلے عیب تھا، وہ اب ہنر بننے لگا، جو باتیں پہلے معیوب تصور کی جاتی تھیں، وہ مستحسن سمجھی جانے لگیں۔ اولاً تعلیم نسواں کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا گیا، بڑی مخالفت اور دشواریوں کے بعد آخر تعلیم نسواں کی ضرورت کو تسلیم کر لیا گیا۔ مخالفین نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس کے بعد ایک قدم اور بڑھا۔ مردوں کے ایک گروہ نے عورتوں کی حمایت میں کمرِ ہمت چُست کی، قلم ہاتھ میں لے کر ادب برائے نسواں مرتب کرنے لگے، عورتوں کی طرفداری اور جانبداری میں کتابیں اور مضامین لکھے۔ دردِ دل کو الفاظ کا جامہ پہنایا گیا۔ عورتوں کے خیالات اور جذبات کی ترجمانی کی جانے لگی۔ ان کی جانب سے فرضی خطوط میں ان کا حالِ زار بنایا جانے لگا جنسِ نازک پر سماج کی جانب سے جو سختیاں ہوتی تھیں۔ ان کی داستانیں مرتب ہوئیں ان کی بیچارگی کے افسانے پیش کئے گئے۔ ان کی مظلومیت پر آنسو بہائے گئے۔

اب یہ دور بھی ختم ہو چکا ہے۔ اب وہ زمانہ ہے کہ عورتیں مردوں کی حمایت سے بے نیاز ہو چکی ہیں۔ وہ خود قلم ہاتھ میں لے کر میدانِ ادب میں گام زن ہیں ادب کی وہ کونسی شاخ ہے جس میں صنفِ نازک کی جولانیِ قلم کارفرما نہیں۔

ہے۔ ادب کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں عورتوں کے افکار سامانِ ضیافت نہ مہیا کرتے ہوں۔ مجھے یہاں نسوانی ادبیات کی کوئی مفصل روداد بیان کرنی مقصود نہیں ہے۔ میں صرف ادب کی ایک شاخ "خطوط" سے بحث کروں گا۔

جہاں تک میری معلومات ہیں، نسوانی خطوط کی اشاعت خواہ وہ فرضی کیوں نہ ہوں۔ مردوں کی جانب سے ہی ہوئی۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو اس کا سہرا سید سجاد حیدر یلدرم مرحوم کے سر باندھا جاسکتا ہے۔ انھوں نے "صحبتِ ناجنس" کے عنوان سے سلمیٰ اور عذرا کے دو فرضی خطوط شائع کئے تھے، جو اب خیالستان میں شامل ہیں، مرحوم سید سجاد حیدر کے بعد قاضی عبد الغفار صاحب کے قلم سے "لیلیٰ کے خطوط" رسالہ نیرنگِ خیال وغیرہ میں شائع ہوتے اور پھر کتابی صورت میں جلوہ گر ہو چکے ہیں۔ ممکن ہے کسی اور نے بھی اس قسم کی کوشش کی ہو۔ مگر وہ مشہور نہیں ہے۔

اب صنفِ نازک کی نئی پود اس ادبی میدان میں بھی مردوں کے دوش بدوش مقابلے کے لئے تیار ہو چکی ہے۔ چنانچہ شمالی ہند اور دکن کے بعض رسالوں میں عورتوں کے خطوط اکثر شائع ہوا کرتے ہیں جو ادبی حیثیت سے ضرور قابلِ ستائش ہوتے ہیں۔ اس قسم کے خطوط کا ایک قابلِ دید مجموعہ "بربطِ نابید" ہے۔ جس کو جہاں بانو بیگم ایم۔ اے (عثمانیہ) نے مرتب اور شائع فرمایا ہے۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ یہ خطوط ایک حیثیت سے فرضی ہیں، یعنی وہ کسی کو بھیجے نہیں گئے۔ بلکہ صرف شائع کرنے کے لئے لکھے گئے ہیں۔ ان کی کاتب بے شک عورت ہے لیکن مکتوب الیہ فرضی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اب تک ایسا کوئی

مجموعہ شائع نہیں ہوا ہے۔ جن کے کاتب اور مکتوب الیہ اصلی ہوں، یا بالفاظِ دیگر عورتوں کے اصلی خطوط جو کسی کو بھیجے گئے ہوں، شائع نہیں ہوئے ہیں۔

جنسِ قوی کے مکتوبات کا جو ذخیرہ اس وقت منظرِ عام پر موجود ہے، اس کی تین قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ ایک وہ خطوط ہیں جو کسی ایک کاتب کی جانب سے مختلف اصحاب کے نام بھیجے گئے ہیں۔ اس قسم کا ذخیرہ بہت زیادہ ہے۔ غالبؔ، شبلیؔ آزادؔ، اکبرؔ، مہدیؔ، نیازؔ، محسن الملک، امیرؔ مینائی، امجدؔ وغیرہ کے خطوط ادبی حیثیت سے بہت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ خطوط ہیں جو مختلف کاتب اور مختلف اصحاب کے موسومہ ہیں۔ مثلاً "مرقع ادب" کے نام سے صفدر مرزا پوری نے دو جلدیں شائع فرمائی ہیں۔ جن میں بیسیوں اصحاب کے خطوط کئی اصحاب کے موسومہ شامل ہیں۔ تیسرے وہ خطوط ہیں، جو ایک کاتب اور ایک مکتوب الیہ کے موسومہ ہیں، مثلاً "خطوطِ شبلی" موسومہ عطیہ بیگم، خطوطِ محب موسومہ افضل النساء بیگم، خطوطِ شاد عظیم آبادی موسومہ ہمایوں مرزا، خطوطِ اقبال موسومہ شاد (مہاراجہ کشن پرشاد) وغیرہ۔ لیکن آج تک ان تینوں اقسام میں سے کوئی کتاب عورتوں کی جانب سے شائع نہیں ہوئی تھی۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ اب "مکاتیبِ جمیل" مرتبہ ربیعہ سلطانہ صاحبہ سے اس کمی کی تلافی ہو رہی ہے "مکاتیبِ جمیل" میں کئی خواتین کے خطوط ہیں جو مختلف اصحاب اور خواتین کے موسومہ ہیں، یعنی یہ "مرقع ادب" کی نہج کی کتاب ہے۔ ایک اور کتاب جس میں صغرا بیگم ہمایوں مرزا کے موسومہ مختلف اصحاب و خواتین کے خطوط شامل ہیں، شائع ہونے والی ہے، غرض کہ اس قسم کا ذخیرہ بھی اب پیش ہونے لگا ہے جو باعثِ مسرت ہے

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ لوگوں کے خطوط خصوصیت سے قابلِ ذکر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"خانگی خطوط میں خاص کر ان خطوط میں جو اپنے عزیز اور مخلص دوستوں کو لکھے جاتے ہیں، ایک خاص دلچسپی ہوتی ہے جو دوسری تصانیف میں نہیں ہوتی، ان کی سب سے بڑی خوبی بے ریائی ہے، تکلف کا پردہ بالکل اٹھ جاتا ہے اور مصلحت کی دراندازی کا کھٹکا نہیں رہتا۔ گویا انسان اپنے سے خود باتیں کر رہا ہے، جہاں اندیشۂ لائم نہیں ہے، یہ دلی خیالات و جذبات کا روزنامچہ اور اسرارِ حیات کا صحیفہ ہے۔ پھر کون ہے جو اس خاموش آواز کے سننے کا مشتاق نہ ہوگا . . . . .

ان میں وہ صداقت، وہ خلوص ہے جو دوسرے کلام میں نظر نہیں آتا، یہاں انسان بچپن کی سادگی سے بلا تصنع ان خیالات کو بیان کرتا ہے جو اس کے دل و دماغ میں گزرتے ہیں . . . . ."

(مقدمہ خطوطِ شبلی موسومہ عطیہ بیگم)

جب عام خطوط کی یہ حالت اور کیفیت ہوتی ہے، تو پھر جب اس میں ایک اور خاص خصوصیت شامل ہو جائے، یعنی وہ عورت کے ہوں۔ خواہ عورت کے موسومہ ہوں یا مردوں کے، تو ظاہر ہے کہ ان دونوں کی اہمیت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ دو عورتوں کی بات چیت ہو یا کسی عورت کی گفتگو کسی مرد سے،

دونوں گوناگوں حیثیت سے دلچسپیاں رکھتی ہیں۔ عورت کے دل کے حال سے کوئی مرد کماحقہ، واقف نہیں ہو سکتا، عورت کی دل کی گہرائیوں تک پہنچنا کسی جنس قوی کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر اپنی جنس کا رنگ چڑھا رہتا ہے۔ بیسویں صدی کے بُتانِ طنّاز کو سمجھنا ہی طرفہ تماشہ ہے۔ چہ جائیکہ ان کے دل کی گہرائیوں کی خبر معلوم کی جائے۔

جب کوئی عورت دوسری عورت سے بات چیت کرتی ہے تو اکثر وہ اپنا تمام حالِ دل، دکھ درد بیان کر دیتی ہے۔ جس کو کسی مرد کے سامنے ظاہر کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتی۔ وہ اپنی جنس کو دل کھول کر اپنے دل کی گہرائی سے واقف کر دیتی ہے اور ان رازوں کو افشا کرتی ہے جو مردوں سے راز میں رکھے جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا جب عورت کسی مرد کو خط لکھا کرتی ہے تو یہ سوچ کر لکھا کرتی ہے کہ اس کے مخاطب کی کیا حیثیت ہے، وہ اکثر اوقات بھائی یا چچا سمجھ کر مخاطب کرتی ہے اور کبھی یہ خط و کتابت "دوست" کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اور خلوص میں اضافہ ہو کر محبت کی حد تک اس کا دائرہ وسیع ہو سکتا ہے۔ ایسے خطوط کی جو اہمیت ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ عورتیں بجائے اپنی جنس کے وہ اپنے ہمدرد مرد دوست سے بھی اپنے ایسے حالِ دل اور اپنے راز کو بیان کر دیتی ہیں جو دوسری عورتوں سے بھی ظاہر نہیں کرتیں۔ اس قسم کے خطوط اپنے اندر دلچسپی کے بہت زیادہ سامان رکھتے ہیں۔

جو واقعات خطوط میں ظاہر کئے جاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھ کر لکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کی اشاعت نہیں ہوگی۔ اس لئے بلا حجاب اور بلا تصنع سب کچھ لکھ دیا جاتا

ہے۔ اگر کسی کو اس امر کا شائبہ بھی ہو کہ ان کی اشاعت ہو گی تو وہ بہت کچھ سوچ سمجھ کر لکھ سکتے ہیں۔ اُردو کی ادبی دُنیا میں مردوں کے خطوط نے جو اہمیت حاصل کر لی ہے اس کے لحاظ سے اکثر ادیب یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ممکن ہے ان کے خطوط کبھی شائع ہو جائیں۔ اس لیئے وہ ایک حد تک اپنے خطوط میں ادبی شان پیدا کرنے اور کسی نہ کسی طرح سے اپنے خطوط کو دلچسپ و دلآویز بنانے کی کوشش کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ مگر کسی عورت کے اصلی خط آج تک شائع نہیں ہوئے ہیں۔ اس لیئے کسی عورت کو یہ گمان ہی نہیں ہوا ہو گا کہ اس کے خط شائع ہو جائیں گے۔ اس لیئے ظاہر ہے کہ وہ تصنّع کی دُنیا سے بہت دُور ہو کر خط لکھا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے عورتوں کے خطوط خاص اہمیت پیدا کر لیتے ہیں۔

ان خطوط سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ جنسِ نازک کس طرح خطوط لکھا کرتی ہیں۔ ان کی خانگی زندگی اور ان کے خانگی خطوط کس نوعیت اور کس انداز کے ہوتے ہیں۔ ان میں کیا کیا باتیں ہوتی ہیں؟ وہ کس طرح اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرتی ہیں۔ وہ کس طرح واقعات کو بیان کرتی ہیں، غرض ان کا اسلوب بیان، اندازِ تحریر، خیالات کی وسعت سب کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

میں نے اپنے ایک مضمون میں جو عورتوں کی مردوں سے دوستی" کے عنوان سے رسالہ "عصمت" میں شائع ہوا ہے۔ اس امر کی صراحت کی ہے کہ مردوں کو تعلیم یافتہ عورتوں کی دوستی کی خاص ضرورت ہے۔ اس سے مردوں کی معلومات اور خیالات میں اضافہ ہوتا ہے۔ عورتوں کے خطوط سے اس امر

کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دونوں کی دوستی کس حد تک مفید نتائج پیدا کر سکتی ہے اور اس کے کیا ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں۔

ہمیں یہ معلوم ہے کہ "خطوط" میں آپس کی گفتگو کا مزا ملتا ہے اور دو اشخاص کی گفتگو اگرچہ راز کی حیثیت رکھتی ہے مگر جب یہ راز افشا ہو کر منظرِ عام پر آجاتا ہے۔ تو ظاہر ہے یہ خطوط یا راز کی باتیں کتنی اہم ہو جاتی ہیں اور ان کو معلوم کرنا کتنا دلچسپ ہو جاتا ہے، اور وہ کون ہے؟ جو اِن دلچسپ باتوں کو سننے اور معلوم کرنے کا شائق نہ ہو۔

---

# مکاتیبِ جمیل

از مؤلفہ

کسی تحریر کی ندرت اور رنگینی کا راز اس کے طریقۂ اظہار میں مضمر ہے۔ یہی بات ساری شاعری کی جان ہے۔ یہی اظہار کی نوعیت نثر کی روحِ رواں ہے۔ ایک ادبی تحریر خیالات کا مجموعہ ہی تو ہے۔ اپنے خیالات کا اظہار تو سبھی کیا کرتے ہیں۔ مگر سب ادب کے علمبردار نہیں ہو سکتے۔ ہر کس و ناکس کچھ لکھنے کے بعد ادبی مضمون نگاری کا دعوے دار نہیں ہو جاتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو کچھ اسلوبِ بیان ہی کی بات ہے کہ مضمون کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے اور طرزِ نگارش ہی ایک تحریر کو دوسری تحریر پر فوقیت دیتا ہے۔ اہلِ قلم وہی ہوتے ہیں، جن کا اسلوبِ بیان ہی کہہ دیتا ہے کہ نوکِ قلم نے کیسی کیسی رنگینیاں پیدا کر دی ہیں، ورنہ کہنے کو تو صرف دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ "آپ بیتی" یا "جگ بیتی"۔

یہ بھی دنیا جانتی ہے کہ اپنے پر گزری ہوئی باتیں بیان کرنا، اپنا حال کہنا

جتنا دلچسپ و رنگین ہوتا ہے، اتنا دوسرے واقعات کا بیان کرنا دلچسپ نہیں ہوتا۔ دوسروں کے واقعات کو دلچسپ بنانے کے لئے کچھ اور ہی رنگ آمیزیاں کرنا پڑتی ہیں۔ مگر اپنے واقعات میں صرف سچائی اور سادگی وہ بات پیدا کر دیتی ہے جو دنیا کی ساری داستانوں میں بھی نہیں ہو سکتی۔ سچائی اور دل پر گزری ہوئی باتیں اپنا وہ اثر چھوڑ جاتی ہیں جو دوسری باتوں سے ہرگز دل پر قائم نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کے خطوط سینکڑوں افسانوں سے زیادہ دل آویز ہیں۔ یہ اسلوب بیان ہی کی شوخی ہے، یہ طرزِ نگارش ہی کی رنگینی ہے کہ جب بھی غالب کے خطوط پڑھیں۔ ایک نیا لطف آتا ہے — آزاد کو اسی طرزِ ادا نے آبِ حیات بخشا، غالب کے خطوط کو اسی نے زندہ جاوید بنا دیا —

خیر آزاد اور غالب تو اردو کے ان باکمالوں میں سے ہیں۔ جن کا مثل ابھی تک اردو نے پیدا نہیں کیا مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حقیقت کو لطیف پیرائے میں بیان کر دینا ہی ادب ہے۔ اس لئے "آپ بیتی" اگر کسی سے بن پڑے تو اس کی دلفریبی کا کیا کہنا؟

"مکاتیب جمیل" مرتب کرتے وقت جہاں اور بہت سے مقاصد پیش نظر تھے وہاں یہ خیال بھی تھا کہ نوعیت کے لحاظ سے اردو ادب سے لگاؤ رکھنے والے طبقے کے لئے یہ بالکل نئی چیز ہو گی اور ساتھ ہی ساتھ دلچسپ بھی۔

پاکستان اور ہندوستان میں آج صنفِ نازک جس دور سے گزر رہی ہے۔ وہ ایک انتشاری دور ہے، کہیں پرانے رسم و رواج توڑے جا رہے ہیں اور کہیں انھیں کا دور دورہ ہے، کہیں نئی روشنی کے ترانے ہیں۔ کسی تہذیب کا

نہ تو تعین ہے ، اور نہ ہماری خواتین کا کوئی مخصوص تمدن ۔ نیا زمانہ پرانے دور پر غالب آرہا ہے ، لیکن باوجود اس کے جس تیزی سے ہماری خواتین میں بیداری پھیل رہی ہے ۔ اس سے ہمیں مستقبل بہت خوشگوار اور شاندار نظر آرہا ہے ۔ ہندوستان کی عورتوں میں تعلیم اگرچہ بہت دیر میں رائج ہوئی لیکن اس کے باوجود انھوں نے اردو کی کیا خدمت کی اور اس میں کہاں تک ترقی کی ، یہ زبان اردو کی تاریخیں بتائیں گی ۔ اس طبقے میں تھوڑے ہی عرصے میں ایسے اعلےٰ درجے کے ادیب اور مضمون نگار پیدا ہو گئے ہیں جو اُردو ادب کے لئے باعثِ فخر ہیں ۔

مصنّف کے ماحول اور اس کی ذات کے متعلق اندازہ کرنے میں خطوط بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں ، کیونکہ جدید اصول تنقید کے مطابق کسی کے ادبی کارناموں کو الگ حیثیت سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ مصنّف کی پوری زندگی کا جائزہ لے کر اس کے ادب کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس طرح مصنف کے ادب کو ٹھیک طور سے سمجھنے میں خطوط نے بہت مدد دی ہے ۔ خطوط میں لکھنے والے کی زندگی اور اس کے احساسات بے نقاب ہوتے ہیں ۔ بے تکلّف احباب میں جو خط و کتابت ہوتی ہے ، ان میں تصنّع اور بناوٹ نہیں ہوا کرتی بلکہ دوستوں سے دل کے حالات اور صحیح احساسات و جذبات بیان کئے جاتے ہیں ۔ اس طرح ہم اہلِ ادب کے خانگی حالات اور اُن کی افتادِ طبع معلوم کر کے ان سے پوری طرح واقف ہو جاتے ہیں ۔ پھر جب ہم ان کے ادبی اور علمی کارناموں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کن اثرات و ماحول کا نتیجہ ہیں ۔ اس لیے

اُردو کی تاریخ مرتب کرتے وقت جب اہلِ قلم خواتین کا تذکرہ کیا جائے گا تو یقیناً اس وقت یہ مجموعہ بہت کارآمد ثابت ہوگا۔

میں نے اس مجموعے میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ وہی خطوط شامل کئے جائیں جو بے تکلف احباب کو لکھے گئے ہوں اور جو مستند اہلِ قلم خواتین کے ہوں۔

میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہندوستان کی تمام اہلِ قلم خواتین کے خطوط اس میں شامل ہیں، میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ ان تمام اہلِ قلم خواتین کے خطوط جمع کروں جو کسی اسلوب کی مالک ہیں۔

میری خواہش تھی کہ اس مجموعے کو ہر طرح سے مکمل کرتی اور ہر اہلِ قلم خاتون کے حالات بھی خطوط کے ساتھ شائع کرتی، لیکن افسوس کہ یہ آرزو پوری نہ ہو سکی، خطوط ہی کا یکجا کرنا بہت صبر آزما کام ثابت ہوا۔ اور اس تین سال کی مسلسل عرق ریزی و جان کاہی کے بعد اتنے خطوط کا یکجا ہو جانا ہی میرے لئے باعثِ صد شکر ہے، بعض محترم خواتین نے درخواست کا جواب دینا ہی کسرِ شان سمجھا، بعض نے التجا پر التجا کے بعد بھی خطوط دینا مناسب نہ سمجھا اور بعض نے خطوط دیئے تو اس شرط پر کہ حالات نہ شائع کئے جائیں، اور بعض نے خطوط بھیجے اور حالات غائب کر دئے، بعضوں سے اصرار کرنے پر جو تلخ جوابات آئے، انھوں نے تو حیرت میں ڈال دیا، جی تو یہ چاہتا تھا کہ انھیں بھی اس مجموعہ میں شامل کرتی۔ لیکن پھر بقول حافظؒ ــــــ ع

جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خارا

خاموش ہو جانا پڑا۔

ان ہستیوں کی دلی ہمدردی کا اعتراف نہ کرنا بھی ناشکری ہو گی۔ جنھوں نے خطوط کی فراہمی میں دلچسپی لی، اور جو اس مجموعے کی تکمیل کا باعث ہوئے۔ میں تنہا کبھی اس مجموعے کو مکمل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی، اگر ایسی ادب نواز، اور کرم فرما ہستیوں نے میری ہمت نہ بڑھائی ہوتی اور میری صدا پر لبیک نہ کہا ہوتا، میں ان کی کرم فرمائیوں اور ہمت افزائیوں کی حد درجہ شکر گزار ہوں۔

ربیعہ سلطانہ

# بیگم شاہ نواز صاحبہ

۱

فرینک فرٹ اَمام
ہیٹنپلاٹز
یکم جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

میری نہایت پیاری بہن ۔ خوش رہو۔

ہم سب بفضلِ خدا خیریت سے ہیں، میں یہ محبت نامہ مفصل تحریر کر رہی ہوں۔ سب کو سُنا دیں، لندن سے پیرس آئے، شام کو پہنچے، گرانڈ ہوٹل میں قیام کیا۔ سامان دُرست کیا، والدہ صاحبہ اور احمد کو وہیں چھوڑا اور ہم Fallce Burger گئے۔ پیرس کی شام پیرس ہی پر ختم ہے۔ وہ وہ نظارے دیکھے، جو شاید خواب میں بھی نظر نہ آتے، وہاں سے ایک کیفے میں پھر کھانے گئے شام کو کھانا نہ کھایا تھا۔

گیتی پیاری! کیا کہوں جدھر جاتی ہوں، پرے کے پرے کھڑے ہو جاتے ہیں، لباس وغیرہ سب کچھ ان لوگوں کے لئے عجیب شے ہے۔ وہاں ایک صاحب آئے اور اقبال سے اجازت مانگی کہ کیا میں لیڈی کو بینیچ کر سکتا ہوں، ادھیڑ عمر کے تھے، ہم نے کہا کہ نہیں، ہم جا رہے ہیں، دوسرے روز صبح کو تیاری ہوئی

پہلے والدہ صاحبہ کا پاسپورٹ درست کرایا۔ پھر وہاں سے سیدھے بی۔ڈی بلوگو کے جنگل میں پہنچے اور وہاں سے ہوتے ہوئے "فگر برگ گارڈن" میں گئے پھر نوٹ ری ڈم Notredame دیکھا۔ غرض تھوڑے سے عرصہ میں چند جگہ جو دیکھ سکتے تھے، دیکھیں، شام کو کھانا کھایا اور جرمنی کی ٹرین میں سوار ہو گئے۔ سید راس مسعود ہم سفر تھے۔ ان کے اپنے چند اور دوست ہمراہ تھے۔ ہم نے اپنا علیحدہ کمرہ لے رکھا تھا۔ ہم چاروں آرام سے سو گئے، وہیں کرسیوں پر ہی جب صبح جاگے تو چاروں طرف کشمیر کا سا سماں تھا۔

گیتی پیاری! کیسے قلم بند کروں، دستِ قدرت نے رائن Rhine کی وادی کو گلستان بنا رکھا ہے۔ بوقلموں پھول سبزہ زاروں میں عجب بہار دکھا رہے ہیں۔ بلند پہاڑ چوٹیوں تک خوبصورت درختوں سے مالامال دلہن بنے ہوئے کھڑے ہیں۔ جا بجا ندیاں اور دریا سبزہ زاروں میں سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے وادیوں کی رونق کو دوبالا کر رہے ہیں۔ چپے چپے پر پھلوں کے درخت، موسمی پھلوں سے بھرے ہوئے کھڑے ہیں۔ غرض یہ وادی خوبصورتی میں لاثانی ہے۔ گیارہ بجے یہاں پہنچے۔ اسٹیشن پر چار پانچ آدمی لینے آئے ہوئے تھے۔ سیدھے اس ہوٹل میں آئے۔ یہ ہوٹل ایک خاموش جگہ پر واقع ہے۔ چند قدموں کے فاصلہ پر میرز دریا ہے۔ دریا کے دونوں طرف چناروں کا ایونیو ہے۔ جا بجا خوشنما ہوس بوٹ کھڑے ہیں، شام اور صبح کو ہزاروں عورتیں اور مرد نہانے کے لباس میں کودتے نظر آتے ہیں، چھ لاکھ کی آبادی ہے۔

شام کو سید راس مسعود نے ہم کو ایک ریستوران میں کھانے پر بلایا ہوا

تھا۔ وہاں گئے، انھوں نے اپنے چند جرمن دوستوں سے ملایا، جن میں سے
ایک جوڑا ہمیں بہت پسند آیا، پیاری گیتی! ہم ہی یہاں ہندوستانی ہیں۔
جرمن لوگوں کو ایک مشغلہ ہاتھ آیا ہوا ہے، جدھر جاؤ، ایک بھیڑ آگے اور پیچھے
ہوتی ہے، سڑکوں پر لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح دیکھتے ہیں، جیسے
ایک عجیب و غریب شے ان کے ملک میں آگئی ہے، دوسرے دن اقبال
کو دُنیا کے سب سے مشہور ڈاکٹر نے دیکھا، ایک ایک اعضاء کا معائنہ کیا۔
اس نے کہا کہ بفضلِ خدا عزیز بھائی کے اعضا بالکل تندرست ہیں۔ پھیپھڑے تیا
صرف زیادہ ٹینس وغیرہ کھیلنے کی وجہ سے وجہ ہلکے سے ہیں، مگر وہ کھیل کی وجہ سے
ہوتے ہیں۔ اقبال کہتا ہے کہ جس وقت میں اس کے کمرے میں گیا ہوں، عقل دنگ
رہ گئی۔ نہ کبھی ایسی چیزیں دیکھی ہیں اور نہ دیکھنے میں آئیں گی۔ ایک پردے کے
سامنے اس نے جا کر کھڑا کر دیا۔ اس پر پھیپھڑوں کی تصویر ایسے کھنچ گئی۔ جیسے
کیمرے میں سے عکس نکلتا ہے۔ دل و دماغ، سینہ سب بفضلِ خدا پورے تندرست
ہیں۔ اس ڈاکٹر کا پتہ راس مسعود نے بتایا تھا۔ جب وہ انگلستان میں بیمار ہوئے
تھے۔ تو سب ڈاکٹروں نے گردوں کی خرابی تشخیص کی تھی اور تقریباً لا دوا قرار
دے دیا تھا۔ جرمنی میں آئے تو انھوں نے بتایا کہ بیس برس کا عرصہ ہوا۔ جب
گھوڑے سے گرے تھے، تو ایک کمنی ٹوٹ گئی تھی، اس کی وجہ ہے، چنانچہ
اُنھوں نے اپریشن کیا تو بالکل اچھے ہو گئے۔ کل پھر ڈاکٹر کے پاس جانا تھا اقبال
کے ہمراہ میں بھی گئی وہاں دونوں ڈاکٹروں نے تمام اسپتال دکھایا۔ کیا لکھوں،
یہاں کے ڈاکٹر اور یہاں کے علاج اور اسپتال ایک ایسی نعمت ہے۔ جس کے لئے

یہاں کے لوگ جتنا بھی خدا کا شکریہ ادا کریں، کم ہو گا۔

گیتی پیاری! سچ پوچھو، تو جرمن قوم ایک اور ہی چیز ہے۔ ایک ایک فرد و بشر وجیہہ انسان، چوڑے سینے، مضبوط بازو، مرد و عورت، لڑکیاں اور لڑکے جس کو دیکھو صحت اور طاقت کی زندہ تصویر ہے، چہروں پر سرخی دوڑ رہی ہے۔ اس قوم کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا، یہ قوم دنیا کو زیر کر کے رہے گی۔ کتنی سادہ زندگیاں ہیں۔ غازہ کا نام و نشان نہیں، ایک ایک کے ان گنت بچے ہیں، عورتوں میں حُسن بالکل نہیں ہے مگر صحت و تندرستی کی جیتی جاگتی مورتیں ہیں۔ کام میں شب و روز بسر کرنے والی بیویاں اور مائیں ہیں۔ ایک جرمن لیڈی نے ہم کو چاء پر بُلایا۔ اس کا چھوٹا سا گھر، شاہی محلوں سے ہزار گنا بہتر تھا۔ خود پکانا، سینا پرونا، غرض کسی کام کو کرنا ان کے کسرِ شان نہیں ہے۔ سچ پوچھو تو میرا دل اس قوم نے موہ لیا ہے ان کی سادگی اور تازہ ہوا میں زندگی بسر کرنا، ان کی صحت و تندرستی، ان کی حُبِ الوطنی کی مثال دنیا بھر میں نہیں ہے۔ یہاں کے ایک اور بستی کے لوگوں کو بھی دیکھا۔ یعنی وہ جن کے مذہب میں شادی گناہ ہے۔ شادی کی انگوٹھی بجائے بائیں ہاتھ کے داہنے ہاتھ میں پہنی جاتی ہے مگر اس کے متعلق تمام باتیں زبانی ہوں گی، یہ ملک خدا، مذہب، ماں باپ، خاوند، بیٹے اور سوسائٹی سب قسم کی بندشوں سے آزاد ہو چکے ہیں، پھر بھی پاکیزگی اور نفاست اس قدر ہے کہ بیان ہو نہیں سکتی۔ یہ سبق بے شک برسوں بلکہ صدیوں میں سیکھے جاتے ہیں۔ پرسوں ہم نے یہاں کا تھیٹریکل ایک سینما دیکھا۔ لندن اور پیرس کا مقابلہ ہو نہیں سکتا، یعنی نمائشوں میں، آج سارا دن گھر میں گزار رہے ہیں۔ پیارے اقبال کو بندریج صحت ہو رہی ہے، بالکل

فکر نہ کریں۔ اس ڈاکٹر کی تشخیص نے اس کے دل میں جو ڈاکٹر واجد نے وہم ڈالا تھا۔ وہ بالکل نکال دیا ہے۔ اب انشاء اللہ جلد صحت ہو جائے گی۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ Nervous run down ہے۔ سوئٹزر لینڈ میں St. Maioriz لے جاؤ۔ ایک Diet Sheet بنا کر دی ہے، اور کچھ دوائیں، اُن پر عمل کرنا ہو گا۔ انشاء اللہ ہم جمعرات کو پیرس جائیں گے۔ والد صاحب وہیں پانچ تاریخ کو ہم سے ملیں گے۔ پھر وہاں سے سوئیٹزر لینڈ کو جانا ہو گا۔ انشاء اللہ۔

پیاری گیتی! خدا کرے، اقبال کو جلد پوری صحت ہو جائے۔ فی الحال تو تمام وقت اس کوشش میں صرف ہوا ہے۔ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس وقت اسپتال میں گئی ہوں اور جس دن سے یہاں آگئی ہوں، بار بار یہی خیال آتا رہا ہے کہ کاش پیارے بشیر ہمارے ساتھ ہوتے۔ شاید ڈاکٹر کچھ اور ہی تشخیص کرتے۔ بہرحال دوائی اور علاج باضابطہ ہو جاتا، اور پوری صحت ہوتی۔ عزیز بھائی کا خدا حافظ ہو، ہر دم دل آپ دونوں میں پڑا رہتا ہے۔ شب و روز آپ سب کی یاد ہے اور ہم، یہ موقعہ اچھا تھا۔ کیونکہ یہاں سید راس مسعود صاحب کے بہت دوست ہیں، اور سب ڈاکٹروں کے واقف ہیں۔ ہمیں بالکل دقت نہیں ہوئی۔ وگرنہ ایک غیر ملک میں خصوصاً جب زبان سے بھی واقف نہ ہوں۔ بے حد تکلیف ہوتی۔ پردیس میں انھوں نے ہماری بے حد امداد کی ہے خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے تمام فکروں سے رہائی دی ہے۔ اب جلد پوری طاقت ہو جائے اور اقبال پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے۔ آمین

ثم آمین۔

لندن چھوڑنے سے دو دن پہلے مجھے ایک میٹنگ میں تقریر کرنی پڑی۔ مہارانی کوچ بہار پریسیڈنٹ تھیں، عورتوں کی میٹنگ تھی۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ سب نے اسے بے حد پسند کیا۔ مجھے اپنا ایک سیکرٹری منتخب کیا۔ میں نے بہت کہا کہ لندن میں میرا رہنا نہ ہوگا، مگر انھوں نے مجبور کیا اور کہا کہ تمھارا نام کافی ہے، دوسرے دن اس ایسوسی ایشن کے قواعد مقاصد وغیرہ مرتب کر کے انھیں دے آئی ہوں۔ مشرقی عورتوں کی ایک انجمن لندن میں قائم کی گئی ہے۔ وہاں کوٹلہ والی بہنوں سے ملنا ہوا، بہت ہی حسین لڑکیاں ہیں۔ دوسرے روز ہم نے انھیں چائے پر بلایا۔ ممتاز سے بہت ملنا چاہتی ہیں۔ چھوٹی بہن نظمیں لکھتی ہیں، پوری حسین لڑکیاں ہیں، ملنسار بہت ہیں، سکندر علی بیگ سے ملنا ہوا، بہت ہی شریف اور عقلمند لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ سول سروس کے امتحان میں آئندہ سال شریک ہوگا۔ آپ کا تار ٹامس کک والوں نے اس وقت بھیجا۔ جب ہم یہاں آنے کے لئے بالکل تیار تھے، اس لئے افسوس ہے کہ اقبال سے ملنا نہ ہوسکا۔ اب واپس جاتے ہی انشاء اللہ ملیں گے۔ میں خوش نصیب ہوں، جیسے خدا نے یوں پُر محبت عزیز اور مہربان دوست دئے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں، ہر دم آپ سب کو یاد کرتی ہوں، اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتیں۔ آپ سب تو مل کر بیٹھتے ہیں۔ یہاں پردیس میں ایک ایک گھڑی پہاڑ ہو رہی ہے۔ میں آپ کی بے قراری کا اندازہ لگا سکتی ہوں۔ ہم سب سے جدا ہو کر آپ کا وقت کیسے کٹ رہا ہوگا؟ کاش جرمنی میں

آپ سب ہوتے۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ میں اس ملک کو دیکھ سکی ہوں۔

دلی محبّت و پیار
آپ کی آپا
آرا

## ۲

سینٹ موریز

۱۶ر جولائی سنہ ۳۰ء

نہایت پیاری گیتی۔ خدا تمھیں خوش رکھے

محبت نامہ مل کر میری دلی راحت کا باعث ہوا۔ ہم بخیریت سینٹ موریز پہنچ گئے ہیں، ایک ہفتہ پیرس میں گزارا۔ سینما، تھیئٹر کہیں نہیں گئے۔ نپولین اور لوئی کے محل دیکھے۔ جنگلوں کی سیر کی، مختلف cafes میں اپنا کھانا کھاتے رہے۔ ایک روسی فیملی سے ملنا ہوا۔ بہت ملنسار لوگ ہیں۔ ایک دن میں ایر اقبال Louvre گئے، وہ چند گھنٹے ایسے گزرے، جو تمام عمر فراموش ہو نہیں سکتے رافیل لیونارڈو ـــــ اور کئی ایک مشہور ڈچ آرٹسٹ کی تصاویر دیکھیں، عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

گیتی پیاری۔ ایک مصور کی تصویر دیکھی، کیا بیان کروں۔ گھنٹوں اس کے سامنے کھڑے رہو تو دل نہ بھرے۔ وہ آں گرے آرٹسٹ کی مشہور تصویر Le Source ہے، مگر تصویر کیا ہے، جیتی جاگتی عورت آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہی دل چاہتا

ہے کہ کہیں نہ کہیں اسں کو زندہ دیکھ پائیں۔ یا یہ زندہ مورت مُنہ کھول کر ایک لفظ کہہ دے۔ کاش وقت ہوتا تو میں کم از کم ایک ہفتہ ہر روز اس گیلری میں گزارتی۔ ممتاز اور آپ سب بیحد یاد آتے رہے۔ کاش مل کر دیکھتے، ایفل ٹاور کی چوٹی پر گئے، پیرس کا نظارہ کس قدر دلکش ہے۔ دریائے سین کا سانپ کی طرح باغوں میں لہریں لیتے ہوئے بہنا، میلوں تک خوشنما عمارتوں کی قطاریں اور ان میں جابجا صاف اور شفاف سڑکیں، غرض کہ ایک ایسا شہر نظر آتا ہے۔ جو انسان کو خواب میں بھی نظر نہ آسکے۔

پیرس سے سیدھے سینٹ مارٹز آئے۔ نو بجے گاڑی میں بیٹھے، رات آرام سے سو گئے۔ صبح کو آنکھ کھُلی تو جو نظارہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس کو دیکھ کر دل وفورِ مسرّت سے بھر گیا۔ میلوں تک جھیلیں صاف و شفاف پانی سے بھری ہوئی چلی جاتی تھیں، دُور افق میں سرسبز پہاڑ، درختوں اور پھولوں سے بھرے ہوئے اور جھیل کے دو رویہ خوبصورت شہر۔ صبح سات بجے سے لے کر دو بجے تک یہی نظارہ پیش رہا۔ ایک جھیل ختم ہوئی تو دوسری شروع ہوئی، دو بجے یہاں پہنچے یہ جگہ تقریباً ۵۰۰۰ فٹ اونچی ہے۔ چاروں طرف برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ کھڑے ہیں۔ بیچ میں میلوں تک سرسبز وادی چلی جاتی ہے۔ خاص سینٹ مارٹز میں ایک سبز رنگ بیضوی صورت کی جھیل ہے۔ جس کے تین طرف ہوٹل اور خوبصورت گھر ہیں اور چوتھی طرف سربفلک چوٹیاں سفید چادر رے اوڑھے کھڑی ہیں جس ہوٹل میں ہم ہیں۔ یہ یہاں کا سب سے خوبصورت ہوٹل ہے۔ دس بارہ گول کمرے، کھانے کا بڑا ہال، اور کئی ایک تاش کے، کافی پینے والے، سگریٹ

اور بادہ کشی کے مختلف کمرے ہیں۔ تین چار ٹینس کورٹ۔ گولف لنکر اور ایک بہت خوبصورت پارک ہوٹل کے اپنے ہیں۔ باقی جنگل اور وادیاں کیا ہیں۔ دستِ قدرت نے ہزاروں پارک لگا رکھے ہیں۔

احمد اور میں آج صبح پھرنے کے لئے ایک وادی میں گئے۔ پیاری گیتی، کیا بتاؤں، ہر قسم کے بہتر بن سے بہترین پھول جو باغوں میں لگائے جاتے ہیں۔ ان کے غولوں سے جنگل بھرے ہوئے ہیں۔ جس طرح ہمارے پہاڑوں پر گھاس ہوتا ہے۔ اس طرح یہاں پھول ہیں۔ کھیتوں کے کھیت، گھاس، اور اس میں اسی قدر رنگ برنگ کے پھول، میلوں تک یہی نظارہ چلا جاتا ہے وادیاں بہت ہی ڈھلوان میں ہیں۔ یعنی اس قدر آسان کہ گھنٹوں سیر کئے جاؤ۔ غرض یہ جگہ ایک خواب ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر دل ہی نہیں کہ ان کا لطف اٹھا سکے۔ اقبال کی طبیعت ویسی ہی چلی جاتی ہے۔ وہی معدے اور دل کی تکلیفیں ہیں، ضعف معدہ ہے۔ سارا دن سوائے بیماری کے ذکر کے اور کسی بات میں دل نہیں لگتا۔ جب تک اس کے دماغ سے یہ خیالات دور نہ ہوں گے طبیعت کا پورا درست ہونا ناممکن ہے۔ بظاہر پورا تندرست معلوم ہوتا ہے۔ ہوا دل اور دماغ کو بگڑے رہتی ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ خدا اسے پوری صحت دے۔ ہر دم دعائیں کرتے ہیں۔ پروردگار والدین کو ضعیفی میں اب کوئی فکر نہ دکھائے۔

امید ہے کہ کالج میں جا کر جب اس کی طبیعت تعلیم میں لگے گی تو یہ پریشان خیالات جاتے رہیں گے۔ بالکل فکر نہ کریں۔ پروردگار اسے صحت دے اور وہ

دن ہم کو دکھائے کہ وہ اپنی تعلیم ختم کرے ، صاحب اقبال ہو اور ہم اسے سہرے لگائیں ۔ آمین ثم آمین ۔

ہر دم آپ سب کی یاد ستاتی ہے ۔ خدا کرے بھائی صاحب جلد روانہ ہو سکیں تاکہ میں ہندوستان واپس جاؤں ۔ بس نو دن اور گھنٹے گن رہی ہوں ۔

پیاری گیتی ! آپ سب اس قدر دونوں بچیوں کی خبر گیری کر رہے ہیں ۔ وہ صحت کی تصویریں کیوں نہ ہوں گی ۔ خالہ صاحبہ محترمہ کی خدمت میں بہت بہت آداب ، خدا پیاری گیتی تمہارا ہمیشہ محافظ ہو ۔

دلی محبت و پیار

آپ کی پیاری آپا

آرا

## ۳

لیگسٹن پلیس منشن ہوٹل

ڈی ویرے گارڈنز ، لندن

۱۴ ؍ مئی سنہ ۳۸ء

میری نہایت پیاری بہن اور عزیز بھائی ! خوش رہو ۔

کیا لکھوں ؟ یہ کہ ایک ایک گھڑی صدیاں گزر رہی ہیں ، آپ دونوں کی ، اور میرے پیارے بچوں کی تصویر ملی ، آنکھوں سے لگائی ۔ آنکھیں ان پیارے چہروں کو اور دل ان عزیز از جان ہستیوں کو دیکھنے کے لئے ترس رہے ہیں ۔ کب وہ

شبھ گھڑی آئے گی۔ خدا کرے۔

مبارکیں سب آپ دونوں کو ہیں۔ پیاری گیتی! بتاؤں؟ یہ کہ میرے میز پر بیٹھنے تک میرے سامنے خطوط اور چٹھیوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ شام کو تمام اخباریں تمھاری آپا کی تصویر اور تقریر سرورق پر لئے ہوئے تھیں۔ سیکرٹری آف اسٹیٹ، تمام راجا اور نواب کرسیاں چھوڑ کر مبارکباد دینے آئے تمھاری آپا اس ہجوم میں جھجک کر کھڑی تھی۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔ ایک ایک سے ہاتھ ملا کر شکریہ کہہ رہی تھی۔ سمجھ لو، میرے گھر پہنچنے سے پہلے والدہ صاحبہ کو سیکرٹری آف اسٹیٹس کا مبارک باد کا خط پہنچا۔ جو انھوں نے اسی وقت لکھا تھا، آچکا تھا۔ تمام انگلستان سے خطوط، لڑکیوں کے کالج سے تاریں، اور امریکہ سے تاریں مبارک بادی کی آتی ہیں۔ اب تک چھ تقریریں کر چکی ہوں۔ خداوند کریم کا شکر ہے۔ تمھاری آپا کسی قابل نہیں، اس مالک کی عنایت اور مہربانی ہے۔

دن کو مبارک باد، اور شام کو لیٹتی ہوں۔ تو تم سب کا تصور اور ہزارہا افکار کا ہجوم، راتوں کو نیند نہیں آتی، دعا کرو، خدا تمھاری آپا کو اطمینان جیسی نعمت عطا کرے، آمین۔

ہر جگہ تمھیں یاد کرتی ہوں اور ہر دم۔ پیارے بھائی! ہندو صلح کو تیار ہیں ان کا ارادہ کانفرنس چھوڑ کر چل دینے کا ہے، صرف بہانہ ڈھونڈھ رہے ہیں۔ گورنمنٹ کا رویہ قابل قدر ہے۔ ببر گورنمنٹ ہندوستان کی دوست ہے۔ مگر جب ہم آپ ہی اپنے دوست نہ ہوں گے تو کیا ہو سکتا ہے خدا ہمیں

اتفاق جیسی نعمت عطا کرے۔ آمین۔

میں اور مسز سوبرائن مل کر کام کر رہی ہیں، یہ بہت اچھی خاتون ہیں۔۔۔ سردی بے حد ہے۔ ہاتھ باہر نکالنا دشوار ہے۔ ہم نے تیئیس جنوری کے جہاز پر جگہ لے لی ہے۔ خدا کرے خیریت سے وطن آمد اپنے پیارے عزیزوں کو دیکھنا نصیب ہو، آمین۔ کل تمھاری آپا کو ایک جگہ ایک گھنٹہ تقریر کرنی ہے۔ کامیابی اور عزت کی دعا کیا کرو۔ خدا دین و دنیا میں عطا کرے۔ آمین،

اور سن لو، لیڈی اسٹور نے ڈنر دیا تھا۔ یہاں کی سب مشہور عورتیں مدعو تھیں، اپنے داہنے ہاتھ تمھاری آپا کو اور بائیں ہاتھ مس ایری ٹامسن کو بٹھایا۔ خوش ہو جاؤ۔

ذرا دھیان رکھنا، تمھاری آپا سینما میں آ رہی ہے۔ اس کی تقریر بیٹھے ہوئے وہاں سن لینا۔ پتہ لیتی رہنا۔ مگر میرے عزیز، میری خوشیوں میں خوش ہونے والے بھائی اور بہن، کیا یہ شہرت تمھاری بہن کو خوش کر سکتی ہے؟ نہیں ۔۔۔ اسے تو ہمیشہ سے حقیقت کی لگن رہی ہے، خدا اس دھن کو پورا کرے ۔۔۔

دلی محبت و پیار

آپ کی آپا

آرا

---

## ۴

ایس، ایس ملتان

۲۲ر اگست ۱۹۳۱ء

نہایت پیاری گیتی۔ خوش رہو۔

دس بجے ہیں۔ سب حاضری کھا کر آئے ہیں۔ تمھاری آپا تندرست ہے صحت بفضل خدا درست ہو گئی ہے۔ شدت کی گرمی ہے، دھوپ تیز ہے۔ آسمان صاف، نیلگوں سمندر، میں ڈک پر بیٹھی ہوں، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی ہے۔ تمام ڈک آدمیوں سے اور عورتوں سے بھرا ہوا ہے، مگر آہ! ان سینکڑوں چہروں میں ایک بھی تو ایسا نظر نہیں آتا جسے دیکھ کر اس تنہائی میں کمی ہو۔ اس محفل میں تمھاری آپا ایسی تنہا ہے، جیسی شاید کبھی نہ رہی ہو۔

رات گرم تھی، ہلکی ہلکی چاندنی، مس اسمٰعیل مرزا نے گا کر سنایا، بچی بہت شریف، پیاری اور تعلیم یافتہ ہے۔ لیڈی اسمٰعیل مرزا بہت ملنسار ہیں، لیڈی حیدری، ان کی بہو، لیڈی اسمٰعیل مرزا، ان کی لڑکی، بیگم مہدی یار جنگ، مسز سوبرائن، اور ہم اکثر وقت مل کر گزارتے ہیں۔ ہاں سردارنی اجل سنگھ بھی ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ اس سفر میں سر اکبر حیدری کے خاندان سے دل کھول کر ملنا ہوا۔ بہت شریف لوگ ہیں۔ خصوصاً لیڈی حیدری بہت نرم دل اور ہمدرد ہیں۔ میں خوش ہوں کہ یہ موقع ہمیں انھیں اچھی طرح سے جاننے کا مل گیا ہے۔ کیونکہ بے جانے کسی کے متعلق رائے قائم کر لینا، یہ غلطی ہم سے اکثر ہوتی رہتی ہے۔ بعض اشخاص ہم جیسے، ظاہر و باطن ایک اور سطحی تصویر ویسی ہی جیسی باطنی، بعض ایسے ہوتے

ہیں، جو خود ذرا گہرائی لئے ہوتے ہوتے ہیں۔ ان کو جاننے میں ذرا دیر لگتی ہے اور بعض دفعہ نہ جاننا ہی بہتر ہوتا ہے اور بعض دفعہ جاننا، ان کی حقیقت کو پہچاننا، اور ان کے وصفوں کو جاننا ایک اچھا خاصا علم ہوتا ہے۔ حیدری کا خاندان ان موخر الذکر لوگوں میں سے ہے ـــ تو ہاں! شام سہانی تھی یعنی ہلکی ہلکی چاندنی، گرمی میں بھی ایک خاص لطف تھا۔ گول کمرے میں سب جمع ہوئے اور اکثر لوگوں نے، کسی نے گیت، کسی نے نظم، کسی نے کہانیاں سُنائیں۔ ممتاز اور تم، بشیر، نسیم، غرض ایک ایک کرکے سب بے حد یاد آئے میری طبیعت اِس ہجوم میں گھبرا گئی۔ میں نے سب سے دو چار باتیں کیں اور اس کے بعد ایک کونے کا رُخ کیا۔ ہجوم سے دُور، محفل سے پرے۔ ایک کُرسی پر تمھاری آپا بیٹھی تھی۔ سامنے ایک وسعت لا انتہا، نیلا میدان، جہاں جا بجا ہلکی ہلکی سفید اُون برس رہی تھی اور اس نیلگوں میدان میں چاند کی کرنیں ایک سفید راستہ، سیدھا، صاف و شفاف پیش نظر کر رہی تھیں، سمندر میں کس قدر سکون تھا۔ خیالات کا طوفان دماغ میں اُٹھا، ایسا طوفان جو انسانی کوزے میں بند نہ رہ سکتا تھا۔ طبیعت بیقرار ہو گئی . . . . . شاید آنسوؤں کا دریا بہہ نکلتا کہ ناگہاں اس اصلی اور سچے دوست نے یاد کیا۔ وہ دوست، وہ مونس، وہ ہمدم جیسے انسانی ہاتھ، جیسے زمین و آسمان، جیسے دُوری و نزدیکی غرض کوئی شے جُدا نہ کر سکے، جو دل میں بستا ہے جسے ہم اس قدر دور سمجھتے ہیں۔ وہ جو کہ اپنے آپ سے نزدیک تر ہے۔ گیتی پیاری! پیاروں سے دوری مجھے اس سے نزدیک کر رہی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ دُنیا میں اگر کوئی ساتھ دینے والا ہے تو

"وہی"—
میں کیونکر فکرمند ہوں؟ کیوں تم سب کی یاد مجھے افسردہ رکھے؟ "وہ" نگہبان ہوگا تم سب کا، میری ان جانوں کا جو یہاں سے دُور . . . . . . ہیں۔ جب تم اور بھائی پاس ہو، تو میں ایسا کیوں لکھوں؟
کہیں میں گئی . . . . خدا جانے کیوں پریشان خیالات تنگ کر رہے ہیں، خدانخواستہ! نہیں، نہیں!! سب خیریت ہے اور رہوگی۔ میری دعائیں مجھ گنہگار کی دُعائیں تم سب کی نگہبانی کریں گی۔
پیاری گیتی! میں اُداس نہیں بالکل خوش ہوں، جیسی کہ ہوسکتی ہوں تم سب سے دُور—
دس بجے ہی اس قدر گرمی ہے کہ الامان۔ خدا کرے۔ ثروت اور منظر کی حرارت دور ہوئی ہو۔ ع: بڑ بھائی کو صحت ہوئی ہو۔ نواز ایبٹ آباد میں خیریت سے ہوں۔

دلی محبت و پیار
تمہاری آپا
"آرا"

# ۵

اقبال منزل، لاہور

میری عزیز بہن صاحبہ - السلام علیکم

مزاج شریف! نوازش نامہ کا دلی شکریہ قبول فرمایئے، اس سے پیشتر نامہ تحریر نہیں کر سکی - وجہ کچھ پے درپے کی پریشانیاں تھیں - جب سے ولایت سے واپس آئی ہوں میرے شوہر کی طبیعت ناساز رہی ہے - بلڈ پریشر بہت بڑھ گیا تھا - جس کی وجہ سے پریشان رہی، خدا کا شکر ہے کہ اب ان کی طبیعت بہت بہتر ہے، اور اطمینان حاصل ہوا ہے، میں آپ کی ممنون و مشکور ہوں کہ آپ مجھے یاد فرماتی رہتی ہیں - آپ جیسی قابل اور مہربان بہنوں سے قوم کی عزت ہے -

رسالہ زیب النساء کی سرپرستی میں نے قبول کی - کیونکہ یہ نئی پود کے چند ممبروں کی محنت کا نتیجہ ہے - ان کی اعانت ہمارا فرض ہے - یہ جہاں تک ممکن ہو سکے - پنجاب میں اس قدر کام میرے ذمہ ہے کہ دم بھر کو فرصت ملنی مشکل ہے - یہی وجہ ہے کہ اخبارات یا رسالوں کے لئے کچھ لکھنا میرے لئے ممکن نہیں میں کام میں یقین کرتی ہوں -

عزیز بہن! سچ پوچھئے تو والد مرحوم کی وفات کے بعد میں نے تو کام کو اپنی زندگی بنا لیا ہے - خدا مجھے ملک اور قوم کی خدمت کرنے کی ہمت دے - بے شک ہمیں مسلم لیڈیز کانفرنس کو جگانا چاہئے ممکن ہے کہ اب اس کو جگانا دشوار ہو - میرا ارادہ ہے کہ آل انڈیا مسلم لیڈیز لیگ قائم کی جائے جو ہمارے تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی

حقوق کی محافظ ہو۔ پنجاب میں ایک شاخ قائم کر کے سب مسلمان بہنوں سے استدعا کی جائے کہ وہ جگہ جگہ اس کی شاخیں بنائیں۔ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ نئے نظام حکومت میں مخصوص نشستیں عورتوں کے لئے مقرر ہو چکی ہیں۔ رائے دینے کا حق بھی عام ہو جائے گا۔ اس لئے پوری کوشش کی ضرورت ہے ہمسایہ قوم کی بہنوں نے ابھی سے کام شروع کر دیا ہے۔

آپ کی بھانجی سے مل کر دل بے حد خوش ہوا تھا، بہت عقلمند بچی ہے۔ خدا خوش نصیب رکھے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اسے ولایت بھیج دیا۔ میں اسمبلی کے لئے کھڑی ہونے کا ارادہ کر رہی ہوں ۔۔۔ گرمیاں ایبٹ آباد گزارنے کا ارادہ ہے، ماہ ستمبر میں چند ہفتے کے لئے میں شملہ جاؤں گی۔ انشاء اللہ۔

آپ کے محبت نامہ کا دلی شکریہ۔

راقمہ

جہاں آرا شاہ نواز

# مسز نورالحسن برلاس

ٹوکیو

۲۱ر جولائی ۳۴ء

محترمہ من! تسلیم۔

عین انتظار میں ۲۰ر جولائی کو آپ کا نوازش نامہ مع رسالہ زیب النساء کی رجسٹری کے موصول ہوکر باعثِ شادمانی ہوا، غارہائے ایلورا کی تصویریں بھی پہنچیں۔ شکریہ۔

ایلورا کے غار سنتی ہوں عجائبات میں سے ہیں۔ میں نے تو حیدرآباد ہی نہیں دیکھا تو غارہائے ایلورا کا کیا ذکر؟ البتہ برلاس صاحب اس کے ورشن کر چکے ہیں۔ انھوں نے مفصل کیفیت سنائی، غارہائے ایلورا کی تصویریں کچھ نوٹ لکھ کر یہاں کے اخبارات میں شائع کر سکتی ہوں مگر میں چاہتی ہوں کہ ہندوستان کے متعلق جو بات بھی جاپانیوں کے سامنے پیش کی جائے وہ بڑی تحقیق کے ساتھ اور واضح ہونی چاہیئے۔ آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ جاپانی قوم تحقیق میں ماہر ہے اور ان لوگوں کو ہندوستان کے متعلق ہم سے زیادہ معلومات ہیں۔ بہت سے جاپانی بدھ مذہب کے پیرو ہیں۔ اگر آپ کو بدھ والوں کے تمام غاروں کی تصویریں معہ مفصل و صحیح حالات کے دستیاب ہوسکیں تو روانہ فرمائیے تاکہ اِن تصویروں کے متعلق کچھ حالات جاپانی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا سکیں، جاپانیوں کے تمام اخبار اور رسائل جاپانی زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ انگریزی

اخبارات صرف غیر ملکیوں کے لئے ہیں۔ اس لئے ہندوستان کے متعلق کوئی آرٹیکل انگریزی اخبار میں لکھنا بیکار ہوگا۔ کیونکہ جاپانی لوگ ان اخبارات کا مطالعہ نہیں کرتے۔ اگر کوئی بات جاپانیوں کو بتانی ہے تو وہ انھیں کی زبان میں شائع کرانی مفید ہے۔ غار ہائے ایلورا کی تصویروں کے ہمراہ جو ایک انگریزی کارڈ ہے۔ وہ کافی نہیں ہے۔

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ آپ جالندھر میں بھی مصروف کار رہیں۔ درحقیقت آپ کی مایہ ناز ہستی ہم سب کے لئے غنیمت ہی نہیں بلکہ نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ کاش آپ جیسی ہمدردانِ قوم بہنیں ہم میں کثرت سے پیدا ہو جائیں۔ باور کیجئے۔ میں جو کچھ بھی خیالات آپ جیسی قابل ہستی کے لئے حوالۂ قلم کر رہی ہوں اس میں نہ کچھ خوشامد کو دخل ہے اور نہ آپ کی خوشی ہی مدِّ نظر ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ کن جذبات کے ماتحت میرا قلم چند فقرے لکھنے پر مچل رہا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ انسان کی خلقی نیکی اور سچا ایثار اپنے تو کجا غیروں کو بھی ہزاروں کوس پرے متاثر کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ آپ کا ایثار قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ہے ایسے لوگ بہت کم ہیں، بلکہ نایاب ہیں جو اپنی جاگیریں قومی مفاد کے لئے وقف کردیں اور پھر بھی ہاتھ پیروں سے قومی خدمت انجام دیئے جائیں۔ سچ ہے۔ وہ خاندان فخر کے قابل ہے۔ جس میں ایسی ہمہ صفت موصوف بی بیاں موجود ہوں۔ ملک وکن آپ پر بجا ناز کر سکتا ہے۔

آپ کی پیاری رائے کیسی سبق آموز ہے، کہ انسان دنیا میں زندہ رہ کر کچھ نہ کچھ اچھے کام کرتا رہے۔ بیکار وقت کھونا مناسب نہیں، سبحان اللہ! اس کے

آگے ہمدردی کی منزل ختم ہے۔ آپ کا یہ خیال کتنا ارفع و اعلیٰ ہے، اور کیا آپ اندازہ کرسکتی ہیں کہ آپ کے اس نادر خیال نے مجھے کیسی روحانی مسرت بخشی ہے؟ کہ لڑکیوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی صنعت وحرفت کے مدارس بھی کھولے جائیں۔ واقعی ہماری بچیوں کے لئے صنعت وحرفت کے مدارس ازبس ضروری ہیں اور اس کے لئے بڑے پروپیگنڈے کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ آپ اس میں جان توڑ کوشش کریں گی۔ افسوس، ہندوستان میں ہزاروں فاقہ مست بہنیں، گھروں میں فضول گپ شپ میں عسرت کی زندگی بسر کر رہی ہیں مگر مدرسوں میں کچھ ہنر سیکھیں تو اس سے روزی پیدا کرسکتی ہیں —

جاپان کا حال کیا لکھوں؟ ہر شخص کام میں رندھا ہوا ہے اور ایک دوسرے کا معاون ہے۔ یہاں کی تعلیم کا حال پوچھا ہے۔ یہاں پرائمری تعلیم لازمی ہے اور ہر شخص پڑھا لکھا ہے۔ خاندانی اور امراء کی لڑکیوں کے لئے علیحدہ مدرسہ ہے غریب، امیر، لڑکے لڑکیاں سب ساتھ تعلیم پاتے ہیں۔ ہندوستان کے مقابلے میں یہاں مدرسوں کی فیس کم ہے۔ اگرچہ تعلیم کا انتظام ہندوستان سے بدرجہا زیادہ اچھا ہے۔ پرائمری تعلیم تو ہر ایک کے لئے ضروری ہے اور اس کے بعد جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کے مدرسے علیحدہ ہیں۔ صنعت وحرفت کے مدارس بہت ہیں۔ پھر عورتوں کے فنون کے مدارس بہت ہیں۔ جہاں خانہ داری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً کھانا پکانا، کپڑے سینا، قطع کرنا، کپڑے دھونا، پھولوں کی آرائش، چائے کی تعلیم، کاغذ اور کپڑے کے پھول بنانا اور دوسری چھوٹی چھوٹی صنعتوں کی تعلیم دی جاتی ہے، بلکہ ٹوکیو میں چند سال سے ایک

مدرسہ میں شادی خانہ آبادی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ جہاں یہ سکھایا جاتا ہے کہ لڑکیاں شادی کرنے کے بعد بیوی کے فرائض کس طرح انجام دیں۔

میں نے ہنوز آپ کے سفرنامے نہیں پڑھے۔ امید ہے کہ آپ عنایت فرماکر ممنون کریں گی۔ جاپان کے متعلق جو معلومات معہ مشاہدہ کے مجھے معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً ہندوستان کے اخبار، رسالوں میں شائع کراتی رہتی ہوں۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ اخبار تہذیب، رسالہ ساقی، رسالہ عصمت، رسالہ شاہجہان، حالی مسلم ہائی اسکول پانی پت کا رسالہ حیات نو۔

رسالہ زیب النساء کا جون نمبر دیکھا۔ بڑی شان کا ہے۔ تمام مضمون مفید اور عمدہ ہیں۔ حالات حاضرہ پر بیگم شاہ نواز صاحبہ اور مس زبیدہ سُلطانہ صاحبہ کے مضمون بہت قابلِ قدر ہیں اور اسی قسم کے مضامین کی ہماری بہنوں کو بہت ضرورت ہے۔ ہماری قابل بہن محترمہ بیگم شاہنواز صاحبہ کا مضمون "قرطاسِ ابیض اور خواتینِ ہند" نایاب ہے۔ آپ کا مضمون "بی بی طوری کا خواب" بہت نصیحت آموز ہے۔ یہ افسانہ پڑھ کر مجھے نصوح کا خواب یاد آگیا۔

آپ کے فرمانے کے بموجب ایک مضمون انشاءاللہ تعالیٰ جلد از جلد رسالہ زیب النساء کے لئے لکھوں گی اور کوشش کروں گی کہ آئندہ بھی لکھتی رہوں۔ جاپانی اپنے حالات سے غیر ملکیوں کو مطلع کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی ضمن میں ہر سال اورینٹ کلچر سوسائٹی کی سرپرستی میں دو تین ہفتہ تک مسلسل لکچر دیئے جاتے ہیں۔ اس میں ہندوستانی تہذیب و تمدن پہ تقریر کرنے کے لئے کسی نہ کسی ہندوستانی فاضل کو ضرور شامل کرتے ہیں۔ اس سال دو ہندوستانی

لکچرار مقرر ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک ہیرو مسٹر برلاس بھی ہیں۔ ان کے لکچر کا موضوع "ہندوستانی عورت پر اسلام کا اثر" ہوگا۔

آج کل یہاں بھی گرمی ہے۔ مگر بارش ہوتی رہتی ہے۔ آپ ہمیشہ لمبا خط لکھا کیجئے۔ آپ کا خط پڑھ کر ہندوستان کے مفصل حالات معلوم ہوتے ہیں۔ میری سمع خراشی ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ دل بہلتا ہے۔ اگر ممکن ہوسکے تو آپ اپنی ایک تصویر روانہ فرما کر مشکور کریں۔ برلاس صاحب آپ کو اور بیرسٹر صاحب کو سلام فرماتے ہیں۔ میرا بھی سلام بیرسٹر صاحب سے کہئے۔ والسلام

دُور افتادہ

مسز برلاس

# حجاب امتیاز علی

## ۱

محترمہ معظمہ! تسلیم

ابھی ابھی میں باہر سے آئی۔ دیکھا کہ ڈاک آئی رکھی ہے اور اس میں آپ کا پیارا محبت نامہ بھی ہے۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ کھول کر پڑھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ آپ یہاں تشریف لانے پہ آمادہ بیٹھی ہیں۔ سبحان اللہ! کیا ارادہ ہے آج ہی چل دیجیے۔ واللہ بڑی خوشی ہو گی۔

پپا نے آپ لوگوں کے آنے کی خبر سنی اور بے انتہا خوش ہو گئے۔ میری بہن بھی بے حد خوش ہیں اور آپ سے نیاز حاصل کرنے کی متمنی۔ آنے سے پہلے تار دے دیجیے گا تاکہ اسٹیشن پر کار کا انتظام کیا جائے۔ میری بہن چاہتی تھیں کہ سے اپنی کار منگوا لیں۔ مگر مسز کاظم علی کے یہاں ایک تجارتی دوست ایسے ہیں جن کی ایک کار ہمیشہ بیکار رہتی ہے۔ کار اور بے کار؟

میں آپ کے لیے چشم براہ ہوں۔ میرے ساتھ ہی پپا اور آپا۔ یہاں کا موسم نہایت خوشگوار ہے۔ تعجب ہے کہ یہاں کے موسم کے متعلق لوگوں نے آپ سے جھوٹ کہہ دیا۔ ہر روز بارش ہوتی ہے کوئل کوکتی رہتی ہے۔

میں کب آپ کو اپنی خالہ نہیں سمجھتی؟ آپ تو مہربانی اور محبت کے اعتبار سے مجھے اپنی حقیقی خالاؤں سے پیاری لگنے لگی ہیں۔

"دوست مشکل سے وہ ہاتھ آتا ہے جو دل سے ملے"۔ تہذیب میں ایک

علم دوست کے متعلق آپ کا مضمون چھپا ہے۔ نہایت خوب ہے۔
ہم سب کی طرف سے دلی محبت و آداب قبول کریں۔

آپ کی منتظر

حجاب

## ۲

تسلیم! آپ کا دلچسپ خط ملا۔ شکریہ۔

آج کل میں سوگ میں ہوں۔ میری نظریں اکثر ایسی تحریرات کو ڈھونڈھا کرتی تھیں مگر ناکام واپس آتی تھیں۔ آج آپ کے خط نے مسرور کیا۔ میں خوش ہوں کہ اب ہندوستانی مرد بھی نسوانی زندگی سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ اللہ آپ کو آپ کے کام میں کامیاب کرے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آہ! اگر آج میں سوگ میں نہ ہوتی تو آپ کی مدد کرتی ؟ مگر اس وقت ناتواں اور مضمحل ہوں۔ دنیا کا کوئی پرلطف سے پرلطف واقعہ بھی مجھے آمادۂ تبسم نہیں کر سکتا۔ اس وقت بہت بے دل اور صدمہ کی حالت میں ہوں۔

حجاب

## ۳

آپ کی خوبصورت کتاب نے طبیعت پر بہت اچھا اور خوشگوار اثر کیا۔ خدا آپ کو اچھا رکھے۔ کتاب کے متعلق رائے دینے سے قاصر ہوں۔ مگر موسم

بہار کا چاہیئے۔ ذرا صبر کیجئے۔

حجاب

۴

..... مجھے ہر افسانہ نامکمل ہی پسند آتا ہے۔ کیونکہ افسانوں سے فسانہ نگاروں ہی کو دلچسپی ہوتی ہے۔ جب میں میری کوریلی کا کوئی ناول پڑھتی ہوں تو نصف۔ اور باقی نصف کے پڑھنے کی مجھے ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ میں پہچان جاتی ہوں کہ اُس کی ابتدا کیسے ہوئی ہے اور اس کی انتہا کیسی ہوگی۔ یہی حالت شیکسپیئر کے ڈرامہ کی ہوتی ہے۔ لوگ بدمذاق ہیں جو پوری کتابیں پورے مضامین پڑھتے ہیں۔ موسم بہار تو غفلت میں گزر گیا۔ خیر آئندہ سہی۔ صبر اچھی چیز ہے۔ آپ نے بھی تو یاد نہیں دلایا۔ سوانح حیات کا مسئلہ بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ایسے مسائل حل ہی نہ کئے جائیں جو حد سے زیادہ دقیق ہوجائیں۔ اس مسئلہ پر پھر روشنی ڈالیں گے۔

حجاب

۵

..... میں کسی چیز سے اس قدر نہیں گھبراتی مگر خط لکھنے سے روح کانپ جاتی ہے۔ میرے خطوط کا یہ عالم ہے کہ زیادہ سے زیادہ لکھتی ہوں تو سات سطور کا خط۔ مجھ خواب اور افسانوی زندگی کرنے والی گمنام ہستی سے بھلا آپ لوگوں کو

ایسی گہری دلچسپی آخر کیوں ہو گئی ہے ۔ میں کیا ہوں ؟ محض خواب دیکھنے والی ۔ مگر "ولکاکس" اور "ماری کوریلی" کے خوابوں سے یقیناً میرے خواب مختلف ہیں ۔ میں ایک افسانوی زندگی بسر کرنے آئی ہوں ۔ سمندر کے گرجتے ہوئے پانیوں کے قریب میری قسمت کا ستارہ چمک رہا ہے ۔

حجاب

## ۶

کر دیا چپ واقعاتِ دہر نے
ورنہ ہم میں تھی گویائی بہت

ایک مصروف و مشغول بہن کا سلام و پیامِ عقیدت قبول فرمائیے ۔ اچھی ہوں ۔ مگر مصروفیت سے ناتواں ـــ آج کل بعض غیر ضروری کام بھی ایسے ہیں ۔ جن کا کر دینا نہایت ضروری ہے ۔ اس لئے کر رہی ہوں اور ان بے ضروری کاموں کی وجہ سے ضروری کاموں کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے ۔ نہ جانے اس بے انصافی کے لئے قدرت مجھے کیا سزا دیتی ہے ۔ ہم تو یہی زبانہ گائیں گے :

سب دیا میرے خدا کوئی نہ قانون دے

دو عنایت ناموں کا جواب لکھ دیتی ہوں ۔ اس سے پہلے ایک مختصر التجا کر لوں گی ۔ یہ کہ آج کل میرے یہاں چند مہمان آئے ہوئے ہیں ۔ انھیں لوگوں کی موجودگی تاخیر جواب کا باعث ہوئی ہے ۔ صبح کا وقت ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ تمام لوگ باہر گئے ہوئے ہیں ۔ اب اور کیا لکھوں ؟

آج کے لئے خدا حافظ کہتی ہوں۔ انشاء اللہ۔ آیندہ۔

حجاب

۷

برادرم۔ تسلیم!

مجھ سے ایک شدید غلطی ہو گئی! بیحد شرمندہ ہوں اور خواستگار معافی ہیں
نے ایڈیٹر عصمت کے نام خط لکھ کر پوسٹ آپ کے نام کر دیا۔ پریس کے روپے
کے متعلق بھی لکھا! اُفوہ!!!!

کیا آپ ایڈیٹر عصمت کے نام وہ خط بھیج دیں گے۔ آپ کا خط میں نے وہیں
بھیج دیا۔ آج آپ کے گرامی نامے کو دیکھ کر ڈر گئی۔ باقی آئندہ۔

آپ کی بہن
"ح"

۸

برادرم! تسلیم۔

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ قدردانی کا شکریہ . . . سے میں ناواقف ہوں مجھے
یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ مدراس کے جدید و قدیم شعرا کا کلام مرتب کرنے کی کوشش
فرما رہے ہیں۔ خدا آپ کے نیک ارادے میں برکت دے۔ آمین۔

میں مدراسی نہیں ہوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ ورنہ فخریہ اپنا نام آپ کی کتاب میں

شریک کرنے کی اجازت دیتی۔ میرا وطن حیدر آباد ہی ہے۔ چند سال سے ہم یہاں مقیم ہیں۔ میرے والد ماجد کا ملاقاتی کارڈ ملفوف ہے۔ آپ مدراس کے مشہور شاعر جناب شاطر صاحب سے اس باب میں بہت کچھ مدد لے سکیں گے۔ ان کی صاحبزادیاں بھی شاعرہ ہیں۔

جی ہاں! میں نے رسالہ ساقی میں گذشتہ سال لیلیٰ مجنوں کے افسانوں کے لئے اشتہار دیا تھا۔ مجھے ان کے متعلق جو عشقیہ افسانے۔ قصے مشہور ہیں۔ وہ مطلوب ہیں فلم کے لئے ایسے پرانے قصے بہت موزوں ہوتے ہیں۔ مشرقی عشق مغربی اسٹیج پر بہت بہار دیتا ہے۔ آپ نے کیوں پوچھا؟ کیا آپ کے پاس کچھ مواد ہے۔ لندن کے کتب خانے کا مخطوط لیلیٰ مجنوں کا۔ جن کے نوٹس آپ کے پاس موجود ہیں۔ اگر ایک نظر دیکھنے کے لئے مجھے مل جائیں گے تو میں شاید کچھ کہہ سکوں۔ آج کل میں الف لیلہ کے مشہور افسانے زبیدہ کو بغور دیکھ رہی ہوں۔ اس کہانی کو فلم بہت چمکا سکتا ہے۔

حجاب اسمٰعیل

۹

میری پیاری خالہ جان! تسلیم

میرے بزرگ چچا جان کی رحلت کی خبر سن کر میرے ہوش و حواس اُڑ گئے۔ جس وقت سے یہ بد خبر سُنی ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں۔ جس میں آپ کا خیال نہ آتا ہو۔ ایسے غیور بزرگ کا اٹھ جانا ہماری بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔ میری پیاری خالہ جان۔

صبر کیجیے۔ جس نے یہ درد دیا ہے۔ وہ دوا بھی دے گا۔ کیا کروں۔ بڑی دور پڑی ہوں۔ ورنہ آپ کے پاس آتی۔

میرے والد مرحوم کے کس قدر پرانے تعلقات تھے۔ اس خیال سے دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ سب پرانے بزرگ اُٹھ گئے۔

شملہ سے جون میں میں نے ایک عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا لیکن جواب نہ ملا۔ دل کو سمجھا لیا کہ پریشانیوں میں جواب کی زحمت نہ گوارا کی ہو گی۔

امتیاز آداب کہتے ہیں۔ ہم دونوں اکثر آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ہیں مارچ میں بہن کے وہاں جانے والی ہوں۔ آپ سے ملنے حیدرآباد ضرور آؤں گی۔

آپ کی اپنی

حجاب

# نذر سجاد حیدر صاحبہ

قریشی بلڈنگ ۔کھجور روڈ

قرول باغ ، دہلی

۱۸ر جنوری ۱۹۶۰ء

پیاری بہن سلطانہ! دلی دعائیں

میں اپنے حالات کیا لکھوں ۔ چار سال بعد شاید یہ خط جا رہا ہے ۔ زندگی کا یہ سب سے زیادہ المناک زمانہ مجھ پر کیسا گذرا ۔ کیا بتاؤں ۔ آہ!

سرگذشتِ بلاکشاں نہ سُنو
نہ سنو میری داستاں نہ سُنو

سخت جان ہوں کہ اب تک زندہ ہوں ۔ اس حالت میں کہ مسلسل بیمار رہتی ہوں ۔ لکھنؤ بھی چھوٹ گیا ۔ تیسرا سال ہے دہلی میں ۔ مگر میں زندگی میں لکھنؤ سے جدا ہونا نہیں چاہتی تھی ۔ وہاں ہر روز صبح و شام اور رات کے وقت بھی قبرستان جا سکتی تھی ۔ اب دہلی سے سال میں دو ایک بار ہی جانا ہوتا ہے ۔ جس کا بہت ہی افسوس ہے

گم کردۂ منزل ہوں میں ہیں پاؤں میں چھالے
اور راہ میں ڈیرے شبِ دیجور نے ڈالے
رستے میں مجھے چھوڑ گئے چاہنے والے
اس وادیِ پُرخار سے اب کون نکالے

پیاری ربیعہ! اپنے بچے کی سلسلۂ ملازمت کی وجہ سے مجھے لکھنؤ سے علیحدہ ہونا پڑا۔ اس دو سال کے عرصے میں قرۃ العین نے دہلی یونیورسٹی سے بی اے کر لیا ہے۔ اور آج کل وہ تنہا لکھنؤ میں ہے۔ ایم اے کے لئے لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے۔ آپ کا خط اس کے نام نہیں آیا۔ میں نے کھول لیا۔ اب عینی کو لکھنؤ بھیج دیا ہے۔ آپ کو مختصر جواب لکھوا رہی ہوں۔ اس ہفتہ میں پھر بیمار ہو گئی۔ بلڈ پریشر چڑھ گیا۔ پہلے بھی آپ نے مجھ سے خط مانگے تھے جو میری اور حجاب امتیاز کے سمجھ ہی میں نہ آیا تھا کہ کون سے خط بھیجے جائیں۔ گو میں بیمار تھی مگر وہ بہت اچھا زمانہ تھا۔ اگر آپ سمجھا دیتیں تو شاید اس وقت میں آپ کے مطلوبہ خطوط بھیج سکتی۔ اب تو وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی۔

زندگی نام ہے جس کا مرض ہے مجھ کو

اس مرتبہ آپ نے تصویر طلب کی ہے۔ پہلے شاید اس کی ضرورت نہ تھی۔ میری حال کی تو کوئی تصویر ہے نہیں۔ سال قبل کا ایک فوٹو ہے جو کہیں تلاش سے ملے تو ملے۔ اگر آپ پسند کریں تو رسالہ "عصمت" یا "تہذیب نسواں" میں جو میری تصویریں چھپ چکی ہیں۔ ان میں سے کوئی لے لیں۔ مجھ سے تو اب ذرا سا بھی کام نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ پہلے ملی ہوتیں اور اب دیکھتیں تو پہچان نہ سکتیں۔ یوں تو رنج و غم میں میری عمر گزری مگر یہ آخری کوہِ الم جو مجھ پر گرا ہے زندہ درگور کر گیا۔

حسرت و یاس سے پُر رنج و الم سے لبریز
آہ! کیا شے ہے میری عمر کے پیمانے میں

غم نصیب
نذر سجاد حیدر

# ڈاکٹر شائستہ اختر سہروردی

نمبر ۲۳ - پرتھوی راج روڈ

نئی دہلی

۱۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء

میری پیاری آپا - آداب

آپ کا خط ملا - معلوم ہوا کہ آپ نے بمبئی جانے کا ارادہ مصمم کر لیا - دہلی اس سال نہیں آئیے گا - مجھ کو بے حد افسوس ہوا - دہلی کا موسم اس وقت کتنا خوشگوار ہے - اگر میں آپ کو اس کی تصویر قلم سے کھینچ کر بتا سکتی تو مجھ کو یقین ہے - آپ بمبئی ہرگز نہ جاتیں اور دہلی آجاتیں - لیکن جاڑوں کی آمد آمد میں صبح کے وقت کا منظر کس سے کھینچ سکتا ہے ؟ اس سال سردیاں بہت جلد شروع ہو گئیں - اور ہوا میں وہ تازگی آگئی جو جاڑوں کی آمد کا اعلان کرتی ہے - برسات کے بعد درخت بہت آسودہ اور سرسبز نظر آتے ہیں - آسمان پر بادلوں کا نام بھی نہیں بقول حجاب امتیاز علی کے "تراشیدہ نیلم" کی طرح چمکتا ہے - دھوپ اب تکلیف دہ نہیں رہی ہے بلکہ اس میں بھی ابھی بیٹھنے کو دل چاہتا ہے -

ہم اسی ہفتہ ایک دوسرے مکان میں بھی جا رہے ہیں ، جو اس سے بڑا ہے اس لئے اگر آپ آتیں تو بہت ہی اچھا ہوتا - بچے آپ کو بہت یاد کرتے ہیں - بچوں کی تصویریں جو آپ نے بھیجی ہیں - بہت اچھی ہیں - خصوصاً وہ تصویر جس میں سلیمی مٹی سے کھیل کھیل کر ہنس رہی ہے - وہ تو واقعی تصویر ہی ہے - میں نے انعام

کی سالگرہ پر تصویریں لی تھیں۔ ایک بھی نہیں آئی۔

اور کیا لکھوں۔ ستمبر ختم ہو گیا۔ لیکن ملیریا کا زور ختم نہیں ہوا، یا یہ ہوا کہ ملیریا کی جگہ انفلوئنزا نے لے لی، گھر بھر کو ملیریا ہوا اور دہرا دہرا کر ہوا۔ میں بچ گئی تھی۔ لیکن انفلوئنزے نے تو شروع ہوتے ہی مجھ کو دبوچ لیا۔ آج بخار نہیں ہے لیکن نزلہ بہت زوروں کا ہے۔ اس لئے بڑا خط نہیں لکھا جاتا۔ آپ دہلی آجائیے اس پر ختم کرتی ہوں۔ فقط

آپ کی بھاوج

شائستہ

## ۲

نئی دہلی

۱۶ اکتوبر ۴۴ء

میری پیاری نسیم۔ بہت بہت دعائیں۔

عرصے سے تمھارا خط نہیں آیا، اور میں بھی نہ لکھ سکی۔ میری وجہ تو وہی عدیم الفرصتی اور علالت کا عذر ہے۔ جس کو اب پیش کرتے بھی شرم لگتی ہے۔ پر کیا کروں واقعہ یہی ہے۔ لیکن بتاؤ تو سہی تم نے اس دن سے کیوں خاموشی اختیار کر رکھی ہے، کیا ناراض ہو گئیں؟

میں دو ہفتے ناگپور میں رہی۔ اب واپس ہوئی ہوں۔ ناگپور میں وقت بہت اچھا گذرا۔ برسات کا موسم سی۔ پی میں بہت خوشگوار ہوتا ہے، اور

اپنا گھر، تو کہیں بھی، میرے خیال میں تعطیل منانے کی بہترین جگہ ہے۔ نئی دہلی کی مسموم فضا کے بعد ناگپور جیسی سیدھی سادی جگہ بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔
تم کو حیرت ہو گی کہ اردو کا کس قدر چرچا ناگپور میں ہے اور عصمت کے جتنے خریدار سی۔ پی میں ہیں۔ شائد کسی اور صوبے میں نہ ہوں گے۔ کیونکہ اسی کی توسلت سے مجھ سے اکثر عورتیں ملنے آتی تھیں، اور چند ہی سالوں میں تعلیم کا بہت کچھ چرچا سی۔ پی میں ہو گیا ہے۔ کافی تعداد میں لڑکیاں کالج میں پڑھتی ہیں۔ میں چند ان طلبہ سے بھی ملی اور ان کو مسلم اسٹوڈنٹس مشن میں شریک ہونے کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے وعدہ تو بہت جوش و خروش سے کیا ہے۔ دیکھئے کچھ عملی کام بھی کر کے بتاتی ہیں یا نہیں۔
اچھا تم اپنی سناؤ۔ اب گاؤں سے واپس آگئی ہو۔ بلکہ اب تو سبھی لوگ جو کلکتہ سے باہر گئے تھے، آگئے۔ تمھیں تو میں نے پہلے ہی صلاح دی تھی کہ بھاگنا فضول ہے۔ موت اور حیات تو قسمت سے ہے۔ جب اور جہاں اور جیسے لکھی ہے آئے گی۔ موت سے بھاگ کر انسان کہیں نہیں جا سکتا۔ خواہ مخواہ کی تکلیف کیوں اٹھاؤ، اگر مرنا ہی ہے تو کم سے کم مرنے تک آرام سے تو رہیں، لندن میں بھی یہی ہوا، جنگ شروع ہوتے ہی سب لوگ بھاگ گئے۔ لیکن میرے واپس آنے سے پہلے یعنی کوئی تین ہفتہ بعد سب کے سب واپس آچکے تھے اور جب بلٹیز ہوا ہے۔ ابا کہتے ہیں۔ لندن بھرا ہوا تھا۔ کوئی اپنا گھر بار چھوڑ کر کب تک باہر رہ سکتا ہے۔ لڑائی تو دو چار مہینے میں ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ اب آگئی ہو تو میرے خیال میں پھر کہیں بھاگنے کی کوشش فضول ہے۔

تم سے ملے بہت دن ہو گئے۔ دہلی آنا، اس وقت موسم بہت ہی اچھا ہے اور دُلہن کو بھی ساتھ لانا۔ انھیں دیکھنے کا بہت ہی اشتیاق ہے، تم نے ان کی تصویر بھی مجھے نہیں بھیجی۔ مجھے یہ سُن کر بے حد خوشی ہوئی کہ وہ ایسی اچھی طبعیت کی لڑکی ہے۔ خدا کرے تم دونوں میں ہمیشہ ہمیشہ دوستی اور محبت رہے۔ نند بھاوج کا رشتہ بھی کتنا پیارا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کس طرح الجھنیں لوگ پیدا کر لیتے ہیں۔

اچھا اب رخصت۔ جواب جلد دینا۔

تمھاری خالہ اور دوست

شائستہ

# صالحہ عابد حسین

## ۱

۲۷ مئی ۱۹۴۱ء

میرے بہت اچھے بھائی جان ۔ آداب!

آپ کا خط ملا ۔ آپ نے لکھا ہے کہ معلوم نہیں کیوں، اب کی تم بہت یاد آ رہی ہو۔ معلوم تو ہے، اب سے پہلے میں نے آپ کو اس کا موقعہ ہی کب دیا تھا کہ یاد آؤں، میرے نہ آنے کی اور جو بھی وجوہات ہوں ۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں آپ کے دل میں اپنی محبت تازہ کرنا یا بڑھانا چاہتی ہوں ۔ آج کل آپ سب لوگ بہت یاد آتے ہیں ۔ ہر وقت یہی خیال آتا ہے کہ اب وہاں یہ ہو رہا ہو گا۔ اب وہ ہو رہا ہو گا ۔ اب بھائی جان دفتر سے آ گئے ہوں گے ۔ اب چائے پی رہے ہوں گے، کھانے کا ذکر ملحوظ خاطر ہے، اب سب ٹہلنے نکلے ہوں گے غرض یہ کہ کوئی بہانا یاد آنے کا خالی نہیں جاتا ۔ خربوزہ کھاتی ہوں تو آپ یاد آتے ہیں ۔ آم نہیں کھاتی تب آپ یاد آتے ہیں ۔ آپ کا خط نہیں آتا ۔ تب یاد آتے ہیں ۔ بقول مولانا جواد ۔ ع

مگر جب یاد آتے ہو تو اکثر یاد آتے ہو

اس یاد آنے پر میں نے ایک نفسیاتی نکتہ دریافت کیا ہے کہ سال کے جس زمانے میں آدمی جس کے پاس رہے ۔ اس زمانے میں وہ شخص بہت یاد آتا ہے، خیر ۔ آپ اس یاد، یاد کے ذکر سے اکتا گئے ہوں گے ۔ اس لئے

بس اب اس پر ختم کرتی ہوں کہ مجھے بھی یاد کیا کیجیے۔

عابد صاحب ۸ مئی سے کل ۲۶ مئی تک امتحان کی کاپیوں میں بری طرح گرفتار رہے۔ کل کاپیوں کا سلسلہ ختم ہوا ہے۔ اب کانٹ کے ترجمے کی کتابت کی کاپیاں ۷۰۰ صفحہ کی دیکھنی ہیں۔ اس کے علاوہ میری کتاب کا کام بھی ختم کرنا ہے۔ اس کی کتابت اور طباعت ساتھ ساتھ ہو رہی ہے۔ کتاب ۳۰۰ صفحہ کی ہو جائے گی۔ ۲۰۰ صفحہ کی کتابت ہو چکی ہے اور چند جزو چھپ بھی گئے ہیں۔ پروف اور کاپیاں تو میں دیکھتی ہوں، مگر اور قسم کی دیکھ بھال کو انہیں بھی جانا ہوگا۔ جی یہ چاہتا ہے کہ باہر جانے سے پہلے، نقش اول کندہ ہو جائے۔ دیکھئے ہوتا ہے یا نہیں، میری مصروفیت بھی بڑھی ہوئی ہے مگر کیا؟

سنئے! دس بارہ دن ہوئے۔ چھت کا پنکھا معہ بلی کے میری ٹانگوں پر آپڑا۔ جس سے گھٹنوں میں خاصی چوٹ آئی، پرسوں دہی چھت کا پنکھا جسے پھر تاروں وغیرہ سے باندھ کر لٹکا دیا تھا۔ عابد صاحب کے سر مبارک پر گر پڑا۔ ان کے بہت خفیف چوٹ آئی۔ مگر مجیب صاحب کا خیال ہے کہ پنکھا ضرور ٹوٹ گیا ہوگا۔ اب اس کو اتار کر پھینک دیا گیا ہے اور صرف خوشگوار گرم گرم لو سے پسینہ خشک ہوا کرتا ہے۔ گرمی تین چار دن سے زوروں کی پڑ رہی ہے۔ کل ساری رات لو چلتی رہی۔ اور ہم جاگتے رہے۔ آج تو اچھی خاصی آندھی چل رہی ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ بچے ہیں آٹھ دس روز کے لئے پہاڑ پر چلے گئے تھے۔ اب واپس آگئے ہیں۔ میری طرف سے سب کو سلام دعا پیار کہیئے۔

آپکی نالائق مگر پیاری بہن

مصداق

# ۲

پانی پت

۱۶ر اپریل ۱۹۴۲ء

میری پیاری بھابی جان! آداب

کئی دن سے آپ کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہی تھی۔ مگر دل و دماغ اس قدر ماؤف ہو رہے ہیں کہ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں اور کس دل سے لکھوں
ابا میاں کا انتقال ہوا تو ہوش ہی نہیں تھا۔ اماں کا صدمہ بہت سخت تھا۔ مگر چچا ابا کی محبت نے ہمیشہ ماں کی یاد کو بھلائے رکھا۔ ان کی محبت کی شان ماں کی محبت کی سی ہے۔ اچھے ابا، چچا ابا سے کچھ کم نہیں تھے۔ لیکن ان کے پاس رہنے کا اتفاق کم ہوا تھا۔ اور وہ بھی اپنے علمی اور مذہبی کاموں میں بے حد مشغول رہتے تھے۔ اس لئے ان کا غم بھی قابلِ برداشت معلوم ہوتا تھا۔ لیکن چچا ابا کی جدائی ایسی روح فرسا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا، کس طرح دل کو قرار آئے گا
آنکھ کھول کر سب سے زیادہ محبت کرنے والا شفیق، ناصح، جان نثار انھیں کو دیکھا۔ ان کی ڈانٹ اور ملامت میں بھی وہ محبت تھی۔ جو کسی کے پیار میں بھی نہیں ہوتی اور پھر پیار و محبت کا ذکر ہی کیا ہے۔

کوئی تکلیف، مشکل، بیماری صدمہ یا رنج ہوتا، چچا ابا کی ذات پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ مشکل، مشکل اور تکلیف، تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی۔

جس بے مثل ہستی کے لئے آج سینکڑوں، ہزاروں آدمی خون کے آنسو رو رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا مربی، محسن اور خیر خواہ اُٹھ گیا۔ اس کے

قریبی عزیزوں کا تو جو حال بھی ہو بجا ہے۔ ہمارے خاندان کا آخری بزرگ سر سے اٹھ گیا اور وہ بھی ایسا بے مثل شخص جس کی مثال شاید دنیا ہزاروں برسوں میں پیدا کرتی ہوگی۔

زندگی میں ان کی پوری قدر کسی نے نہ کی۔ لیکن اب اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی ذات سارے خاندان کے لئے کیسی گراں مایہ نعمت تھی۔ جو اب زندگی بھر تڑپنے کے بعد بھی میسر نہیں آسکتی۔ دن بھر ان کی ہزاروں باتیں یاد آتی ہیں اور دل تڑپتا رہتا ہے کہ کہیں سے چچا ابا آکر گلے سے لگالیں۔ دل تو یہ چاہتا ہے کہ چچا ابا کا ذکر لکھتی ہی چلی جاؤں، مگر حالت یہ ہے کہ لکھنا کچھ چاہتی ہوں اور قلم سے نکلتا کچھ اور ہے۔

آپ کی غم زدہ بہن
مصداق

۳

دہلی
۱۸ر مئی ۱۹۴۳ء

میری پیاری بھابی جان! آداب

کل آپ کا اور بھائی جان کا خط سخت انتظار کے بعد ملا۔ تعجب ہے کہ آپ سب نے آٹھ مئی والی تقریر کی تعریف کی۔ حالانکہ اس دن نزلے سے گلا بند تھا آنکھ میں کوئلہ پڑ گیا تھا اور پوری دس راتوں کی جاگی ہوئی تھی اور سمجھتی تھی کہ میری

یہ تقریر سب سے بُری سمجھی جائے گی مگر بھائی جان تک نے (کھلے الفاظ میں نہ سہی) اس کی تعریف کر دی۔ میری تو محنت وصول ہو گئی۔

عابد صاحب۔ آج کل امتحان کے پرچوں میں مشغول ہیں۔ اس سے فارغ ہو کر رامپور جائیں گے اور میں پانی پت، چھوٹے بھائی جان اور باجھو آپ کے پاس پہنچ چکے ہوں گے۔ خوب چہل پہل، رونق اور دلچسپی ہو گی۔ اگرچہ یقین تو نہیں، مگر گمان ضرور ہے کہ اس دلکش محفل میں جہاں بھائی جان ہوں گے اور آپ بھی، آپا بھی، اور چھوٹے بھائی جان اور باجھو بھی، نشاط و شالامار بھی ہو، اور گلبرگ اور پہلگام بھی، ہمارا ذکر بھی آ ہی جاتا ہو گا اور ظاہر ہے کہ "وہ" ہم سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے ——

میرے پیارے بھائی جان کو بہت بہت آداب، ان سے کہئے کہ آپ کو بے شک فرصت نہیں ہے مگر کبھی کبھی بڑے بڑے اور حسبِ عادت دلچسپ خط لکھ دیا کریں، تو ہم بیچاروں کو جو دیدار سے محروم ہیں۔ اسی سے کچھ تسکین ہو جایا کرے۔ اہلِ کشمیر سب سے پُرسانِ حال کو سلام و دعا کہئے گا۔

آپ کی
مصداق

## ۴

دہلی

میرے پیارے بھائی جان۔ آداب

آپ کا مختصر، لیکن دلچسپ اور پُر محبت خط ملا۔ آپ کی دو سطریں بھی میرے لئے آبِ حیات سے کم نہیں۔

آج چوتھا دن ہے، جامعہ میں سوبھاش چندر بوس کی تقریر ہوئی تھی، گھنٹے سوا گھنٹے اس شخص نے تقریر کی، جو بہت دلچسپ، معنی خیز اور پُر نصیحت تھی۔ سب سے دلچسپ چیز اس شخص کی زبان تھی۔ بس جیسی ایک بنگالی اُردو بول سکتا ہے۔ بیچارے ساری تقریر میں رعب کے بدلے تو عزت بولتے رہے اور پھر مونث کو مذکر اور مذکر کو مونث، مس فلپس بوزن کی اردو کا مزا آرہا تھا۔ مجیب صاحب نے بعد میں مختصر الفاظ میں ان کا شکریہ ادا کیا، جو اس سے بھی زیادہ دلچسپ تھا۔

عابد صاحب اچھے خاصے ہیں۔ میں بھی زندہ ہوں اور آپ کے آنے کے دن گن رہی ہوں، اُمید ہے کہ آپ کا مفصّل خط لکھنے کا وعدہ اب کی دفعہ پُورا ہوگا۔

آپ کی بہن

مصداق

## ۵

دہلی

میرے پیارے بھائی جان! آداب۔

کل آپ کا محبت نامہ ملا۔ جس سے بقول شخصے، آنکھوں کو نور، دل کو سرور، قلب کو اطمینان اور دماغ کو سکون نصیب ہوا (اس میں ذرا بھی مبالغہ نہ سمجھئے گا) جن صاحب نے آپ سے میری تقریر کی تعریف کی۔ وہ مجھے بہت سمجھدار اور قابل آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے ان کا نام ہی نہیں لکھا۔ عابد صاحب کا تو خیال ہے کہ یا تو وہ صاحب بہت ہی بدذوق ہیں یا خوشامدی۔ ریڈیو ہی کے سلسلے

کی دوسری کڑی یہ ہے کہ میں نے ریڈیو کے اسٹیشن ڈائریکٹر کو لکھ کر پوچھا۔ کہ آخر کس لئے میری تقریر کی فیس کم کی گئی ہے۔ کل اُنھوں نے ٹیلیفون کیا کہ غلطی ہو گئی۔ معاف کیجئے ہم دوسرا فارم بھیج رہے ہیں (ابھی تک نہیں آیا) تیسری بات یہ کہ میں صبح سے ریڈیو کی تقریر "خالدہ خانم" لکھنے میں مشغول تھی کئی دن تک ۳۴ء اور ۳۵ء کے رسالوں کے پرچے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان کے متعلق مضامین پڑھے اور آج ساڑھے آٹھ بجے سے بیٹھ کر ساڑھے گیارہ بجے تک دس منٹ کی ایک تقریر تیار کر ہی ڈالی۔ چوتھی بات یہ کہ اس مہینے جتنے اچھے اور قابل آدمی ہیں، ان سب کی تقریریں دہلی سے ہو رہی ہیں۔ پروفیسر محیب مرزا محمد سعید، سیّد سلیمان ندوی، خواجہ احمد عباس، ڈاکٹر ذاکر حسین، خواجہ غلام السیّدین اور مصداق، عابد حسین وغیرہ وغیرہ اور لطف یہ کہ ہم پروگرام دیکھ دیکھ کر صبر کی سل سینے پر رکھ لیتے ہیں کیونکہ سُن نہیں سکتے۔

بہن آداب کہتی ہے۔ ابر گھرا ہوا ہے۔ سردی سخت پڑ رہی ہے۔ بہن بُن رہی ہے۔ انگیٹھی دہک رہی ہے اور گھڑی مسلسل ٹک ٹک کر رہی ہے۔

آپ کی نالائق مگر جان نثار

مصداق

# طاہرہ دیوی شیرازی

## ۱

کلکتہ

۲۰؍اگست ۱۹۳۵ء

مکرمی۔ تسلیم۔

گرامی نامہ مورخہ ۱۲؍اگست بتوسط شاہد احمد صاحب آج ۲۰؍اگست ۱۹۳۵ء کو ملا۔ تعویق جواب کی ذمہ داری کسی پر عائد نہیں ہوتی۔ لہٰذا آپ برہم نہ ہوں۔ کسی سابقہ تعارف کے بغیر آغازِ مراسلت کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دنیائے ادب میں ایسا ہوتا ہے اور ایسی صورت میں جبکہ میرے مقابلے میں آپ زیادہ ادب نواز ہیں۔ آپ کی طرف سے سلسلہ جنبانی میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ اگر اس ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کروں اور میری طرزِ نگارش کے ضمن میں جو تعریفی الفاظ آپ نے قلم بند کئے ہیں۔ ان کے جواب میں صرف یہ لکھ دوں کہ وہ جناب کا حسنِ ظن ہے، تو ظاہر ہے کہ اس میں رسمی تکلفات کی فرسودگی کس درجہ پائی جائے گی۔ برخلاف اس کے اگر اس اظہار سے احتراز کروں تو ڈرتی ہوں، مبادا آپ کے جذبہ پندار کو ٹھیس لگے اور آپ اپنے اوپر وہ کیفیت طاری کر لیں۔ جس کو سکوت کہا جاتا ہے۔ آپ ناراض ہوں، اور آپ کی برہمی مزاج کو دور کرنے کے لئے میری طرف سے کوئی عملی تدبیر ممکن نہ ہو۔ جبکہ میرے اور آپ کے درمیان بُعدِ مکانی اگر ہزاروں میل کا نہیں

تو سینکڑوں میل کا ضرور ہے۔ عجیب تذبذب میں ہوں۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔

مجھے سخت افسوس ہے کہ ابھی تک آپ کی کتابوں کے مطالعے سے محروم رہی، کوشش کروں گی کہ انھیں کسی طرح حاصل کر لیا جائے۔ ورنہ پھر شاہد صاحب کو لکھوں گی۔ شاید وہ بھیج دیں۔ تاہم آپ کے بعض مضامین میری نظر سے گذرے ہیں۔ صحیح تنقید ارباب فن کا حصّہ ہے، مجھ جیسی ہستیاں محض اظہار پسندیدگی کر سکتی ہیں۔

رسالہ شاہجہان میں "اردو نثر کا احتساب" کو لائق مطالعہ سمجھتے ہوئے خاص وقعت کی نظر سے دیکھا تھا۔ میری یہ سطور صدق وخلوص پر مبنی ہیں۔ ان کو "من تراحاجی...... الخ" کے مصداق نہ سمجھیئے۔

اگر آپ کو "سحر بنگال" کے افسانے پسند ہوں تو اس پر مختصر تقریظ لکھ کر کسی رسالے میں شائع کرا دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ شہرت پسندی انسانی فطرت کا اقتضاء ہے اور خاص کر صنف نازک کے لئے یہ نظریہ سو فی صدی درست ہے۔ میں ممنون ہوں گی۔ فقط

نیاز کیش

طاہرہ دیوی شیرازی

۲

مطاعِ مکرم۔ نمستے

گرامی نامہ مورخہ ۲۸ ر اگست پیشِ نظر ہے۔ بلا تعویق یا دآوری کا شکریہ،

اور تاخیرِ جواب کی معذرت (یہ محض آپ کی خاطر لکھ رہی ہوں کیونکہ آپ تکلف پسند اور فرسودہ رسمی الفاظ کے دلدادہ ہیں) خیر۔

میں نے کلکتہ کا پتہ مصلحتاً نہیں لکھا تھا۔ کیونکہ ترکِ وطن کا ارادہ بہت دن سے تھا اور میں سمجھتی تھی کہ آپ کے خط آنے تک یہاں نہ رہ سکوں گی۔ غالباً آپ کو معلوم نہیں کہ میں کچھ عرصہ سے علیل ہوں۔ دائیں پہلو میں پسلی کے نیچے ایک پھوڑا ہے۔ ہر چند علاج کرایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ بعض احباب کے مشورے اور خاص طور سے جناب شاہد کے اصرار پر پرسوں شام کی گاڑی سے روانہ ہو کر دہلی پہنچ جاؤں گی۔ ڈاکٹر ایس۔ این جوشی عملِ جراحی میں بہت مشہور ہیں۔ دُعا کیجیے کہ مجھے صحت نصیب ہو جائے۔

نیاز صاحب نے لکھا تھا کہ حیدر آباد میں کوئی ڈاکٹر اشرف الحق صاحب ہیں جو اعلیٰحضرت کے بھی سرجن رہ چکے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ صرف اعادۂ شباب کے لیے عمل تعلّم کرتے ہیں، اور کچھ نہیں، کیا آپ تحقیق کر کے مزید معلومات سے سرفراز فرمائیں گے؟ مجھے اعادۂ شباب کی ضرورت نہیں، تاہم اگر وہ میرے مرض میں کوئی مفید مشورہ دے سکیں تو مجبوراً حیدر آباد تک آنے کی تکلیف بھی گوارا کر سکتی ہوں۔

معاف کیجیے، ان سطور کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ پر واضح ہو جائے کہ میں نے کلکتہ کا پتہ کیوں نہیں لکھا۔ اب دہلی میں میرا قیام ڈاکٹر جوشی کے اسپتال میں یا کسی دوسری جگہ ہوگا۔ لہٰذا آیندہ بھی (اگر آپ تحریر فرمائیں تو بتوسط ساقی ہی روانہ کیجیے) ممکن ہے شاہد صاحب کے در دولت ہی پر عارضی سکونت

اختیار کروں، کیونکہ وہ بہت اصرار کر رہے ہیں۔

میرا ذاتی اردو خط اس قدر بھدا اور خراب ہے کہ لوگوں کو مطالعہ میں دشواری ہوتی ہے۔ میں نے انگریزی میں خط لکھنے شروع کئے تو سوائے نیاز کے کسی نے اس کو پسند نہ کیا۔ اب مجبوراً اپنے مضامین اور خطوط اجرت ادا کر کے ایک عرائض نویس سے صاف کراتی ہوں۔ ممکن ہے میرے دستخط سے آپ استدلال کریں کہ وہ بہت صاف ہیں، سو ان کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کی خاص طور پر مشق کی ہے۔ کیونکہ ایران کے دوران قیام میں میرے عزیز شوہر میرے ہی نام سے بینک میں روپیہ جمع کراتے تھے اور اس لئے چیکوں پر دستخط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کم از کم نام صاف اور ایک ہی حالت میں لکھنے کی عادی ہو جاؤں اور بس؛ اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں انگریزی میں خط لکھا کروں، لیکن یہ خود مجھے پسند نہیں۔ آخر آپ کو کیا اعتراض ہے؟

ہ صاحب کے قلم سے لکھا ہوا آپ کا تعارف پڑھا۔ بہت محظوظ ہوئی۔ چاہیے تو مجھے بھی کہ اپنا سراپا بھی اسی طرح لکھ کر روانہ کروں۔ مگر اقتضاء مانع ہے۔ لہٰذا میں اس سے احتراز کرتی ہوں۔ میری تصویر نومبر کے ساقی میں چھپ چکی ہے، اس کو دیکھ لیجئے۔ یہی کافی ہے۔ میں نے اپنے مختصر حالات "سحر بنگال" کے دیباچے میں قلمبند کر دئے ہیں۔ سمجھتی ہوں۔ مضامین پر تنقید لکھنے کے لئے مزید تعارف کی ضرورت نہیں ــــ میری شخصیت سے میرے مضامین کو کیا تعلق؟ آپ اسلوب بیان اور انداز تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھئے۔

میں شاہد صاحب کو منع کر دوں گی کہ آپ کو سحر بنگال کا وی۔پی نہ بھیجا جائے بلکہ میں خود تحفتہً ایک نسخہ آپ کی خدمت میں روانہ کرنا چاہتی ہوں۔
والسلام۔

نیازمند
طاہرہ دیوی شیرازی

۳

دہلی
۱۴ اکتوبر

طاہرہ نواز۔ سلام شوق

ہاں تو بہت دن ہوئے آپ کا گرامی نامہ (بالفاظِ دیگر نامۂ خلوص و محبت) معہ ان ہدایا کے ملا جن کو جان کے برابر عزیز سمجھتے ہوئے ہمیشہ اپنے پاس محفوظ رکھوں گی۔ میں نے مسلسل کئی بار اس کو شروع سے آخر تک پڑھا۔ تاکہ اپنے مطالعہ کو رنگین سے رنگین تر بنالوں اور ہر دفعہ ایک عجیب نوع کا تلذذ محسوس کیا۔ شاید کشمکشِ جذبات کی وہ کیفیات مدتِ مدید تک طاری رہیں کہ میں عالمِ مدہوشی میں محو ہو کر اس دنیا میں پہنچ گئی۔ جس کی فضا کا ہر ذرہ کسی غیر مرئی ساز کے چند پوشیدہ نغموں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر میری نگاہ کے سامنے سے رقص کرتا ہوا بیدلؔ کا صرف یہ شعر گنگناکر کہیں روپوش ہوتا چلا گیا۔

ایں بادۂ عشرت زایاغِ کرم کیست؟ ایں پرتوِ احساں زچراغِ کرم کیست؟

کسی خط کا جواب لکھ دینے کے بعد اس خط کی مخصوص رعنائیاں کم ہونے لگتی ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد دوسرے خط کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ کے خط کی وہ جاذبیتیں جو میری توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں مانع رہیں کہ آپ کو کچھ عرصہ تک جواب نہ دوں۔ اسی لئے تاخیر ہو گئی۔ لیکن پھر بھی اس توقع کے ساتھ کہ نقاش کا نقشِ ثانی، اوّلیں نقوش سے بہتر ہو گا۔

میں جواب لکھنے کے لئے مجبور رہو ہی گئی۔ تعویق کی ذمہ داری ایک حد تک میری شدید علالت پر بھی ہے۔ اس کو نہ بھول جائیے۔ اب بفضلہ اچھی ہوں، عملِ جراحی کامیاب رہا۔

کیا میری تصویر کے ظاہری خد و خال کافی نہیں ہیں۔ جو آپ مُصر ہیں کہ میں سراپا لکھوں، اور وہ بھی اپنے ہی قلم سے، یہ "خود کشی" میرے پندار میں خودکشی ہے۔ ہر چند کہ دُنیا میں آج تک کوئی ایسا آئینہ نہیں بنا۔ جس میں نمودار ہونے والے عکس نے عورت کو خود اس کی نگاہ میں بدصورت ثابت کیا ہو۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جذبۂ خود آرائی صنفِ نازک کو اس درجہ قسیم العقل بنا دے کہ وہ اپنی فطری کمزوری کا اظہار بھی کرنے لگے۔ اچھا، اگر آپ اسے تسلیم نہ کریں تو محض انقطاعِ بحث کی غرض سے میں یہ لکھ کر خاموش ہو جاؤں گی کہ اپنا سراپا لکھنے کے لئے باندازِ حسن و جمال میں زبانِ اردو کو اس قدر کم مایہ سمجھتی ہوں کہ صحیح طور پر اظہارِ خیال کے لئے بھی اس میں بہت سے لفظ وضع نہیں کئے گئے لیکن جانتی ہوں کہ اس بیان کو آپ شاعرانہ تعلّی پر محمول کریں گے۔ خیر۔

اب آپ دیکھ لیں کہ میں کس قدر بدخط ہوں۔ آپ شاید ہنسیں گے کہ تحریر کتنی

بھدّی ہے۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ بنگالی زبان اچھی طرح لکھ سکتی ہوں کیونکہ ہمیشہ اسی میں لکھا ہے۔ میں نے یہ خط آپ کی فرمائش پر لکھا ہے اور کچھ اس وجہ سے نہیں کہ یہاں اسپتال میں کوئی شخص ایسا ملا نہیں۔ جس سے نقل کرا لیتی۔

آپ خطوط بتوسط ساقی ہی روانہ کیجیے، کوئی اندیشہ نہیں۔ فقط

جواب کی منتظر

طاہرہ دیوی شیرازی

۴

کولو ٹولا اسٹریٹ

کلکتہ

ڈیر

بیشک آپ کے کئی خطوط وصول ہوئے۔ جن میں ایک کرسمس کارڈ بھی تھا۔ لیکن میں ان سب سے قبل وطن آ چکی تھی۔ اس لئے وہ ری ڈائرکٹ ہو کر میرے پاس پہنچے۔

جہاں تک جواب نہ دینے کا تعلق ہے۔ میں سخت متاسف ہوں لیکن جن جذبات کے ماتحت زندگی بسر کر رہی تھی، وہ اس قدر پریشان کن تھے کہ میں کسی مشفق کو یاد ہی نہ کر سکتی تھی۔ جب سے میرے عزیز شوہر کا انتقال ہوا ہے۔ میرے رشتہ دار مجبور کر رہے ہیں کہ اسلام سے منہ موڑ کر اپنا پرانا مذہب پھر اختیار کر لوں میں اسے گوارا نہیں کرتی اور یقیناً یہ کبھی نہیں ہو گا۔

دوسری پریشانی کا علم آپ کو بھی ہو گا۔ یعنی شاہجہان میں آپ کا جو مضمون شائع ہوا تھا۔ اسے پیشِ نظر رکھ کر مرزا عظیم بیگ چغتائی نے ایک تنقیدی مقالہ "ادب لطیف" میں لکھا ہے۔ جس کا جواب میں عنقریب لکھ دوں گی۔ میں نے براہِ راست بھی ان کو خط لکھا تھا جس کا کوئی جواب ابھی تک نہیں ملا۔ تاہم انھوں نے اپنے کلکتہ کے چند دوستوں کو لکھا اور وہ مجھ سے ملنے آئے، وہ یقیناً چغتائی کی ایما پر ملنے آئے تھے۔ گو اس کا اظہار نہیں کیا گیا، ان کو وہم ہو گیا ہے کہ میں اپنے مضامین یو۔پی کے کسی باشندے سے لکھوا کر شائع کراتی ہوں۔ اس لئے وہ لوگ میری ادبیت کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ میں نے معمولی گفتگو کے بعد ان کو ٹال دیا اور عظیم بیگ کو لکھ دیا ہے کہ اگر آزمائش چاہتے ہو تو خود آؤ اور جس موضوع پر چاہو گفتگو کر لو۔ میرا خیال ہے۔ آپ خود بھی اس کا جواب لکھ کر "ادب لطیف" کو یا کسی دوسرے رسالے کو روانہ کر دیں گے۔

اچھا رخصت!

. . . . .

طاہرہ

This book is Good for Nothing

[signature]

21-11-62

# جہاں بانو صاحبہ نقوی ایم۔اے

۱

بھائی صاحب! السلام علیکم

میں آپ سے جس قدر شرمندہ ہوں۔ اس کے پاسنگ بھی اظہار مجھ سے ناممکن ہے۔ آپ کی دی ہوئی کتابیں میری طرح بے نیل مرام میرے ساتھ گئیں اور واپس آگئیں۔ خیر۔ میری قسمت میں شاید یہی تھا۔ جہاں تدبیر کے قدم تھک جاتے ہیں شاید اسی منزل کا نام تقدیر ہے۔ مشیت ایزدی میں میری کیا ہستی کہ دم ماروں۔ آپ کی کتابیں، آپ کے خطوط سب بجنسہ دھرے کے دھرے ہیں۔

لندن کے ہفتے عشرے کا قیام کچھ ایسا بے ڈھنگا رہا اور صحت کچھ ایسے رنگ بدلتی رہی کہ کبھی رہنے کی آرزو اپنا رنگین پردہ ڈالتی رہی۔ کبھی نہ رہنے کی ڈراؤنی صورت بٹھا دیتی ہے۔ اس طرح یہ زمانہ بسر ہوا۔ میں سخت نادم وشرمسار ہوں۔ خدا سے متوقع ہوں کہ آئندہ سال مجھے ایک موقع اور مل جائے تو آپ کی اس خدمت کا حق حاصل ہو جائے۔

کیا آپ کو وہ کتابیں واپس کر دوں، یا دنیا بہ امید قائم کے عمل کو پیش نظر رکھ کر ابھی اپنے ہی پاس رہنے دوں۔ تاخیر اطلاع کی عفو خواہ

جواب کی منتظر

جہاں بانو

## ۲

جناب بھائی صاحب۔ وعلیکم السلام

کرم نامے کا شکریہ — ایسا گندہ لٹریچر جس کو آپ نے گنوایا ہے، اس کا پڑھنا لڑکیوں کو تو کیا میرے خیال میں بیاہی عورتوں کے لئے بھی مناسب نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ لڑکیاں صرف راشد الخیری ہی کے افسانے پڑھیں جس میں زندگی کے ہر پہلو پر ایک غمناک فضا چھائی ہے۔ روشن خیال افسانے بھی ان کے مطالعے میں رہنے ضروری ہیں۔ ادبی رسائل کو پڑھنے سے انھیں محروم نہ رکھا جائے۔ میر اور غالب کی شاعری ان کی میراث مطالعہ کیوں نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اپنے اس جملے کی کسی اخبار میں توضیح کر دوں۔

مجبوریہ گرلس اسکول میں آج کل، جہاں میں ہوں۔ لڑکیوں کے لئے لائبریری سے جو کتابیں دی جاتی ہیں۔ ان پر دلی افسوس ہوتا ہے۔ مثلاً شریر بیوی، دل پھینک وغیرہ وغیرہ، یہ ایسا لٹریچر نہیں ہے کہ لڑکیاں اس کا مطالعہ کریں۔ میں نے خود اس پر اعتراض کیا ہے کہ کتابیں لڑکیوں کے لئے دیکھ بھال کر منگوائی جائیں۔

جی ہاں! پڑھنے کا مجھے جنون ہی ہے۔ سمجھئے ایم اے کی سمائی ہے۔ آپ کی دعاؤں کا شکریہ، پڑھنا اور پھر پڑھانا ایک عجیب گورکھ دھندا ہے۔

یورپ کی روانگی کا معاملہ ابھی کھٹائی میں پڑا ہے۔ آپ دعا کیجئے، کہ

پھر میرا جانا ہو جائے، اور کامیابی کے ساتھ واپسی۔

دلی کا الموسی نمبر کہیں مہمان گیا ہے اور میزبان صاحب نے ہنوز واپس نہیں کیا۔ آپ کا مضمون ضرور دیکھوں گی۔ یہ میرے پاس جب تک رہا، سرسری مطالعہ سے گزرا اور بس۔ نذر ولی دیکھئے کب شائع ہو جائے۔ اس میں بہت اچھے اچھے لکھنے والے ہیں۔ میرا مضمون کس شمار میں ہے۔ میرا عنوان ہی کچھ ایسا ٹیڑھا تھا کہ میں اس پر اظہار رائے کرنا بھی چاہتی تو کیا کرتی، ایک محدود تخیل کے میدان میں کہاں تک الفاظ کے گھوڑے دوڑائے جاتے، بہرکیف لکھ دیا ہے۔ آپ کی قدر دانی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے تاہم شکریہ۔

یہ آپ کو آداب و سلام کہتے ہیں۔

جہاں بانو

۳

مکرم بھائی صاحب۔ تسلیم

انسان پر جب مسلسل بارشِ کرم ہونے لگے، تو وہ کس قدر ندامت کے بارِ عظیم سے جھک جاتا ہے، یہ بوجھ سب سے زیادہ وزنی ہے۔ جس کا سہار مشکل ہے۔ آپ نے اپنی کتنی قیمتی کتاب مجھے صرف یونہی دے دی۔ اس وقت تو میں نے مارے عجلت و بدحواسی کے جلدی سے رسید لکھ دی۔ شکریہ کے لئے الفاظ مجھے نہ اس وقت مل سکے۔ نہ اب میرے بس کی بات ہے کہ آپ کا شکریہ

ادا کر سکوں، جواب میں سوا دُعا کے میرے پاس کچھ نہیں، درویشوں کے پاس اور رکھا ہی کیا ہے؟

تمکین صاحب کا پتہ کیا آپ مجھے لکھیں گے؟ یا ان سے آپ خود ہی تمکین پر کچھ اہم معلومات حاصل کر کے خود ہی مجھے ایک نوٹ بھجوا دیں گے۔ فی الحال وہ کٹیلاگ بھجوا دیجئے۔ دیکھ کر دو تین روز میں واپس کر دوں گی۔ بہر حال آپ کی زحمتوں اور رعنائیوں نے زبان بند کر دی ہے۔ ملک کو ایسے ہی علم نواز، علم پرور احباب کرم کی ضرورت ہے اور وہ ملک کتنا خوش نصیب ہے۔ جہاں آپ جیسے ہونہار پیدا ہوں۔

معاف کیجئے کہ "مولانا" کے لفظ نے آپ کو ٹھیس پہنچایا؟ آپ نے نہیں سُنا، تھوڑا علم بڑی خطرناک چیز ہے، مجھے بعض وقت موزوں الفاظ نہیں ملتے اور قلم اپنی روانی پر تلا رہتا ہے۔ وقت اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خط لکھتے وقت بالعموم ایسی باتیں قلم سے نکل جاتی ہیں جو بعض طبائع کے لئے موجب ملال ثابت ہوتی ہیں۔ امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔

ناچیز ندامت پذیر

ج

مکرر۔ یہ ایم اے کا جھنجھٹ نکل جائے۔ تو ارادہ ہے کہ آب حیات کی وضع کی ایک کتاب لکھوں جس میں چوٹی کے شعراء کا کلام اور ان کے حالات زندگی ہوں۔ مگر دیکھئے زمانہ مساعدت بھی کرتا ہے یا نہیں۔ وہ تخیل ہی کیا جو صرف تخیل کی کائنات میں گھوم کر رہ جائے۔ عملی جامہ پہننا

بجسے نصیب نہ ہو۔

(ج)

۴

جناب بھائی صاحب۔ تسلیم

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے احسانات سے میری زبان بند کر دی۔ مُنہ مانگی یوں آئے دن مل جایا کرے تو کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان — میری قسمت پر خود مجھے ہی رشک آتا ہے۔ مضامین فرحت مل گئی، گویا دنیا مل گئی، اس میں میرا اصلی تحقیقی نوعیت کا مضمون نکل آیا۔ کیا آپ بھی اس واقعہ پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں؟ آزاد مرحوم پر یہ اتہام کہ انھوں نے ظفر کے دیوان سب ذوق سے منسوب کر دیئے۔ کیا یہ واقعہ تاریخی اہمیت بھی رکھتا ہے؟ یا یونہی چلی گئی باتیں ہیں۔ مگر آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ میرا موضوع بحث کس قدر اُلجھے میں ہے۔ خود بھی — اور مجھے بھی ڈال رکھا ہے۔

کل ہی بھائی ...... نکل آئے تھے اس طرف۔ بھائی ہوتے ہیں اور بزرگ بھی۔ ورنہ خوب خبر لیتی ان کی، انھوں نے بھی آزاد پر خوب آوازے کسے، اس کی آبِ حیات، کو چنڈو خانے کی باتیں کہتے ہیں۔ بھلا بتائیے تو، کہ چانڈو خانے میں ایسی ہی بزمِ سخن آراستہ ہوتی ہے — اور ہاں! یہ آزاد کو کیا ہو گیا تھا؟ انھوں نے مومنؔ کو کیوں نظر انداز کر دیا اور پھر بقول مولانا فرحت اس فرد گذاشت کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔

کیا واقعی وہ اتنی سہو کر بیٹھے۔ اس سلسلے میں کیا بتاؤں کتنے خط لکھنے پڑے، مولوی عبدالحق صاحب کو خط لکھا۔ جواب آیا کہ آپ خود مجھ سے کچھ پوچھئے تو میں جواب دوں، آج پوچھنا ہے ان سے بھی۔ پروفیسر شفیع نے آزاد کی قبر اور مکان کے تین عکس بھی بھیجے ہیں۔ حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی کا پتہ پھر سے تحریر کیجئے۔ آپ کا وہ خط ڈھونڈھنا ہے جس میں ان کا پتہ لکھا تھا۔ اب آب حیات کی تلاش کرنا ہے ظلمات میں — بس ختم — شکریہ کا انبار بے پایاں قبول کیجئے —

عقیدت کیش

"ج"

## ۵

برادر عزیزم! تسلیم

آپ کا پُر خلوص مبارک باد اور پھولوں کے گہنے کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ شاید احسان کی یہ زبردست شان ہے کہ زبان بند ہو جاتی ہے۔ "تشکر" کے پہلو نہیں سوجھتے۔ اظہار خیال پر انسان قادر نہیں رہ سکتا۔ سوائے اس کے اور کیا لکھوں کہ آپ دُنیا میں اسی طرح پھولیں پھلیں اور دلی مقاصد میں ہمیشہ کامیاب ہوں۔ آمین۔

دُنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو دوسروں کی خوشی میں خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ بڑی زبردست چیز ہے۔ انسانی کیریکٹر کا جوہر ہے جس سے آپ کی ہستی

مالامال ہے۔ آپ کے اس سچے خلوص کو میں مدت العمر بھول نہیں سکتی، خدا اس کا آپ کو اجر دے۔

مگر بھائی صاحب! — اس امتحان کا تو میں نے سوگ لیا ہے۔ مجھے وہ خوشی نہ ہوئی جو ہو سکتی تھی، تاہم میرے دل کو اطمینان ہے، خوشی ہے۔ میرا ضمیر جھوٹی نمائش سے پاک ہے۔ پھر تو شاید یہ سچا اطمینان لاکھ درجہ بہتر ہے اس سطحی مسرت سے جو اوّل آنے سے ہوتی ہے۔

اب رہی . . . . کی کتابیں اور ان کی نمائش۔ وہ صرف نمائشی حد تک ہیں۔ آپ کی کتابیں تو اکثر و بیشتر میری میز پر رکھی رہتی ہیں۔ مطالعے میں آتی رہتی ہیں۔ چنانچہ ان کی ابھی باری نہیں آئی کہ وہ الماری کی زینت ہوں۔ میرا گھر اگر ایک صلائے عام کی دعوت دیتا تو سب سے پہلے طاق پر آپ ہی کی تصانیف نظر آتیں۔ مگر کتاب کا مقصد جو ہے، وہ آپ کی کتابیں حل کرتی ہیں۔

اب تو واقعی گرمی سے برا حال ہے۔ اس لئے ختم۔ فقط

مخلص

"ج"

۶

جناب بھائی صاحب! تسلیم۔

غنیمت اب بھی آپ بیدار ہوئے، گھوڑے بیچ کر تو ہمیں سونا تھا۔ آج کئی راتوں سے نیند حرام تھی، پیر درد سے صبح اُٹھتے تھے۔ رگ رگ میں نیش زنبور

کا لطف آتا تھا۔ آج صبح ½ ۸ بجے اٹھی۔ ابھی چائے پی رہی تھی کہ آپ کا نامہ گرامی جلوہ گر ہوا جو مختلف کیفیات کا حامل ہے۔ پہلے تو "بزی نس لائیک" نامہ نگاری ہوتی ہے۔ معاملہ کی باتیں کچھ زبانی ہی اچھی ہوتی ہیں۔ میں نے اپنی کتاب کا تصفیہ آپ پر من وعن چھوڑ دیا ہے، آپ جو چاہیں کریں، مجھ سے رقم لے بھیجئے۔ حساب کتاب اس وقت انسان کرتا ہے جبکہ کسی پر بھروسہ نہیں ہوتا، پھر آپ اتنی غیریت اور خودداری کیوں برتتے ہیں۔ نہیں معلوم — رہے میرے خطوط — وہ میری اپنی زندگی کا کچا چٹھا تو نہیں ہیں، ہاں اس سے مجھ کو انکار نہیں کہ بعض واقعات میرے حسب حال ہیں لیکن سب کے سب نہیں، دوستی تو میں نے کبھی کی ہی نہیں۔ اس سے دور دور ہوں اور دعوے سے ہے کہ ہمیشہ احتیاط رہے گی، اب رہی خطوط کی عبارت، ان کو کسی دوسری زندگیوں کے افسانوں کا پلاٹ سمجھئے۔ شاعر جتنے اچھے اشعار ڈھالتا ہے۔ سب کے سب اس کے حسب حال تو نہیں ہوجاتے۔ افسانہ نگار افسانے لکھتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں، کہ اتنے سارے افسانوں کا وہ ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے، یہ غالب کے خطوط نہیں ہیں کہ سب ان کی اپنی زندگی کا مرقع تھے، اس میں بہت سے درد پنہاں ہیں اور اکثر و بیشتر دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں۔

جی ہاں . . . . کامیاب جوڑے ہیں۔ کیونکہ ادیب سے ادیب کا پیوند ہے اور ڈاکٹر سے ڈاکٹر کا — مگر شاید انسان کی فطرت ایسی ہے کہ وہ کسی حال میں خوش نہیں رہتا۔

اب بس — خدا کرے آپ سب اچھے ہوں۔

مخلص

'ج'

۷

جناب بھائی صاحب۔ تسلیم

آپ کا خط یعنی عالم رویا کی داستان اس سے قبل میں نے وصول کیا، اس خواب کی تعبیر سوچ ہی رہی تھی کہ دوسرا خط بھی آگیا۔ غرض دونوں کا شکریہ۔ اور ایک کی ندامت یعنی تاخیر جواب کی، اب رہا "کے" اور "کی" کا جھگڑا۔ تصنیف چونکہ مونث ہے۔ اس لحاظ سے اس کی جمع بھی مونث ہوگی۔ یہی خیال تھا۔ آپ عربی دان ٹھہرے اور ہمیں عربی آتی جاتی نہیں، پھر کس اصول پر بحث کریں۔ کلاس میں ایف۔ اے اور بی۔ اے کی جماعتوں میں جب عربی پڑھائی جاتی تھی، تو ایک تقدس برستا تھا جس طرح دینیات کی جماعت میں، ہماری عربی دان معلّمہ یا پروفیسر سیاہ پوش رہتی تھیں۔ اس رنگ کا ایسا رعب چھا جاتا تھا کہ جو کچھ عربی آتی تھی۔ وہ بھی مارے ہیبت کے ہم بھول جاتے تھے تو آپ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ آئندہ اس کی مرر تصحیح نہ ہوگی۔ جب سند کوئی مانگے گا تو آپ کے نام کو پیش کر دیا جائے گا۔

اب رہا آستانۂ زرّیں — معلوم وہاں تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی اور کس نے وہاں آپ کو پہنچا دیا۔ جہاں فرشتے امامت کرتے ہیں۔ کبوتر جیسا

معصوم پرندہ جہاں کے بام و در پر منڈلاتا رہتا ہے ــــ ہاں وہاں تو ظلمات ہیں ظلمات کا سماں ہے۔ جہاں سے باادب با نصیب آبِ حیات پی کر نکلتے ہیں اور بے ادب بد نصیب سکندر کی طرح محروم رہ جاتے ہیں۔ جہاں آپ کے نقطۂ خیال یا نقطۂ نظر سے جانے کیا کیا رہتا ہے۔

اچھا تو "ناہید" کی سیڑھیاں بھی آپ نے دیکھ لیں اور وہاں پہنچ کر اُردو اور دینیات کا میل آپ کی سمجھ میں نہ آیا؟ اُونہہ ــــ اس گتھی کو تو کوئی نہیں سلجھا سکتا۔

اچھا تو وہ کتاب آپ کی تھی۔ چلیے حق بہ حق دار رسید۔ میرے سر میں بڑا درد ہے، ابھی نشیمن کی مجلس سے آئی ہوں۔ تھکن سے بُرا حال ہے۔ تمام دن کالج، شام میں مجلس ــــ زندگی شائد اسی کا نام ہے۔

"بربطِ ناہید" کا سرورق زور صاحب کو اتنا پسند آیا کہ وہ میرے آزلو کے مقالے کا بھی یہی سرورق رکھنا چاہتے ہیں۔ ذرا بتا دیجیے اس کا پتہ، احسان ہو جائے۔ باقی پھر ــــ

ناچیز

ج

۸

جناب بھائی صاحب۔ محترم۔ تسلیم

گرامی نامے کا بہت بہت شکریہ۔ جواب میں تاخیر کی اب عادت سی ہو گئی

ہے اور عادت طبع ثانی ٹھہری۔ بھلا اس کا رونا ہی کیا۔ بہر کیف آپ سے تو عفو کی امید ہے۔

آپ کے دورے کی تفصیل بہت دلچسپ ہے۔ اس کا شکریہ، آپ اپنا اس قسم کا سفرنامہ کسی رسالے میں بھیج دیجیے تو زیادہ قدر ہو گی۔ مگر آپ کو دوسروں کے حالات لکھنے سے ہی فرصت کب ہے ——— کی کتابیں ملیں، یہ دونوں کسی روسی ناول نگار کے ناول کے ترجمے ہیں۔ جن کو انھوں نے اپنا لیا ہے۔ یہ کتابیں میں نے پڑھی ہیں، ترجمے میں انھوں نے اس کو اپنا رنگ دیا ہے، جو ان کا مخصوص اندازِ بیان ہے، جس سے پتہ چلانا مشکل ہے کہ یہ ترجمے ہیں۔ جب انسان کوئی مضمون یا افسانہ لکھتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنا قصہ آپ دہراتا ہے۔ جو یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اس کی چوری سے واقف ہو جائیں اور گنہ گار کو یہ کب منظور ہے کہ دنیا والے اس کے گناہ سے آگاہ ہو جائیں، وہ تو صرف اپنے مالک کی رحمتوں کا ناجائز فائدہ چپکے چپکے اٹھاتا رہتا ہے۔ قصے بھی لکھتا ہے، تو جگ بیتی، آپ بیتی لکھنے والے واقعی اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ایسے ہیں کہاں؟

ہاں، ہماری کلاس کا آرٹس کالج میں انتظام ہو چکا ہے اور اب تک تین چار لکچر بھی ہوئے ہیں، کام بہت کرنا ہے، وقت کا سرمایہ کم ہے۔ لیکن مصروفیت میں زندگی کی طوالت معلوم نہیں ہوتی۔ یہ بات اچھی ہے۔ ورنہ بیکاری میں زندگی ایک بے مصرف سی چیز معلوم ہونے لگتی ہے۔

مجھے "نکات الشعرا" پر ایک نوٹ لکھنا ہے۔ اس طرح شائد مجھے ہر تذکرہ

پہ اپنا ایک نوٹ دینا ہوگا۔ میری پہلی ریسرچ نکات الشعراء پر ہی ہو رہی ہے۔ شیروانی صاحب کا مقدمہ دیکھا۔ اس سلسلے میں اس نوعیت اور علمیت کا نوٹ تو میں تین جنم لوں تو بھی تیار نہ ہو سکے گا۔ بتائیے کہیں سے اس کا قلمی نسخہ مل سکے گا۔ سنا ہے کہ نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں بہت سی قلمی کتابیں ہیں کیا وہاں ان مشہور تذکروں کے قلمی نسخے ہوں گے، کیا آپ دریافت کر کے مجھے بھیج سکتے ہیں؟

—— صاحب کی کتاب اور ہمیں تحفہ میں ملے بلکہ اُلٹے خریداری پر زور دیا جا رہا ہے، تحفہ لینے کے لئے منہ ہونا چاہیئے۔

ناچیز

"ج"

۹

جناب بھائی صاحب۔ محترم۔ تسلیم

گرامی نامہ کا شکریہ، بہت بہت شکریہ، اس ناگزیر تاخیر کا سبب میں خود بیان کرنے سے قاصر ہوں، جو آپ کے مکتوبات کا جواب دینے میں ہوتی جاتی ہے۔ زندگی کے نہ ختم ہونے والے لمحے رینگتے گئے، میرا دماغ تمام دن کی زق زق سے طالبات کی پُراسرار سرگوشیوں سے بھنا گیا ہے ان کے تحقیقاتی دلچسپ سوالات کا جواب دینے کے بعد اس دماغ میں کچھ بھی تو نہیں رہتا۔ میں اب یہ سوچ رہی تھی کہ شائد اب میں کچھ بھی تو سوچ نہیں سکتی۔

یہ دماغ، زندگی کی مشین کا گھسا ہوا ایک پُرزہ ـــــ اور اس سے خط کے جواب کی ...... ـــــ اللہ ـــــ خیر، تو یہ عذر تھے، میرے اب تک نہ لکھنے کے ـــــ حالانکہ میرے مقالہ میں آپ کی بہت کچھ امداد کی ضرورت ہے، وہ کام خود اتنا زیادہ ہے کہ تمام دن قلم ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ پڑھائی اور لکچر کے گھنٹوں تک صرف انگلیوں کو آرام دیتا ہے۔ لیکن دماغ میں ایک سنسنی خیز تلاطم اس فریضے کے بعد کاغذ اور قلم، مقالہ اور تذکرہ، شاعروں کے بے پناہ بے ہنگام، تخلّص و کلام کے مجموعہ کی جستجو ـــــ زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے ـــــ کاش! مجھے علم کی اتنی حرص نہ ہوتی۔

آپ کے سفرنامے پُر لطف و دلچسپ ہیں جس عرق ریزی سے آپ نے انھیں لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے اس پر آفریں ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ـــــ

مجھے ہر تذکرے پر ایک نوٹ لکھنا ہے۔ سب سے پہلے میر تقی میر کے تذکرہ پر۔ کیا اس خصوص میں آپ میری کچھ ممکنہ مدد فرما سکتے ہیں؟ احسان ہوگا ـــــ فقط

ناچیز

"ج"

## ۱۰

حمایت نگر

۲۴ر فروری

جناب بھائی صاحب مکرم۔ تسلیم

اس بار بار کی تکلیف دہی اور مداخلتِ بیجا کو معاف فرمائیں، بجائے کس نے

یہ کہدیا تھا کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، بات اصل یہ ہے کہ بڑا ہی کٹھن کام میرے سپرد ہوا ہے۔ میں نے تو اب تک تذکرہ نویسی کو ایک کھیل سمجھ لیا تھا۔ اگر کسی بزرگ کی نگرانی — تو شاید میں اس سے تین سال تک کھیلتی رہتی۔ اپنی پسند کی کتابیں اور اپنی پسند کے اشعار سے ایک تذکرہ تیار کر لیتی جو "گلشن بے خار" نہیں تو "گلشن پُر خار" ضرور ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ میرا تذکرہ بس ایک تذکرہ ہو گا — دنیا جہان کے سارے تذکروں پر محیط — سب دور کے شاعر اور سب شعرا کے کلام کا انتخاب — ان کے اختلافات پر بحث، ضرور آپ کیٹلاگ بھیج دیجئے، میں ایک نظر دیکھ تو لوں۔ آپ اس نگری کے کہنہ مشق سیاح ہیں۔ اس لئے سب کچھ آپ سے پوچھ لیا جاتا ہے اور تو کسی سے مدد ملنے یا امداد پہنچنے کی مجھے اُمید نہیں —

میں نے تو سجاد صاحب سے کہدیا ہے کہ یہ کام تین سال کا نہیں، ہاں تیس سال کا معلوم ہوتا ہے، جیسے فردوسی نے اپنا شاہنامہ اتنی ہی مدت میں لکھا تھا، وہ تو صرف ایک شاہنامہ تھا — کوئی ریسرچ اس نے نہیں کی تھی۔ اگر بیچارہ ریسرچ کے بعد لکھتا تو شائد تین ہزار سال اس کو لگ جاتے —

باقی اب کچھ نہیں — فقط

ناچیز

"ج"

# سیّدہ اختر صاحبہ

جوش ! سلام قدح نوش۔

تمھارا خط ملا، چند در چند مصروفیتوں کے باعث جواب نہ دے سکی! خط کیا ہے معجونِ مرکب، اس پہ طرفگی یہ کہ تمھاری شانِ خطابی روشنائیوں کے تغیر کے ساتھ تبدیل ہوتی گئی ہے، اللہ اکبر! تین صفحات کا خط ۔۔۔۔ اور جوش ؟ ۔۔۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

بہرکیف اس زحمتِ نگارش کا دلی شکریہ! ۔۔۔ ع

آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ جوش

فلم کمپنی کا قیام اور اس کے لائسنس کی دستیابی! یہ ایسے دو سوال ہیں کہ جن کا فوری جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اپنے شوہر محترم سے اس سلسلے میں مشورہ کرنا ضروری ہے اور وہ آج کل اپنے کاروبار کی بے پناہ الجھنوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ صبح جاتے ہیں۔ شام کو آتے ہیں اور بعض دن تو نو دس بجے شب کو آتے ہیں اور آتے بھی تو بس آتے ہی وہ ہیں اور بستر ۔۔۔ کوئی فرصت کا وقت گفتگو کے لئے نہیں ملتا ــــ تم تو ان کی افتادِ طبع سے واقف ہو ــــ دو منٹ بھی وہ سکون اور یکسوئی کے ساتھ کرسی پہ نہیں بیٹھ سکتے۔ ایسا سمجھ لو کہ سیماب کی روح ان کے اندر حلول کر گئی ہے (سیماب سے علامہ سیماب اکبرآبادی مراد نہیں) بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح پارہ متحرک و مضطرب رہتا ہے۔ بس یہی عالم

میرے واجب التعظیم کا ہے، ایسے موقع کی متلاشی ہوں کہ وہ خالی الذہن ہو کر مجھ سے اس مسئلہ پر گفتگو کریں، انشاء اللہ یہ موقع جلد ہی میسر آجائے گا اور نتیجے سے میں بہت جلد تم کو مطلع کر دوں گی۔ میں نے جو مواعید تم سے کئے ہیں انشاء اللہ وہ حرف بحرف پورے ہوں گے۔ فلم کمپنی کے قیام سے میرا مقصد جلب منفعت نہیں، البتہ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ روپیہ بیکار ضائع جائے۔ فلم کمپنی کا قیام اور ایسے فلموں کی تخلیق جس سے قوم و ملک کی اخلاقی نشو و نما ہو سکے میرا نصب العین ہے۔ موجودہ صنعت فلم سازی ابھی ان سرمایہ داروں کے تصرف میں ہے، جو نناوے فی صدی صرف روپیہ جوڑنا چاہتے ہیں۔ مردہ دوزخ میں جائے یا جنت میں، مولوی صاحب کو اپنے حلوے مانڈے سے غرض، یہ مثل موجودہ ڈسٹری بیوٹروں پر بالکل صادق آتی ہے، قوم بگڑتی ہے تو بگڑ جائے اخلاق خراب ہوتے ہیں تو ہو جائیں مگر یہ "چل چل رے نوجوان" والے ہی قسم کے فلم پیش کریں گے۔ کیوں؟ صرف روپے کے لئے ؏

حیف بر ایں نتیجہ نظم و نظام ذہنیت

علم و سائنس کے اس شباب خیز زمانے میں فلم سے بے شمار مفید نتائج برآمد کئے جا سکتے ہیں۔ ملک کی اقتصادی و معاشرتی ترقی، قوم کی اخلاقی و ذہنی اصلاح، سماج کی روحانی ترقی فلم کے ذریعہ ان مقاصد اعلےٰ کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے مگر وائے بر آں مالکان فلم کمپنی جو صرف لچر افسانوں مخرب اخلاق قصوں کو پردۂ فلم پر دکھا کر روپیہ بٹورنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم کے حال و مستقبل کو سنوارنا پسند نہیں کرتے۔

دوسرا قصور، اور میرے خیال میں سب سے بڑا قصور ہمارے افسانہ نویسوں کا ہے۔ جن کا قلم نقرئی جھنکار کے تال اور سم پر رقص کرتا ہے۔ ہمارے ادیب، ہمارے شعرا، ہمارے ڈرامہ نگار دراصل دولت کے ہاتھوں فروخت ہو گئے ہیں۔ ان کو یہ خبر نہیں کہ ان کے قلم کے لکھے ہوئے افسانے، کہانیاں، قصے، نظمیں اور غزلیں آنے والی نسلوں کے لئے کیسی مہلک ثابت ہوں گی، اگر لٹریچر سے قوم بنتی ہے تو بگڑتی بھی ہے ـــ ہمارا ادب اگر آج مہذب و ترقی یافتہ نہیں تو کل ہماری آنے والی نسلیں بھی یقیناً مہذب و ترقی یافتہ نہیں ہو سکتیں۔ یہی وہ اسباب ہیں، جن کی بنیادوں پر میں ایک فلم کمپنی کا اجرا کرنا چاہتی ہوں۔ یہ فلم کمپنی ہندوستان میں اپنی مخصوص نوعیت اور متعین مقاصد کے اعتبار سے ایک ایسی فلم کمپنی ہو گی۔ جس کو تاریخ حاضرہ بہت جلد اپنا سر ورق بنا لے گی ـــ

جوش جیسا شاعر انقلاب، اختر جیسی مجاہد اسلام جب فلمی قوت سے اپنے خیالات و تصورات کی روشنی میں کام لیں گے تو یقیناً ہماری قوم کا حال تابناک اور مستقبل درخشاں ہو جائے گا۔ ہم صرف اخلاقی، اصلاحی اور معاشرتی فلم قوم و ملک کے سامنے پیش کریں گے اور آہستہ آہستہ ہندوستان کی ذہنیت میں ایک نمایاں تغیر و بلندی پیدا کرنے کی بلاواسطہ کوشش کریں گے اور یہ کوشش اس وقت تک کرتے رہیں گے۔ تا آنکہ ہماری قوم ذہن اور رنگ کے لحاظ اور اخلاق اور کردار کے اعتبار پر دنیا میں سربلند نہ ہو جائے۔

رہ گئے وہ رومانی فلم، تو مجھے ایسے فلموں سے چڑ ہے۔ میں کسی رومانی فلم کی خاتون بننا گناہ سمجھتی ہوں۔ لیلیٰ مجنوں، ہیر اور رانجھا، شیریں و فرہاد ..... وغیرہ

ایں دفترِ بے معنی غرق مے ناب اولی

رومانی زمانہ قصوں اور کہانیوں میں سے ملے تو ملے، عہدِ حاضرہ میں اس کا لیکن وجود نہیں اور نہ موجودہ زمانے کو اس کی ضرورت ہے۔ آج تو ہمیں غریب کے افلاس کا مداوی، مزدور کی بھوک کا علاج، سرمایہ داری کے خونخوار چنگل سے رہائی، غلامی کی ذلتوں کی تضحیک، آزادی کی عظمتوں کی ترغیب! قلم کے ذریعہ قوم و ملک کے ذہن و دماغ میں جاگزیں کر دینا ہے اور ان مقاصد کے بروئے کار لانے میں اگر بلند اور پاکیزہ رومان کی ضرورت ہے تو میں اسے کسی حد تک جائز سمجھتی ہوں۔
میں تمہارے خط کا جواب اپنے مشغول کُن ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے بہت جلد دے رہی ہوں ـــ رہا میرے نذر کئے ہوئے روپے واپس کرنے کا سوال! سو اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔
امید کہ تم مع الخیر ہو گے اور تمہارا "شجو" ہمہ وقت تمہاری خدمت کے لئے اِستادہ ہوگا۔ فقط

سیدہ اختر

# عصمت شاہد لطیف صاحبہ

## ۱

محترمہ بہن! تسلیم

آپ تو بے طرح خفقے ہو گئیں۔ جی تو چاہتا ہے۔ کہ اب بھی خط کا جواب نہ دوں تو شاید آپ اپنی وہ دھمکی پوری کر دکھائیں، جو آپ نے اِسس خط میں دی ہے۔ یعنی میرے گھر تشریف لے آئیں۔ خاطر جمع رکھئے۔ آپ کو کوئی دھکے نہیں دے گا۔ کیونکہ یہاں دربان کا فیشن نہیں ہے۔

مگر میں نے آپ کو خط لکھا ہے، گذشتہ جنوری میں یا شاید فروری میں، پتہ نہیں، آپ کو کیوں نہیں ملا، اس میں میں نے لکھا تھا کہ میرے پاس خط کسی خاتون کے نہیں ہیں۔ بلکہ یوں کہئے چھپوانے کے لائق خط نہ میں نے کبھی لکھے، نہ کسی نے مجھے لکھے۔ اور نہ ہی میں نے انھیں جمع کیا۔ یہ تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں خط لکھنے کے معاملے میں بالکل صفر ہوں۔ لہٰذا میں تو آپ کی خدمت نہیں کر سکتی۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔

پہلے خط کا جواب میں نے بے شک دیر سے دیا تھا۔ جس کی معافی ہی چاہتی ہوں، میری زندگی بہت مصروف ہے۔ اس لئے بہت کم خط لکھا کرتی ہوں۔ میرے اسکول بند ہونے والے ہیں۔ ان کا انتظام چھٹیوں سے پہلے ختم کرنا ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے آج کل جو وقت بھی ملتا ہے۔ اپنا ناول لکھنے میں

صرف کرتی ہوں، یہ ناول میں واقعی محنت سے لکھ رہی ہوں اور ابھی بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ میں اور میرے شوہر مل کر فلم کے لئے ایک کہانی لکھ رہے ہیں۔ کہانی "لیلےٰ" پربھات فلم کمپنی بنا رہی ہے اور بہت مشکل چیز ہے یعنی وہی پرانی کہانی نئے انداز میں لکھنی ہے۔ شکر ہے کہ وہ ختم ہونے والی ہے اور مجھے ناول کے لئے خوب وقت ملے گا۔

زیادہ آداب

خاکسار

عصمت شاہد لطیف

# زینب نعمانی تسنیم

۱

بھول جانے والوں کو بھی کوئی یاد کر لیا کرتا ہے اور یہاں تو کسی کے بھلا دینے کی کوئی شکایت بھی نہیں۔ خوشی کے موقع پہ تو خدا تک یاد نہیں رہتا۔ پھر میں تو ۔ ۔ ۔ کیوں؟

ڈھاکے میں کسی عزیز کے نام ایک خط آیا تھا۔ میری نظروں سے بھی گذرا۔ خوش ہوئی۔ خدا مبارک کرے۔ یہ خط لکھ کر خدانخواستہ مجھے اپنی یاد تازہ کرانا مقصود نہیں۔ صرف بے ساختہ دل سے دعائیں نکل گئیں جن کے لئے مجبور تھی۔

پچھم سے پھر سنگریزوں کی بارش شروع ہو گئی ہے۔ پے بہ پے چوٹ کھائے جا رہی ہوں اور خاموش ہوں لیکن کب تک؟

تمہارے بھائی خیریت سے ہیں۔ ڈھاکے میں ڈیڑھ ماہ یوں گذر گیا۔ جیسے میں کوئی سنہرا خواب دیکھ رہی ہوں۔ زندگی میں ایسے میٹھے لمحات کم ہی آتے ہیں۔ دسمبر تک واپس جانے کا ارادہ ہے۔ اگر بڑے دنوں کی چھٹیوں میں ڈھاکے آسکو تو خوشی ہوگی۔ کتنے دن ہو گئے تم سے باتیں سنے ہوئے ——؟

تسنیم

## ۲

معاذ اللہ! — اتنی برہمی — ؟

دعا اور دعا کی میں خود قائل نہیں مگر بعض غلطیوں کے ہم بچپن سے عادی ہوتے ہیں اور غلطی کو غلطی سمجھ کر بھی دہرائے جاتے ہیں۔ میری ٹھکرائی ہوئی دعا بھی ایک ایسی ہی بھول تھی۔ خیر میری اس بھول کو بھول جاؤ۔

ارے بھیا! میری سادگی اور نادانی کا ذکر ہی عبث ہے تمہیں ہنسی آتی ہے تو کیا تعجب؟ اپنی حماقتوں پر میں خود بھی اکثر ہنستی ہوں۔ البتہ ذرا دیر سے — !

ہشت! دشمنوں کے زیر کرنے کا قصہ تو چھوڑ دو جنھیں دوست سمجھا تھا وہی دامن سمیٹ کر خارزار حیات سے پرے ہٹ گئے اور زندگی کے موڑ — ؟

توبہ ہے میرے اللہ! میں تو شاہراہ زیست سے بھی گھبراتی ہوں۔ چہ جائیکہ پیچیدہ گلیاں؟ — پاؤں کے آبلے اب سکونِ ابدی کے منتظر ہیں۔!!

مردوں کی وفاداری کا ذکر نہ چھیڑتے تو بہتر تھا۔ ایک بات سمجھ میں نہ آئی۔ کیا حوا میں خلوص نہ تھا یا انھوں نے آدم سے بیوفائی کی تھی؟ آخر حوا کی بیٹیوں کو ان کی وجہ سے کیوں مطعون کیا جائے۔

میرے بھائی دل کی داستان بڑی عجیب ہے۔ تم اسے اچھی کیا جانو۔ زخم مرہم۔ نمک۔ سب کا سامان جلد ہی ہوا جاتا ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ فقط چند روز کی بات ہے۔ پھر . . . .

ہیں کیا او۔ میرا ارادہ کیا۔ جس شاخ عزیز پر نشیمن ہے۔ ہوا کے جھونکے اُسے جہاں لے جائیں وہیں پہنچ جاؤں گی۔ خواہ وہ ہندوستان ہو یا پاکستان!

تمہارے بھائی چار پانچ روز کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ سلام کہتے ہیں فقط
تسنیم

۳

ارے میرے بھائی!

تم نے تو بس حد کر دی۔ تمہارے خطوط پڑھ کر غور کرنا پڑتا ہے کہ غالب اور اقبال کے کلام میں زیادہ معنی آفرینی ہے یا تمہاری گفتار میں۔ سچ سچ! کبھی تو سیدھے سیدھے خطوط لکھا کرو۔ اللہ کے بندے آخر بیچاری حوا نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم اس کے پیچھے یوں ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو، ان کی بدولت تمہیں عقل ملی۔ تم انسان کہلائے۔ ورنہ اوّل تو ہم سب ہوتے ہی نہیں اور جو ہوتے بھی تو باغ بہشت کے کسی کونے میں بیٹھے وظیفہ پڑھا کرتے یا پڑے اونگھتے رہتے۔ یہ دلچسپ باتیں پھر کیسے ہوتیں — ایں؟

اور یار سال قبل تمہاری روح کون چرا لے گیا جو خالی خولی جسم رہ گیا اب؟ رہا میری ہمدردی کا فریب۔ تو میرے عزیز! اس کے سوا کیا کہوں، تم نے اب تک مجھے نہیں سمجھا۔ میں فریب کھانا جانتی ہوں۔ فریب دینا نہیں۔ کسی کا شعر ہے ؎

تم ہی نہیں ہو کشتۂ نیرنگِ آرزو
فریب خوردۂ رنگِ بہار ہم بھی ہیں

آج کل بہت زیادہ پریشان ہوں۔ بیچارے رؤف بھائی کا انتقال ہو گیا۔

ان کے معصوم بچّوں کی بے بسی۔ اُف نہ پوچھو۔ موت کیا ہے عمران؟ سوچتی ہوں کیا روح کے پرواز کر جانے کا نام موت ہے؟ نہیں موت آسمان کی رفعتوں پہ منڈلایا نہیں کرتی اور نہ ثریّا و پروین کے ٹمٹماتی رقص میں شریک ہو سکتی ہے۔ اس کا رفعت و بلندی سے کیا تعلق؟ موت کو دیکھنا ہو تو آؤ بنگال کے سسکتے ریٹگتے ہوئے افلاس زدہ انسانوں کو دیکھو۔ ان غریبوں کی خمیدہ کمر پہ تم کو موت کوڑے برساتی ہوئی نظر آئے گی۔ بھائی تم دیکھ سکو گے۔ کس طرح موت کے بے رحم جبڑے مفلسی کی بوسیدہ اور شکستہ ہڈیوں کو پیس کر سرمہ کر دیتے ہیں! وطن کی حالت پر غور کرتی ہوں تو خود کو انسان کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

اچھا پانچ بج گئے۔ اب مہمانوں کی آمد کا وقت ہو گیا۔ پیشوائی کے لئے تیاری کرنی ہے۔ اللہ جانے لوگ جدید سوسائٹی کیونکر پسند کرتے ہیں۔ مجھے تو یہ تکلف کی ماری ہوئی تہذیب ایک آنکھ نہیں بھاتی — پھوپھی! ہاں تو رخصت۔

تسنیم

۴

برادرِ عزیز۔ دُعائیں!

کاش زندگی میں جاگنے کا اختیار بھی کسی کو ہو۔ میرے بھائی۔ زندگی تو اک طویل خواب ہے۔ خواہ وہ خوفناک ہو یا سہانا۔ ہے خواب ہی۔ اس بھیانک خواب سے ڈر کر نیند ہی میں کتنی مرتبہ کروٹ بدلنے کی سعی کی۔ لیکن نہ خواب ٹوٹا

نہ آنکھ کھلی !!

میں نے تم سے جو باتیں دریافت کی تھیں۔ ان کا تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ غالباً تمھیں جواب دینا منظور نہیں۔ اس لئے اصرار نہیں کروں گی۔ رہا میرا غم یا اس کی یاد تو عزیزم۔ دل کی اس دبی دبی سی چھپی ہوئی چنگاریوں کو نہ کریدو تو بہتر!

قسمت کا یہ حملہ بہت صبر آزما اور حوصلہ شکن ہے۔ مگر کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں۔ زندگی کا یہ لق و دق صحرا ختم ہوگا ہی۔ صرف اس امید پہ خاموش ہوں۔ غم بھی کیا یاد کرے گا کہ کس سخت جان سے واسطہ پڑا تھا! اور کیا لکھوں۔ کبھی کبھار خط سے یاد کر لیا کرو۔ فقط

حسرت نصیب
نسیم

۵

بھئی واللہ۔ تمھارے خطوط ہوتے ہیں یا الفاظ کی بھول بھلیاں؟ مباحثوں سے ابھی جی نہیں بھرا تو آؤ میں بھی لڑنے کے لئے تیار ہوں اور ہاں آنسوؤں کا مذاق اڑانے والے بھی اشک فشانی کرنے لگے؟ خوب! ارے تمھیں کیا خبر انجم شماری کسے کہتے ہیں اور آہوں کا مفہوم کیا ہوتا ہے؟ عزیزم!

ع شب کے تارے صبح کی آہیں تم کیا سمجھو تم کیا جانو؟

تم مسافر ہو راستہ میں بکھرے ہوئے پھولوں کو روندتے ہوئے گذر جاؤ

یہی تمھاری شان ہے۔ پامال منتشر پتیوں کو سمیٹنے کی بے سود کوشش نہ کرو۔ کیونکہ بادِ سموم کا محض ایک جھونکا انھیں پھر بکھیر دے گا اور تم کفِ افسوس ملتے ہوئے رہ جاؤ گے۔ مسافر کا کام تھک کر گردشِ پیہم سے ہار مان کر بیٹھ جانا نہیں۔ بڑھے چلو اپنی منزل کی سمت مسکراتے ہوئے فاتحانہ!

اس وقت جھماکے کی بارش ہو رہی ہے اور جی لرز رہا ہے۔ زندگی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے گھبرا کر میں نے ایک روشنی کا سہارا لیا تھا اور وہ روشنی تھی محبت جو بعد میں صبحِ کاذب کی سپیدی ثابت ہوئی۔ آج کی تاریکی میں تمھیں موم بتی کی روشنی کے سہارے خط لکھ رہی ہوں۔ جانتی ہوں یہ روشنی اور یہ سہارا بھی محض عارضی ہے تاہم ——

یہ لو میں نے بتی گل کر دی۔ اب زندگی سے ملتی جلتی تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی ہے اور میں مسکرانے کی کوشش کر رہی ہوں ——

کل نیا سال ہے۔ تمھیں آئندہ سالِ نو مبارک۔ یہ سالِ نو اپنی تمام تلخ یادوں کو چھوڑ کر آخر کار چل دیا۔ اب دیکھو آنے والا سال اپنے ساتھ کیا لاتا ہے۔ خیر کچھ لائے۔ میں تو ڈھیٹ ہو گئی ہوں۔ ہرچہ باداباد!

ماضی کے دھندلے سائے۔ حال کے بوسیدہ کھنڈرات اور مستقبل کے مہیب بادل سب میرے لئے یکساں ہیں۔ بوجھل حسرتوں کے نیچے روح کچھ اس طرح کچلی دبی پڑی ہے کہ بیرونی حملوں کا شاید ہی اس پہ کچھ اثر ہوتا ہو۔ مگر توبہ! یہ میں نے کیا بے سُرا راگ چھیڑ دیا۔ خدا تمھیں شاد و آباد رکھے۔ زندگی تمھارے لئے گلستاں بہ داماں تبسم بہ لب اور بہاراں بدوش ہو۔ آمین۔

اس دعا کے سائے میں خط ختم کرتی ہوں۔ امید ہے تم جواب دو گے۔

تسنیم

۶

سلام و دعا۔

خط ملا۔ یہ جان کر مسرت ہوئی کہ جس کی یاد کے سہارے جی رہی ہوں۔ وہ کسی اور کو بھی اب تک پیاری ہے۔ رہی میری خیریت۔ تو اس سے بے خبر رہنا ہی اچھا۔ جلتے ہوئے چراغ کی لو سبھی دیکھتے ہیں مگر بجھی ہوئی شمع کا دھواں نظر نہیں آیا کرتا!

ایک خاکستر۔ جسے زمانہ روند رہا ہے اور روندتا رہے گا۔ پھر بھی شاکی نہیں ہوں۔

سن لیا ایک اجڑی ہوئی زندگی کا حال ——؟

تسنیم

# م۔ ب۔ ش

## ۱

گرامی قدر محترم۔ تسلیم

ایک مدت کی ندامت کو آج آپ کے پتر سے دور کرنا چاہتی ہوں۔ نظم و نثر گزرانتی ہوں۔ میں انھیں ایک دیوانے کی بڑ بڑاہٹ، ایک پراگندہ خاطر کی ہزلیات سے زیادہ وقعت نہیں دیتی۔ مگر اب ان کا وزن تو میرے محترم کی طبع سخن شناسی اور خاطر ادب نوازی پہ ہے۔

میری نظر سے آپ کی کئی تصانیف گزر چکی ہیں اور اس کے علاوہ مختلف ماہناموں میں آپ کے رشحات قلم مضامین کی صورت میں نظر سے گزر چکے ہیں۔ مجھے آپ کا طرز تحریر بہت پسند ہے۔ خصوصاً صنف ضعیف کی حوصلہ افزائی میں تو سنت نبوی کی اتباع کی ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور ذوق خامہ فرسائی میں برکت عطا فرمائے۔

اورنگ آباد کی تعلیم یافتہ خواتین کے بارے میں کیا عرض کروں۔ آج کل تو یہاں کئی ایک ہیں۔ ان میں سے اکثر تو کلیہ اناث بلدہ میں تعلیم پاتی ہیں اور تعطیلات میں چند یوم کے لئے آیا کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک اچھی نثر نگار اور شاعرہ ناز بلگرامی اپنی حیات نو کے باعث نقل مکان کر گئیں۔

میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے ناگپور گئی ہوئی تھی۔ آج ہی آئی ہوں۔ محرم میں گلبرگہ جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ اسی دوران میں اگر بلدہ کچھ

دن قیام رہا تو انشاء اللہ نیاز حاصل کر سکوں گی۔
اپنے خیالات عالیہ سے مطلع فرماتیے۔ فقط
"ش"

## ۲

پایہ فزائے من تسلیم

تعویق نامۂ گرامی کی مرتکب ہوئی، مگر میری مجبوری کو عملی کمزوری خیال فرمائیے۔ اعتقادی پر منطبق نہ کیجئے۔ کہتے ہیں ایک ادیب کو ایک تھرڈ کر نقار خانے کے دروازے پہ بٹھا دیا گیا تھا اور خواہش کی گئی تھی کہ وہ پھر کی کش مکش حیات پر کچھ لکھے۔ ادیب چند گھنٹے تو بیٹھا رہا۔ اس کے بعد نقار خانے کی چوٹیں اس کے دماغی توازن کو اڑا لے گئیں، اور وہ سر پھوڑ کر کشمکش حیات سے نجات پا گیا۔ ایسے ہی یہ نو گرفتار ادبی مشاغل کو بھول کر بھی یاد نہ کر سکی۔ دن بھر مدرسہ کی ابتر حالت پر جانفشانی اور سر گرانی، تو بارہ ایک تک دستور العمل کی تیاری کا مرحلہ پیش نظر ہے۔ غرض کہ عجیب الجھن میں ہوں، جس کو خط لکھتی ہوں، یہی کچھ لکھتی ہوں۔ اب اس کو کتھا کہوں یا بپھا۔ شاید مجھے پنڈت برجموہن دتاتریہ سے پوچھنا ہی پڑے گا۔ کیوں فرمایا امیرے کو مفر نا۔ یہ ذمہ داری تو خالی الذہن اور خوش اوقات لوگوں کے لئے بہتر ثابت ہو سکتی تھی۔ میرے جیسے پراگندہ خاطر اور پریشان حال علیٰ الدوام اور دماغی افکار ہی جینے نہیں دیتے۔ پھر اس کو قابل مبارکباد کیوں کر کہا جائے گا۔

. . . کچھ دن ڈاک بنگلے میں گزرے، اور اب ایک مکان مغلئی اور انگریزی

ٹیپہ خانے کے پاس مل گیا ہے اور اس میں عارضی طور پر مقیم ہوں۔ ایک اور مکان تیار ہو رہا ہے۔ اس میں حسب منشاء ترمیم کروانا چاہتی ہوں۔ فی الوقت تو اس کی تاریکی قبر گناہگار کو شرما رہی ہے۔ اس موزونیت سے اس کا نام مرقدِ "ش" رکھا گیا ہے۔ کہئے آپ کو بھی پسند آیا؟ انشاء اللہ پھر کسی فرصت کے وقت میں نیاز حاصل کروں گی۔ خدا حافظ

"مُش"

## ۳

بساطِ عجز میں تھا ایک دل ایک قطرۂ خوں وہ بھی
سو رہتا ہے بہ اندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی

خواہر نواز محترم۔ ہدیۂ تسلیمات

ہمیں زندگی کے ماتم اور شغلِ گریہ سے فرصت ملے تو آپ کو خط لکھیں، اور اس کے علاوہ مزدور کی کتابِ حیات کے اوراق خونیں میں کہیں بھی تو لمحاتِ فرصت کی سرخی نظر نہیں آتی۔

مدت کے بعد یاد فرمایا ـــــ خیر کیا تو سہی، ہم ممنون ہیں اس کرم فرمائی کے ـــــ یہاں تو فقدانِ فرصت کا عذر پہلے ہی زبانِ قلم تک آچکا ہے، امتحان نتائج اور دفتر کا کام بُری طرح پیچھے لگے ہیں۔ ان سے رہائی کی صورت تو تعطیلات کی شکل میں نظر آتی ہے، ارادہ تھا کہ اپنے احباب کو اپنی رہائی کے اوقات سے مطلع کر دوں تاکہ وہ کسی دوسری رہائی کے لئے دعا کر سکیں،

مگر ابھی تک صدر دفتر ہی خاموش ہے، اور یہ مسئلہ زیر تصفیہ۔
اوقاتِ فرصت کہاں بسر ہوں گے؟ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتی، ہو سکتا تھا کہ بلدہ میں ہوتے مگر نو آمدہ خطوط مطالبہ کرتے ہیں کہ میں لکھنؤ اور پنجاب جاؤں لہٰذا میں بھی سرِ تسلیم خم کئے دیتی ہوں اور اخیر ستمبر تک واپسی کا ارادہ رکھتی ہوں۔

یہاں آج کل موسم بڑا فرحت بخش ہے اور جنون انگیز ہے۔۔۔ دو تین روز سے لکہ ہائے ابر نیلے آسمان پر آوارہ خرامی کرتے نظر آتے ہیں۔ تند ہواؤں، سوکھے ہوئے پتوں، خشک ڈالیوں اور کمزور درختوں سے آمادۂ پیکار ہیں۔ شائد وہ بھی اسی نظریہ کے حامل ہیں کہ کمزور اور بے سہارا کو جینے کا کوئی حق نہیں۔

بیت گئے وہ دن جب زندگی ایک نقرئی قہقہہ تھی۔ اب تو درد پیہم اور آہ مسلسل بن کر رہ گئی ہے۔ جب دل و دماغ ہی سوگوار ہوں تو در و دیوار و فطرت تک ہمنوا ہو جاتی ہے، ہر شام حسرتوں کے خون میں ڈوبی ہوئی۔۔۔ اپنے دامن میں نئی تلخیاں لے کر آتی ہے، اور ہر صبح متوالی مسکراہٹوں کی جگہ جو عروسِ فطرت کی آنکھوں میں رنگ و نور بن کر سمایا کرتی تھی۔ آہوں سے مملو ایک غمزدہ اور بے کیف جینے والی روح کی تلخیوں کی آئینہ دار ہوتی ہے، جانے دیجیے میرے مہربان! کہاں تک سنیں گے اس درد بھرے افسانے کو۔۔۔ اس چند روزہ زندگی میں رکھا ہی کیا ہے؟ یوں بھی تو سب دلچسپیاں عارضی اور حباب آسا ہیں۔
پھر اس ہستی کی مشکلات کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جو اپنا ہر قدم جادۂ نہ ہب سے

باہر نہ ہونے دے اور اس نے تو کبھی ایسا خواب بھی نہیں دیکھا، جو مذہب سے گریزاں رکھنے والا ہو، پھر اس کے لئے گنجائش تو اس کی وسعتوں ہی میں نکل سکتی ہے۔ باہر نہیں۔ غور فرمائیے۔ انسان کم نصیب انسان جب اپنی جنت ہی میں بھی دوزخ کی تلخیاں محسوس کرے تو پھر اسے خوشی کہاں اور کیسے ملے گی؟ عنقا صفت خوشی اس دنیا میں معدوم ہے۔

ایک عورت کا مرکزِ محبت، وجہ سکون و قرار اور متاعِ زیست اس کا شوہر ہی ہو سکتا ہے، وہ اسی کے قلب کی گنجائش ہی میں اپنے لئے حقیقی راحت پا سکتی ہے۔ پھر یہ صنفِ لطیف کیوں ایسی لغزشوں کو روا رکھتی ہے۔ جو اس کے مجازی خدا کو ناخوش اور اس کو بے سکون کر دینے والا ہو۔ تعجب ہے ان کی عقل پر، میری تو سمجھ سے باہر ہے ان کا یہ اقدام ——

امید کہ بچی کو اب صحت عطا ہو چکی ہو گی۔ کیا لکھوں، یہ مقام تو مجھے ذرا بھی پسند نہیں آیا۔ نہ جانے لوگ اس کی کیوں تعریف کرتے ہیں۔ نہ یہاں کوئی ذی علم خاتون ہے۔ نہ کوئی سوسائٹی ہے اور نہ کوئی معقول سامانِ دلچسپی —— بس یہی ہے کہ وقت کے بندھن اسکول لے جاتے ہیں، اسکول کے کام کی نگرانی اور پھر وہی کلبہ احزاں اور حزن مجسم —— آہ! اس لاعلاج کی —— اچھا اب خدا حافظ —— کوئی کیا کرے ؎

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم
ہو غم ہی جانگداز تو غم خوار کیا کریں

فقط
"ش"

## ۴

اچھے بھائی!

معذرت بھرا اسلام گزرانتی ہوں۔ دونوں عنایت نامے ملے، خواہر نوازی کے لئے شاکر اور اپنی غائب دماغی کے لئے شرمندہ ہوں، معذرت خواہ ہوں، یہ کیوں کر خیال ہوا کہ میں خفا ہوں۔ نہیں، نہیں، ایسا تو واہمہ تک نہیں، یہ لیجئے سن لیجئے۔

کئی ہفتہ سے اس مضطرب حیات نے کچھ لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رات بھر جاگتی، مطلق نیند نہ آتی، کروٹیں بدلتے بدلتے صبح ہو جاتی اور پھر وہی اسکول، اور وہی ہم، آخر اس شب بیداری کے نتیجے میں دو مرتبہ شدید دردِ سر ہوا اور ہر وقت آنکھوں پر بار رہنے لگا۔ ڈاکٹر نے پڑھنے اور لکھنے سے قطعی روک دیا، حتیٰ کہ دفتری کام بھی بند کر دیا۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ تیرہ اردی بہشت کو ۔ ۔ ۔ سے دعوت ناموں کے ساتھ لے جانے والے بھی نازل ہو گئے۔ میں جب سے یہاں آئی تھی ۔ ۔ ۔ نہیں گئی تھی مگر اب بھائی ۔ ۔ ۔ کے اصرار کے سامنے مجھے جرأت انکار نہ ہوئی اور جانا ہی پڑا، وہاں جانے کے بعد مسز ۔ ۔ ۔ وغیرہ کی دعوتوں سے فرصت ہوئی ۔ ۔ ۔ وہاں بھی سول سرجن سے مشورہ کیا تھا۔ ان کی مجوزہ ادویات سے اب کچھ نیند آنے لگی ہے اور اب سب کو خط بھی لکھ سکوں گی۔

غالب کے نظریے سے مجھے اتفاق نہیں نہ میرے نزدیک کثرتِ غم گرد رنج ہو کر احساس الم شدید تر ہو جاتا ہے۔ مٹ جانا درست نہیں، بلکہ قلبِ حزیں اور زیادہ

حساس اور نازک تر ہو جاتا ہے، وہ تھوڑے سے رنج، ذرا سی تکلیف، اور ہلکی سی چوٹ سے تڑپ اٹھتا ہے، بیقرار ہو جاتا ہے، بہ ایں وجہ غم اور حزن سے پناہ مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ فطرتِ انسانی خوگرِ مسرت تو بہت جلد ہو جاتی ہے، مگر خوگرِ غم ہونا نہایت مشکل ہے۔

اب رہا خوش رہنا، تو وہ اپنے بس کی بات نہیں جس کی خوشیاں شکل مرتد اختیار کر چکی ہوں جس کی امیدیں سسک سسک کر ٹھنڈی ہو چکی ہوں جس کی تمنائیں بار آور ہونے سے قبل ہی نذر برق ہو چکی ہوں، اور جس کا حسرت نصیب دل، ایک مرقع شہر خموشاں بن چکا ہو۔ وہ اور خوشی — کہاں سے مانگ لائے، وہ اس جنس گراں مایہ کو۔ . . . اس تہی دست کے پاس سامانِ حصول کہاں؟ . . . . اور اس دنیا میں تو خوشی صرف سرزمین تخیل کی پیداوار ہے، ورنہ اس کا وجود ہی کہیں نہیں دکھائی دیتا . . . . وہ حسین اور تنہا پھول جو کیفِ بہار سے سرشار . . . اس کا سینہ بھی خوف گلچیں اور قاصد خزاں سے لرزاں و ترساں ہے، وہ خوبصورت بکھرے ہوئے موتی، جو فرش زمردیں کی زینت کو دوبالا کر رہے ہیں۔ وہ بھی تو ملکۂ شب کے آنسو ہیں، جو شاہ خاور کی جدائی میں آٹھ آٹھ آنسو روتے، سرمار رہے ہیں، ہوا کے لطیف اور نازک جھونکے جو من کا مرجھایا ہوا کنول کھلا دے، جو غمزدہ روح کو انبساط میں لے آتے ہیں وہ بھی تو ہلکی ہلکی سسکیوں اور دبی دبی آہوں سے معمور ہیں۔ خوبصورت چاند کی تابانی و درخشانی میں بھی غم کی سسک ہے۔ اس کا زرد اور افسردہ چہرہ، افسردہ نظریں اہلِ نظر سے اس کے راز درون سینہ کو مخفی نہیں رکھ سکتیں، کیا

آپ نے نہیں دیکھا کہ ہر شب کسی نامعلوم جذبۂ الم سے سسکتی اور کراہتی ہوئی آتی ہے اور ہر صبح خون بداماں طلوع ہوتی ہے۔ کیا آپ کو ان سیلی فضاؤں میں ان غمناک ہواؤں میں آنسوؤں کی آمیزش محسوس نہیں ہوتی ـــ فسانۂ غم سننے والا وجود! یہ نہ کہئے کہ تو رنج نہ کر، تو غمگین نہ رہ ۔۔۔۔ (بے شک گرتے کو تھامنے والا ہی ساقی کہلاتا ہے) مگر ایک بیگانۂ مسرت، شکستہ دل۔ برگشتہ بخت، اور بحر الم زیست کے پاس جز فراوانی الم اور کچھ رہا ہی نہ ہو۔ تو وہ کیا کرے؟۔۔۔۔ ع

بات کرتے ہیں میرے دن بھی اندھیری رات کو

جانتی ہوں کہ اس سے کچھ حاصل نہیں، چوب کرم خوردہ ناقابل عمارت اور ناکارہ ہو کر چتا کے کام آتی ہے (شائد یہی مقدر ہو چکا ہے) مگر اپنے پامال الم دل کو بہلانے کا کوئی ذریعہ نہیں پاتی۔ کبھی کبھی تو بار گراں سے دبے ہوئے اور گھبرائے ہوئے مزدور کی طرح زندگی کے بوجھ کو پٹک دینا چاہتی ہوں، مگر

۔۔۔۔ ہائے رے مجبوری مذہب ـــ

آپ دیکھتے تو کبھی نہ کہتے کہ وہ سوکھا ہوا روکھ، وہ بیگانۂ حیات درخت پھر زندہ ہو جائے گا اور ہرا بھرا نظر آئے گا۔ نہیں نہیں! اب وہ کبھی بھی رہین بہار نہ ہو سکے گا اور اس کا فرحت بخش منظر پیش کرنا تو قطعی ناممکن ہے۔ اسی مماثلت سے تو وہ مجھے بہت پسند ہے، حوض سوکھا ہوا، ٹوٹا اور ویران۔ پانی سے اس کے تعلق کا انقطاع ہو چکا ہے۔ ہاں جب کبھی نیلے آسمان کی چھاتی غم سے بھر جاتی ہے تو وہ اس کی تباہ حالی پہ چند آنسو ڈال دیا کرتا ہے۔۔۔۔

اور بس۔

مجھے اپنی موجودہ اور عارضی اقامت گاہ بہت پسند ہے۔ ہنگاموں سے دور، آبادی سے فاصلے پر جنگل ہے۔ ندی کنارہ ہے۔ یہاں دن سے زیادہ خاموش اور ساکن راتیں دردناک ہوتی ہیں۔ تنہائی اور سنسان رات، نیم جان ندی جو اپنے حیات میں روز بروز کمی محسوس کر رہی ہے (اور شاید وہ برکھا کو سپنوں میں دیکھتی ہوئی ختم ہو جائے گی) اور اس ویران اور افسردہ رات میں کالی کالی ٹہنیاں، ناپاک روحوں کے رقص کا منظر پیش کرتی ہیں۔ سوکھے ہوئے بے برگ وبار درخت، ہوا کے تند جھونکوں سے کچھ درد بھری آواز میں کراہتی ہیں۔ جو اسیر حیات کی خونچکاں آہوں سے مشابہ ہے..... مستقبل.... کیا ہے۔ یہ ایک لایعنی شش حرفی لفظ ہے جو شرمندۂ معنی ہوتا دکھائی نہیں دیتا ــــ ماضی بگڑا تو حال بن گیا اور حال کی بنا مستقبل کی درخشاں تمہید کیونکر بن سکتی ہے؟ مستقبل کا بنانا جب اپنے بس کی بات نہیں تو پھر اس سعی لاحاصل سے فائدہ؟..... کیوں نہ حال ہی پہ ختم کر دیا جائے؟

میں تو جس راستے سے یہاں تک پہنچی۔ وہاں تک حالتِ طوفان میں بھی، بحرِ زندگانی کی حیاتِ نو بخشنے والی لہریں نہیں آسکتیں، پھر اس افسانۂ غم اور قصۂ الم کو دوہرا کر اپنے احباب کو بھی رنجیدہ کرنے سے کیا حاصل؟ جب تک زندہ ہوں، اس دکھ بھری کہانی سے خامہ خونچکاں اور انگلیاں فگار رہا کریں گی اور اب تو انتظار ہے ان لمحاتِ زریں کا جو

پیکارِ حیات سے چھڑالیں۔ افکار و آلام سے بچالیں اور ایک سکون و آرام کی دُنیا میں پہنچادیں......

میرے نزدیک ادیب کی تعریف ہی ادب نواز ہونا ہے تو پھر آپ کے پاس، اور ادب کی کمی؟ ـــــ یہ کسرِ نفسی نہیں تو اور کیا ہے؟

اچھا خدا حافظ

ناچیز

"ش"

# زیب عثمانیہ صاحبہ لدھیانوی

۱

خواہر عزیزہ۔ دُعائے عزّت وصحت

نامہ محبت ملا، شاید اس دفعہ جواب میں تاخیر ہوئی۔ معاف کرنا۔ ایک شاعرہ کی اس سے بڑھ کر کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ اس کے برادر اور خواہر بکمالِ شوق اس کے اشعار کے مشتاق رہتے ہوں۔ نظم "راجہ" اور "بھونرا" ارسال کی جا رہی ہے۔

جانِ خواہر! تم شاعری کی ضرورت اور ماہیت سے ناواقف نہیں لیکن اب عالمِ انائیت کو شاعری سے ماورا کسی چیز کی ضرورت ہے اور اگر ہماری شاعری اس چیز کی جگہ لینا ہی چاہتی ہے تو اسے سرتاپا اس آگ کے مانند ہونا چاہیئے۔ جو مذموم عقائد اور فرسودہ ذہنیتوں کو خاکستر بنانے کے لئے دماغوں میں لگائی جاتی ہے۔

گھر کے حالات سُن لو! نیا چرخہ آیا ہے، روزانہ پاؤ ڈیڑھ پاؤ سوت تیار ہو جاتا ہے۔ بیچاری لڑکیاں ہی کرتی ہیں۔ مجھے تو روئی کی گرد سے زکام ہو جاتا ہے پھر گرمی میں ویسے بھی مجھ سے کچھ نہیں ہوتا۔ کرو شیا کا رومال کب کا شروع ہے دیکھئے کس روز ختم ہو۔ تمھارے بھائی صاحب کی قمیص سینے کو پڑی ہے۔ ہمت ہی نہیں پڑتی۔ بغیر پنکھے کے گھبراہٹ ہوتی ہے پنکھے کے روبرو پندرہ منٹ سے زائد بیٹھا نہیں جاتا۔ پسینہ خشک ہو کر جیسے جلد چٹخنے لگتی ہے۔ بس گرمی سے کچھ

عجیب حالت ہے۔

چرخہ کو دیکھ کر تمہارے بھائی ہنستے تھے کہ ہمارا گھر رفتہ رفتہ گاندھی آشرم بن رہا ہے۔ میں نے کہا۔ آزادی وطن کے لیے جہاں تک گھریلو صنعتوں اور اخلاقیات کو فروغ دینے کے متعلق گاندھی جی کا خیال ہے۔ ہم ان سے بالکل متفق ہیں۔ البتہ اہنسا کے مقام پر ان کا اور ہمارا راستہ الگ الگ ہو جاتا ہے۔

شاہ جی پہلے بیس نمبر میں روٹی پکاتا تھا۔ اب وہ تبدیل ہو کر چلے گئے ہیں۔ لہٰذا اب مستقل طور پہ ہمارے یہاں ہی کھانا پکایا کرے گا۔ بڑا پھرتیلا اور محنتی آدمی ہے۔ البتہ غربا کی جس بات پر میرا جی جلتا ہے۔ وہ ہے ان کی قناعت پسندی۔ جب ان سے کہو کہ زمانے میں تمہارے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا ہے۔ بھلا پندرہ روپے بھی ایک کنبے کے گزر اوقات کے لیے کوئی چیز ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ جناب! آرام اور چین سے ملے جائے یہی بہت ہے۔

ظفر پاشا اور عارفہ کو دعا۔ خدا ان ننھے پھولوں کو گرم ہوا سے محفوظ رکھے۔

دور افتادہ

تمہاری بہن زیب عثمانیہ

# ۲

محترمہ بہن۔ سلام و نیاز

ہر دو مکتوب نوازش ملے۔ بوجہ علالتِ طبع جواب میں تاخیر ہوئی۔ طالب معافی ہوں۔ اگست نمبر ابھی تو کیا ترتیب دیا گیا ہو گا۔ کیونکہ ایک دو جون کو تو 'جون نمبر' نظر افروز ہوا ہے۔ بہرحال چند سطور ارسال ہیں۔ کسی اشاعت میں شامل فرما دیں۔

عرصہ ڈیڑھ ماہ سے بعارضہ دورانِ سر صاحب فراش ہوں۔ دو سطریں لکھنے سے زیادہ ڈاکٹر کی اجازت نہیں لیکن ذوقِ قلم فرسائی کا کیا کیا جائے؟ نیز آپ لکھنے والوں، خصوصاً اہل نگارش خواتین کی مجبوریوں سے ناواقف تو نہ ہوں گی۔ گھریلو ذمہ داریاں۔ خاندانی مصروفیتیں۔ ان حالات میں تشنگیٔ ادب کی سیرابی کے لئے وقت کہاں نصیب؟ بقول ایک انگریزی مصنف، ایک ادیب یا موجد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ مجلسی معاملات اور رسوم کا سختی سے پابند ہو۔ لیکن یہاں اگرچہ عمل کی قوت موجود نہیں مگر موجودہ نری فکری زندگی بھی غیر اطمینان بخش معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کساد بازاری کے باوجود اردو ماہناموں اور ہفتہ واروں میں اضافہ ہی ہے۔ جبکہ لکھنے والوں کی نکاسی کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں۔ بایں صورت کہ ادب اور خلوص کا رشتہ مسلّم ہے۔ کتنے ماہناموں اور ہفتہ واروں کو تو معاوضہ مضمون کی عذرِ معذرت کر کے ٹالنا پڑتا ہے۔ کیونکہ دشواری یہ ہے کہ معیاری جرائد سے قطع نظر چھوٹے درجے کے پرچے بھی اچھوتی اور تازہ بتازہ چیز سے کم پر خوش نہیں ہوتے۔ جبکہ اس قدر غیر مطبوعہ فرمائشات کی

تعمیل معدوم۔

بہر حال عریضہ طویل ہو گیا۔ آخر میں عرض ہے کہ انشاءاللہ العزیز آپ کے بلا زحمت مکتوب ہی "ادیب" کا ہر ماہ خیال رہے گا۔ جون نمبر ملا۔ میرا خیال ہے کہ "ادیب" لاہور۔ دہلی۔ لکھنو کی چوٹی کی صحافت سے بھی اردو علم و ادب میں سبقت لے گیا ہے۔ زیادہ اعتراف۔ خدمت ادب۔ ہاں ایک بات اور رہی جاتی ہے ہم اپنی بہن کے مژدہ مبارک ازدواج سے کب نشاط اندوزِ سمع ہوں گے۔

آپ کی مخلص بہن

زیب عثمانیہ لدھیانوی

# نجمہ تصدق صاحبہ

محترمہ بہن تسلیم

بیشتر ازیں ایک عریضہ ارسالِ خدمت کر چکی ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ آپ تک نہ پہنچا ہو۔ بات یہ ہے کہ ادارہ ادیب نے فیصلہ کیا ہے کہ ادیب میں ایک عورتوں کا سکشن ہونا چاہیئے جس میں صرف بہترین اہلِ قلم خواتین کے مضامین ہوں اور مجھے اس سکشن کی مدیرہ کی خدمت سرانجام دینی ہے لیکن مجھے آپ کے اشتراکِ عمل کی ضرورت ہے۔

میری انتہائی کوشش ہے کہ ہر ماہ عورتوں کے سکشن میں ملک کی بہترین لکھنے والی بہنوں کو جمع کر سکوں تاکہ مردوں کو معلوم ہو جائے کہ خواتین بھی ان سے کم نہیں۔ چنانچہ حیا لکھنوی، مزمل رضویہ، ادا بدایونی، رضیہ ناصرہ، شیریں، عصمت چغتائی، جمیلہ بیگم وغیرہ سے مضامین حاصل کیے جا رہے ہیں اور آپ سے بھی التجا ہے کہ کہ آپ بھی اس میں شرکت فرمائیں۔ آپ کی شرکت نہ صرف میرے لیے بلکہ ادارہ ادیب کے لیے انتہائی فخر و مسرت کا باعث ہوگی اور عورتوں کے سکشن کو چار چاند لگ جائیں گے۔

'ادیب' عرصہ آٹھ ماہ سے دہلی میں شائع ہو رہا ہے اور ایک اچھا معیاری پرچہ ہے اور اس تھوڑے سے عرصہ میں اس نے جس قدر شہرت حاصل کرلی ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ ادیب کا شمار اس وقت ملک کے بہترین ماہناموں، ہمایوں، ادبی دنیا، نگار، اور زمانہ وغیرہ میں ہو رہا ہے۔

میں ایک عرصہ سے آپ کی مداح ہوں بلکہ یوں سمجھیں کہ غائبانہ عقیدت ہے اور یہی عقیدت آج مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں آپ کو شرکت کی دعوت دوں آپ کی ادب نوازی کے پیش نظر مجھے امید ہے کہ آپ "نجمہ نوازی" کا ثبوت دیں گی اور غالباً آپ ادبی دنیا میں بھی شاید میرے نام سے واقف ہوں گی۔

مجھے امید کامل ہے کہ آپ ازراہِ عنایت و کرم واپسی ڈاک اپنے کلام سے سرفراز فرمائیں گی۔ کیونکہ عورتوں کا سکشن بغیر آپ کی شرکت کے قطعی نامکمل رہے گا۔ براہِ کرم فی الفور واپسی ڈاک کوئی عمدہ سی نظم یا معاشرتی مضمون ارسال فرما کر ممنونیت کا موقعہ دیں۔ بہتر ہو کہ معاشرتی مضمون لکھیں کیونکہ اس چیز کی خاص ضرورت ہے۔

بہرحال میں آپ کی کرم فرمائی کی منتظر رہوں گی۔ میرے لائق کوئی خدمت؟

آپ کی بہن
نجمہ تصدق

# ص۔س صاحبہ حزیں

حزیں یہ مژدہ نو خواب ہے کہ بیداری
کہ ہے کسی کے تغافل کو انتظار میرا

آج ایک طویل مدت کے بعد پھر آپ کو خط لکھنے کی گستاخی کر رہی ہوں اور کون جانے کہ اس کا جواب دینا بھی آپ گوارہ فرمائیں گے یا نہیں اور پھر میری مہمل تحریر اس اعزاز کے قابل بھی کب ہوتی ہے کہ اس کے جواب کے لیے کوئی اپنا قیمتی وقت برباد کرے۔

میں تو سمجھتی تھی کہ آپ مجھے فراموش کر چکے۔ لیکن کل بریلی سے جمیل صاحب کا خط آیا ہے کہ آپ کے نام پر ڈاکٹر صاحب نے چونک کر پوچھا کہ وہ ہیں کہاں آج کل؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بالکل نہیں بھولے۔ یعنی کسی کے یاد دلانے پر چونک ضرور جاتے ہیں۔ جمیل صاحب پوچھتے ہیں کہ کیا وہ آپ کو پہلے سے جانتے ہیں؟ ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

آپ کے تازہ اشعار سُنے ہوئے مدت گذر گئی۔ اب تو کچھ عجیب بیگانگی سی ہو کر رہ گئی ہے۔ نہ کوئی مضمون نظر آتا ہے نہ اشعار پڑھنے کو ملتے ہیں۔ آج کل آپ اپنے مضامین اور اشعار کون سے رسائل میں شائع کر رہے ہیں؟ فروری کے بیسویں صدی میں البتہ زیبا کے نام سے ایک مضمون دیکھا تھا۔ اس کے بعد سے کچھ پڑھنے کو نہیں ملا۔ ابھی کئی دن ہوتے "چمنستان" میں آپ کے افسانوں

کے مجموعہ کا اشتہار دیکھا۔ مجھے یہ تمنا عرصہ سے تھی کہ آپ کی کہانیاں یکجا ہو جائیں سوچ رہی ہوں ایک جلد منگانے کے لئے۔ اور دیوان کب تک منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا۔

پچھلی مرتبہ جو آپ نے ایک غزل بھیجی تھی۔ یوں تو ساری ہی تعریف سے بے نیاز ہے لیکن خصوصیت سے تین شعر اس کے مجھے پسند ہیں۔ شعر

اللہ رے دیوانگیٔ شوق کا عالم
وعدہ نہیں اور جانبِ در دیکھ رہا ہوں

آنسو جو ہوئے خشک تو جلنے لگیں آنکھیں
گہوارۂ شبنم میں شرر دیکھ رہا ہوں

اِس نقطہ پہ مل جاتی ہیں مہجور نگاہیں
میں چاند نہیں اس کی نظر دیکھ رہا ہوں

پچھلے دنوں کھانے پر میں نے کچھ لوگوں کو بلایا تھا۔ کھانے کے بعد شعر اور شاعری کا ذکر چھڑا۔ ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سنا گیا۔ جب میرا نمبر آیا تو میں نے آپ کی یہی غزل پڑھی۔ لوگ تڑپ اُٹھے سن کر اور خصوصیت سے اس شعر پر کہ ؎

اِس نقطہ پہ مل جاتی ہیں مہجور نگاہیں

کیونکہ اتفاق سے اس وقت پورا چاند نظر کے سامنے تھا اور میں نے اس کی طرف اشارہ کر کے اُسے پڑھا۔ غرضیکہ بڑی واہ واہ رہی۔ اس کے بعد ایک جگہ میں چادر پر گئی ملی۔ اس دن میں نے آپ کے مختلف اشعار سنائے۔ ایک صاحبہ آپ کے اس شعر پر جھوم گئیں ؎

میں جب یہ سوچتا ہوں کہ تم سے جدا ہوں میں
پھر یوں یہ سوچتا ہوں کہ کیا سوچتا ہوں میں

کئی بار مجھ سے پڑھوایا اور خود بھی بہت دیر تک پڑھتی رہیں۔ کہنے لگیں۔ عمر میں دو شعر لاجواب سنے ہیں۔ ایک آج یہ شعر اور ایک جذبی کا ؎

جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنا کون کرے؟

یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کا کلام آپ کی زبان سے سننے کا فخر آج تک حاصل نہ ہو سکا۔ حالانکہ کئی مرتبہ ایسا موقع آیا۔ اس مشاعرہ کا حشر تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ کہ کیا ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ نمائش میں علیگڈھ میں تھے تو میں نہ تھی۔ پھر "آسمانی مشاعرہ" کے دن یقین تھا کہ آج ضرور سن سکوں گی۔ لیکن موسم اتنا خراب ہو گیا کہ بجز کے کچھ پلے نہ پڑ سکا۔ میرٹھ میں تو ایک وقت میں ایک ہی جگہ ہونے کے باوجود یہ بھی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ وہاں سماج کے بھاری پردوں نے اس کی اجازت ہی نہ دی۔ کئی مرتبہ آپ میرے سامنے وکیل صاحب کے پاس آئے اور میں نے ان سے کہا بھی۔ لیکن خدا جانے انھوں نے آپ سے سنانے کے لئے کیوں نہیں کہا۔ علیگڈھ میں اگر ہوتی تو یقیناً سن لیتی۔ اب تو مدت سے کانپور میں ہوں۔ اگست میں علیگڈھ میں گئی تھی۔ وسط ستمبر تک یہاں واپس آئی۔ اسی دن سے بخار میں مبتلا ہو گئی اور جان بچی ہوتے ہوتے بچی جس کا ملال ہے۔

اس ہفتہ ارضِ مقدس یعنی آپ کے وطن مبارک جانے کا خیال ہے۔ راستہ میں بریلی آئے گا۔ اگر آپ وہاں ہوتے تو چند گھنٹوں کے لئے اُتر جاتی۔ آپ کی بیگم صاحبہ تو بھول ہی گئی ہوں گی۔ آپ سے کئی مرتبہ خواہش کی کہ اپنا اور مسز بیگم صاحبہ کا عکس جمیل عنایت فرما کر ممنونِ منت کیجئے۔ لیکن آج تک یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ بیرٹھ

میں گلاوٹھی کی ایک صاحبہ کے پاس مسز بیگم صاحبہ اور بچی کی تصویر دیکھ کر بڑا رشک ہوا۔ کاش میرے پاس بھی ہوتی۔ ۔ آپ کی تو دو تصویریں آواز کے پرچے میں سے کاٹ کر رکھ لی ہیں۔ جی ہاں! آپ کو دیکھا کبھی نہیں لیکن پھر بھی پہچان لیتی ہوں۔ افسوس یہ ہے کہ آواز میں بھی آپ کی تصویر علیحدہ نہیں آتی۔ ہر مرتبہ گروپ میں آتی ہے۔ ورنہ اپنی اس بیاض میں جس میں صرف آپ ہی کے اشعار ہیں۔ لگا لیتی۔ بیاض کا نام ہے "رباب شکستہ" کیوں! ٹھیک ہے نا؟

آپ کو بیاض کے لیے بھی کتنی مرتبہ لکھا۔ روپے بھیجنے چاہے تو آپ بگڑ گئے اور خود بھی نہیں بھیجی۔ خدا جانے کیوں؟ لیکن انسان کی ہر خواہش تو پوری نہیں ہو جایا کرتی۔

معاف کیجیے۔ میں نے آپ کا بہت سا وقت خراب کیا۔ علیگڈھ میں صدیقہ بیگم سیوہاروی سے ملاقات ہوئی تھی۔ ملاقات کیا ہوئی تھی ہر دم ساتھ رہتا تھا۔ کہتی ہیں کہ آپ کا وطن سیوہارہ ہے اور میں ان سے خوب اچھی طرح واقف ہوں لیکن پھر بھی وہ اجنبی ہی ہیں یعنی آپ کو جتنا میں جانتی ہوں، وہ نہیں جان سکیں۔

آپ کو عاصمہ کا پتہ معلوم ہے۔ آج کل کہاں ہیں۔ مولانا صاحب غالباً علی گڈھ سے تو چلے گئے۔ اگر زحمت جواب گوارہ فرمائیے تو سنبھل کے پتے پر کیونکہ شاید میں اس ہفتہ میں ہی جاؤں۔ ورنہ پھر یہاں سے بھی مجھے مل ہی جائے گا۔

آپ کی شکیبا

# گیتی آرا بشیر احمد صاحبہ

میری عزیزہ دوست، تسلیم

آپ کا محبت نامہ آج صبح ملا۔ پیاری بہن معافی کی خواستگار ہوں۔ بیشک میں نے خط لکھنے میں کوتاہی کی ہے لیکن سچ کہتی ہوں کہ آپ کو ہرگز نہیں بھولی بلکہ اپنے شوہر، والدہ اور بہن سے وقتاً وقتاً آپ کا ذکر ہوتا رہا ہے۔ آپ کے حسن سیرت اور خلوص نے میرے دل میں اسی وقت گھر کر لیا تھا جب ہم پہلے پہل جہاز پر ہم سفر ہوئے تھے۔

میری والدہ صاحبہ ڈیڑھ سال سخت علیل رہی ہیں۔ ہمیں دن رات پریشانیوں کا سامنا رہا۔ شکر ہے خدائے عزّوجل کا کہ گذشتہ دو ماہ سے وہ روبصحت ہیں۔ گذشتہ سال میری صحت بھی کمزور رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔

فرمائیں آپ کا آج کل کیا شغل ہے۔ آپ کی زندگی تو ہر طرح کے مفید کاموں میں بسر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ مسٹر ہمایوں مرزا صاحب کی صحت کا اب کیا حال ہے؟ آپ کبھی پنجاب کی طرف کا بھی رُخ کریں۔ یورپ سے تو قریب تر ہے۔ لاہور کی مصروفیتوں کا کچھ نہ پوچھئے، فرصت بہت کم ہوتی ہے۔

پنجاب میں آج کل سردی زوروں پر ہے۔ صبح و شام ہاتھ پاؤں ٹھٹھرتے رہتے ہیں فرمائیں پھر کب تک یورپ جانے کا ارادہ ہے؟

آپ نے سنا ہو گا کہ میری والدہ صاحبہ گذشتہ سال اپریل میں یورپ جا رہی تھیں۔ بمبئی پہنچ کر اچانک اس قدر بیمار ہو گئیں کہ ڈاکٹروں نے جہاز پر جانے سے روک لیا۔

زیادہ محبت — خاکسار گیتی آرا بشیر احمد

# لیڈی ذوالفقار علی صاحبہ

مکرمہ بہن صاحبہ۔ تسلیم

بہت عرصے سے خط و کتابت کا سلسلہ بند رہا۔ مگر میں ہمیشہ آپ کو یاد کرتی ہوں۔ آپ کے صاحب کے انتقال کی خبر سے مجھ کو سخت رنج ہوا۔ بہن! شوہر کے بعد بیوی کی زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔ گو زندگی کی ضروریات تو پوری کرنی پڑتی ہیں۔ مگر حسرت اور دل کا چین، سہاگ اور اپنی سب راحتیں، بادشاہت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ آہ! میں تو اس مرنے سے خبردار ہوں۔ زندگی ہی بدل گئی۔ گو دنیا کے کام نہ بند ہوئے، نہ ہوں گے۔ سب کام مجبوراً دنیا کی خاطر کرنے پڑتے ہیں۔ مگر آہ! وہ خوشی، وہ بات کہاں؟

عورت بغیر خاوند کے بہت بری لگتی ہے۔ جوڑے کا بچھڑنا غضب ہے۔ میرے سامنے تو بس گذشتہ زندگی کی ایسی کتاب کھلی ہوئی ہے کہ جو تمام زندگی ختم نہیں ہو گی۔

آپ کی حالت کے خیال سے مجھ کو سخت صدمہ ہے اور چونکہ خود ایسی تلخ زندگی کا تجربہ ہو رہا ہے۔ اس لئے جانتی ہوں کہ آپ کی کیا حالت ہو گی۔ مگر بہن اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ان کی جگہ ہم چلے جاتے۔ میں نے تو بہت دعائیں مانگیں کہ نواب صاحب زندہ رہیں اور میں چلی جاؤں۔ ہائے! شوہر کے بعد زندگی خاک بھی نہیں رہتی بس وقت گزارنا سمجھو مگر وقت کیسے گزرتا ہے؟ یہ خدا کو ہی خبر رہی۔ میں نے جب سے سنا ہے۔ آپ کا تصور اور غمزدہ سوگوار حالت آنکھوں میں ہے۔ خدا مرحوم کو جنت

نصیب کرے۔ اور آپ کو صبر عطا کرے۔ وہ بھولنے کی چیز نہیں جب تک ہم زندہ ہیں۔ ان کو یاد کریں گے اور یاد کو تو وہ ہر وقت دل میں ہے۔ میں تو ہر وقت اپنے شوہر کو دل میں پاتی ہوں۔ زیادہ اس مضمون کو کیا لکھوں۔ اللہ آپ کو اس ناقابلِ تلافی صدمے کی طاقت برداشت عطا کرے اور کیا لکھوں۔

آہ! وہ تو گئے ہم ان کو یاد کرنے، رونے کو رہ گئے۔ اوّل تو خاوند چیز ہی ایسی ہے اور پھر محبت کرنے والا شوہر، جیسے آپ کے شوہر اور میرے تھے۔ دنیا میں بہت کم ایسے ہوں گے۔ مجھ کو تو کوئی ویسا دکھائی نہیں دیتا۔ افسوس ہے کہ ہم رہ گئے۔ ہمارے چاہنے والے چلے گئے۔ یہ ایسی لمبی داستان ہے کہ کبھی ختم نہ ہو گی اور زخمی دل پر آپ کے نمک لگاتا ہے۔ اس لئے اس منحوس مضمون کو لکھنا نہیں چاہتی میری دلی محبت اور سچی ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔ خدا مدد کرے۔ مسلمان کا فرض خدا کی مرضی پر سر جھکانا ہے اور اب ہو بھی کیا سکتا ہے۔ میری حالت بھی نواب صاحب کے بعد بہت خراب رہی۔ مگر خود ہی کوشش کر کے اپنے آپ کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ ورنہ دل تو چاہتا ہے کہ خودکشی کر لی جائے۔ اللہ آپ کو صبر دے۔ دوبارہ دلی ہمدردی اور محبت سے ختم کرتی ہوں۔ بہت خیال آپ کا ہے۔ مجھ کو دل سے شریکِ غم سمجھنا۔

آپ کی دوست

بیگم ذوالفقار علی

# صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ حیا

ا

عزیزی!

اکتوبر کا عصمت اب تک میرے پاس نہیں آیا۔ آپ کا مضمون نہیں دیکھا میری تصویر "ہمجولی" میں شائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی چند ماہ قبل تہذیب کے پرچہ میں سالگرہ نمبر میں میری تصویر چھپی ہے۔ اب بار بار چھپا کر حجام کا آئینہ بنانے سے کیا فائدہ؟ بہت سے انگریزی۔ مرہٹی اور تلنگو اخبارات نے مانگی تھی مگر میں نے نہیں بھیجی۔ آپ کو معلوم ہے کہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ میں خود شہرت چاہتی ہوں۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ میں اپنی تعریف وغیرہ لکھنا پسند نہیں کرتی۔ بہت سے اشعار وغیرہ میری تعریف میں بڑے بڑے لوگوں نے لکھے ہیں مگر میں چھپانا نہیں چاہتی۔ اگر مجھ میں سچائی اور صداقت ہے تو خود بخود کچھ ہو جائے گا۔

دعا کیجئے کہ اسکول کا مکان بن جائے جو روپے میں نے دیئے۔ وہ ختم ہو گئے مکان ناتمام ہے۔ چندے کی ضرورت ہے۔ مجھے اس کی فکر لگی ہے۔ نمائش کی گئی۔ اس میں عرف دوسو روپیہ آمدنی ہوئی۔ پچاس خرچ ہوئے۔

آپ کو تصویر ضرور دوں گی۔ جب آپ کا مزاج درست ہو گا۔ آپ تشریف لائیں گے اس وقت دے دوں گی۔ آپ کی قدر دانی و مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔ خدا آپ کو صحت دے اور ہمیشہ خوش رکھے۔ آمین۔ فقط

صغرا ہمایوں مرزا

## ۲

بھائی صاحب، تسلیم

بھلا میں اِس قابل کہاں۔ یہ صرف آپ کی قدر دانی و عزت افزائی ہے میں جب پیدا ہوئی۔ میرے والد ڈاکٹر صفدر علی مرزا صاحب کو سرکار نظام نے حجاز کا قافلہ سردار بنا کر مکہ معظمہ بھیجا۔ میں چھ ماہ کی تھی۔ میری والدہ صاحبہ نے مجھے میری انا مریم بی کے حوالے کیا۔ میرے چچا اسد علی مرزا صاحب کی نگرانی میں چھوڑ کر مکہ معظمہ روانہ ہو گئیں۔ جب وہ واپس آئیں تو میری والدہ مرحومہ مریم بیگم صاحبہ سے فرماتی تھیں کہ جب اسٹیشن پر ریل ٹھہری تو مجھے لوگوں سے یہ دریافت کرتے ڈر معلوم ہوتا تھا کہ بچی کیسی ہے۔ شاید کوئی یہ نہ کہدے کہ صغرا مر گئی۔ اس ڈر سے زبان سے کچھ نہ کہا۔ جب تمھاری انا تم کو میرے سامنے لائی۔ تو دل باغ باغ ہو گیا۔

میری نانی اماں بھی انھیں کے ہمراہ مکہ روانہ ہو گئی تھیں۔ حالانکہ میں اپنی ماں کی پہلی اولاد تھی اور بہت ناز و نعم کی تھی۔ لیکن انھوں نے مجھے خدا کے حوالے کر دیا تھا۔ میری والدہ مرحومہ نہایت خدا ترس اور خدا پرست تھیں۔ جب وہ مکے گئیں تو ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔

بیرسٹر صاحب نے آپ کو میرے حالات کیا لکھے ہیں۔ مجھے خبر نہیں۔ فقط

صغرا

## ۳

بھائی صاحب

آپ کی مہربانی و عنایت کا شکریہ۔ لیکن دراصل اگر آپ میرا خیال پسند کریں تو میں ہرگز پسند نہیں کرتی کہ میرے حالات درج ہوں۔ کیونکہ دوست و دشمن سب کے ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی کچھ کام کرے تو اس کو اچھا کہنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ برائی بہت کی جاتی ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ ناحق تکلیف نہ فرمائیں۔ فقط

صغرا

# لیڈی محمد شفیع صاحبہ (لاہور)

میری نہایت پیاری بیٹی گیتی صاحبہ۔ السلام علیکم

مزاج شریف! اس ڈاک میں ابھی تک کوئی چھٹی نہیں آئی۔ فکر ہو رہا ہے خدا کرے۔ میرے بچوں نے خیر سے غسل صحت کر لیا ہو۔ آمین۔

یہاں پہنچتے ہی میں ٹامس کُک کے یہاں گئی۔ مگر وہاں ہندوستان کی کوئی چھٹی نہ تھی۔ پیاری گیتی! پرسوں سات بجے شام کو ہم وکٹوریہ اسٹیشن پر پہنچے۔ بہت بڑے بڑے آدمی سٹیشن پر تھے۔ اس وقت کئی کیمروں سے تصویریں لی گئیں۔ یہاں کے سٹی ہوٹل میں رہائش کا سامان کیا گیا ہے۔ ایک فلیٹ جس میں ایک گول کمرہ، اور دو سونے کے کمرے اور غسل خانہ ہم کو دیا گیا ہے۔ ایک نہایت خوبصورت کار جس میں آٹھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ ہمارے لئے ریزرو ہے۔ سر شام پہنچے۔

منگل صبح۔ ابھی ہم تیار بھی نہیں ہوئے ہیں کہ ایک پلٹن کی پلٹن آدمیوں کی سات کیمرے لے کر حاضر ہو گئے۔ اخباروں کے رپورٹر کھڑے تھے۔ ابھی بکس بھی نہیں کھولے تھے۔ جو ہاتھ آیا۔ پہن کر تصویروں کے لئے بیٹھے غرضیکہ تین بجے اس دن ہماری تصویریں لندن کے اخباروں میں تھیں۔ جہاں آرا کی تصویر تو بیسیوں اخباروں میں نکلی جو کہ اقبال میاں آپ کو بھیج رہے ہیں۔

اب جان سنئے۔ کل سارا دن جہاں آرا ٹیلیفون پر بیٹھی رہیں۔ گول کمرے میں ٹیلیفون ہوتی ہے کہ ہم سر محمد شفیع کے پرائیویٹ سیکرٹری سے بات چیت

کرنا چاہتے ہیں۔ اور جہاں آرا کے کمرے میں ٹیلیفون ہوتی ہے کہ بیگم شاہ نواز ممبر آف راؤنڈ ٹیبل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر جہاں آرا کو معلوم ہوتا کہ اسے راؤنڈ ٹیبل پر بیٹھنا ہے تو سکرٹری کا کام کسی اور کے سپرد کرنا تھا۔ اب سیکڑوں چھٹیاں اور رفوٹیشن جواب دینے والی۔ اخباروں کے رپورٹر۔ ٹیلیفون۔ جہاں آرا کے لئے بہت ہی کام ہے۔ سارا دن ملنے والے۔ اس وقت آپ کے والد صاحب اور وہ میز پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ رات کے دس بجے ہیں اور میں یہ چٹھی لکھ رہی ہوں۔ احمد نواز کے لئے آج ایک نرس رکھی ہے۔ میری پیاری بیٹی! میں کس طرح اس پاک پروردگار کا شکریہ ادا کروں۔ جس نے اپنی عنائت سے بے حساب فضل مجھ پہ کیا ہے۔ اے میرے آقا! میں کن الفاظ میں تیرا شکریہ ادا کروں۔ مجھے میرے ہندوستان والے بچوں کی خیر خبر سُنا اور میں خیر سے ان کو دیکھوں۔ آمین!

پیاری گیتی! میں کس طرح لکھوں کہ میں آپ کو کس طرح یاد کرتی ہوں۔ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر آپ کا نام وردِ زبان ہوتا ہے۔ جہاں آرا کہتی ہے۔ والدہ! میں آپ سے زیادہ حوصلہ والی ہوں۔ کل آپ کے پاپا جی کہنے لگے کہ اگر اس طرح اداس رہنا ہے تو چلی جائیں۔ گیتی پیاری! دُعا کریں کہ خیر سے یہ مرحلہ طے ہو جائے اور میں خیر سے آپ کے والد صاحب اور سب کو لے کر گھر آؤں۔ آمین۔

نہ ورزش ہے نہ کچھ ہے۔ تن بدن کا ہوش نہیں ہے۔ سارا دن کام اور ملنا ملانا ہے۔ یہاں کی سردی اور موسم دلچسپ ہوتا ہے۔ ابھی تک تو چنداں سردی نہیں ہے۔ ہم تو پہلے ہی لکھنے لگے تھے کہ ممتاز کو بھیج دیں۔ آپ نے اچھا کیا اس کو

بھیج دیا۔ خدا کرے۔ خیریت سے پہنچ جائے۔ ابھی تک ساڑھیوں کے پارسل بھی نہیں ملے۔ شاید کل پرسوں تک مل جائیں۔

آپ کی خیریت کی خبروں کے لئے ترس رہی ہوں۔ بچّوں کے آپریشن کے بعد کوئی چھٹی نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ خیریت کی خبر سنائے۔ ممتاز پیاری آجائے تو ماں کا کچھ ہاتھ بٹائے۔ ہم تو ایسی عزتوں کے قابل نہیں ہیں۔ یہ تو صرف اس مالک مہربان کی عنایت ہے۔ آج امریکہ کے اخباروں والے آکر اصرار کرنے لگے کہ جہاں آرا کوئی تصویر دیں۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ آج ہی تصویریں لی گئی ہیں۔

پیاری گیتی اگر آپ کے والد صاحب خیر سے اچھے رہیں اور محمد اقبال اکتوبر کا مہینہ کالج میں خیر سے رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ دس نومبر کو میں لیڈی کریرا کے ہمراہ آجاؤں گی کیونکہ آپ کی جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ اللہ خیر کرے۔ براہِ مہربانی اپنی صحت کا خیال رکھیں اور مجھے لکھیں کہ آپ کی طبیعت کیسی رہتی ہے۔ اپنے آپ کو کسی شغل میں لگا رکھا کریں۔ نیز ہفتے میں ایک تھیٹر اور ایک دوبار سینما جایا کرو۔ اپنے دل کو زیادہ اداس نہ ہونے دو۔ میں شب و روز صحت و سلامتی کی دعائیں کرتی رہتی ہوں۔ خداوند کریم آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین۔ میری پیاری بچی! کس طرح آپ نے اپنی بہن کی خاطر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا نیک اجر دے۔

بچوں کو پیار دیں۔ دل تو چاہتا ہے کہ لکھتی جاؤں مگر ابھی اور بہت خط لکھنے ہیں۔ میری پیاری نسیم کو پیار دیں۔ اچھا! میری پیاری بیٹی۔ خدا حافظ۔

آپ کو ہر وقت یاد کرنے والی ماں

امیر النساء

# جمیلہ بیگم صاحبہ ۔ کلکتہ

## ۱

جناب مکرمی ۔ تسلیم

آپ کا تعزیت نامہ پہنچا ۔ اس ہمدردی کا دِلی شکریہ ۔ کیا بتاؤں اس نقصان عظیم نے میری جو حالت بنائی ہے ۔ وہ بیان کی قوت اور احاطۂ تحریر سے باہر ہے ہر چند کوشش کرتی ہوں کہ اس غم کو بھول جاؤں ۔ مگر یہ بھی کسی کے بس کی بات ہے ماں کا صدمہ ایسا گراں گزرا ہے کہ شاید اولاد کا بھی اس قدر نہ ہوتا ہوگا اور بالخصوص اس ہستی کے لئے جس کی دنیا اس سے بنی ہوئی تھی ۔ اماں کیا دنیا سے گئیں کہ مجھے کہیں کا بھی نہ رکھا ۔ ان کے دم سے شیرازہ بندھا ہوا تھا جو بکھر گیا ۔ ایک کارخانہ جو باقاعدہ چل رہا تھا ۔ گویا بند ہو گیا ۔ اماں نہیں مریں ۔ مجھ کو مار گئیں ۔ وہ میرے زیادہ لکھنے پڑھنے سے بیزار رہتی تھیں ۔ آج میں خود لکھنے پڑھنے سے بیزار ہو رہی ہوں اُس وقت اطمینان سے بیٹھی لکھتی یا پڑھتی رہتی تھی ۔ کسی بات کی فکر نہ تھی ۔ اگرچہ بیماری میں ان کی تیمارداری یا خانہ داری کی کوئی دیکھ بھال بھی کرنی پڑی تو بھی ایک غیر ذمہ دارانہ حیثیت سے بچوں کی طرح جو حکم ملا کیا ۔ پھر کیا ہوا ، کیا نہیں ہوا ، اس کی خبر نہیں ۔ . . . اطمینانِ قلب مفقود ہو گیا ۔

بھائی تو جنگ میں جا کر والدہ کو بن موت مار گئے ۔ ورنہ وہ میرے بھائی اور بہن مل کر سب کچھ اپنا انجام دیتے اور میں اپنی قدیمی دھن میں اپنا غم غلط کر رہی ہوں ۔ . . کبھی تو بہ دم بشاش اور شگفتہ نظر آتے ہیں ۔ تدبیریں پیش کرنا فرض تھا ۔ آج کسی بات پر بھی

ہنسی نہیں آتی۔ آپ کو غالباً یہ دردناک خبر بسمل صاحب سے ملی ہوگی۔

شہاب میں یہ خبر دیکھ کر کہ ہماری آصف جہاں کے والد نے بھی اچانک قضا کیا۔ بہت ہی افسوس ہوا۔ مگر کیا بتاؤں۔ ان کا پتہ کدھر گیا۔ یاد بھی نہیں۔ لہٰذا انھیں پرسہ کا خط بھی نہ بھیج سکی۔ ایک خط آپ کے خط کے ہمراہ بھیج رہی ہوں۔ اگر ان کا مکان قریب ہو تو بھجوا دیجئے گا۔

اتنے دنوں یعنی دس ماہ رانچی رہ کر اور اس واقعہ فاجعہ کی وجہ سے متاثر ہو کر اب کلکتہ جا رہی ہوں جو قسمت میں ہوگا وہ بتانا لازمی ہے . . . میں تنہا مردانہ مکان میں وہاں بھی نہیں رہ سکتی۔ آہ! ایکدم سے سارا شیرازہ بکھر گیا اور مجھ غریب کی اطمینان کی سکونت گم ہو گئی۔ فقط

خیر طلب
جمیلہ بیگم

## ۲

جناب . . . صاحب۔ تسلیم

مزاج شریف! آج ایک مدت مدید پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں شکریہ ادا کرنے، آپ نے ازراہِ عنایت عصمت کے سالگرہ نمبر اور ادیب جون کے پرچے میں مجھ خاکسار کی نسبت اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اگر آپ کی دیرینہ عنایت کا مجھے فیض حاصل نہ ہوا ہوتا تو میں سمجھتی کہ ضرور کسی نے میری ہنسی اڑائی ہے۔ بھلا میں کس قابل ہوں کہ قابل ادیبوں اور انشا پردازوں میں میری گنتی ہو

تاہم آپ کی مہربانی نے مجھے اس قابل احترام صف میں لا کھڑا کیا۔ میں آپ کی تہہ دل سے شکرگذار ہوں۔ تاہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ میں حقیقت میں ایسی اچھی لکھنے والی نہیں۔ البتہ آپ لوگوں کی عنائت اور حوصلہ افزائیوں کا نتیجہ ہے کہ کچھ پڑھ لکھ لیتی ہوں۔

بھائی صاحب! سچ کہتی ہوں کہ مجھے اپنی اس تحریری سستی کا کس قدر افسوس اور کیسی ندامت ہے۔ آپ دل میں میری اس احسان فراموشی کی داد دیتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ اتنی کتابیں عنایت کیں۔ مگر یہ منحوس اس قدر جلد ہی فراموش کر بیٹھی۔ نہیں! میں حقیقت میں اپنے کرم فرما بھائی کو نہیں بھولی ہوں مگر نہ معلوم کیوں اب مجھے لکھنے پڑھنے میں اس قدر مستعدی نہیں۔ پڑھتی تو ضرور ہوں مگر وہی اخبارات یا خشک مضامین۔ اور لکھنے میں بیحد تساہل کرتی ہوں۔ بالخصوص خطوط لکھنا تو اس قدر کم ہو گیا ہے کہ شاذ ہی کسی کو لکھتی ہوں۔

تہذیب النسواں، عصمت اور تمام پرچوں میں بیشتر کی بہ نسبت بہت ہی کم لکھتی ہوں۔ حیدرآبادی دو رسالے آپ کی عنایت سے اب تک بدستور آ رہے ہیں۔ ایک تو شہاب ناہید، دوسرا ہندوستانی ادب۔ جولائی کے پرچے ہندوستانی ادب میں بھی میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ بھائی بسمل ضرور شاکی ہوں گے کہ میں اب بہت ہی کم لکھنے لگی ہوں۔ مگر گذشتہ ماہ شہاب میں ایک مضمون اور بھائی صاحب کو اپنا خط لکھا تھا جو ہنوز تشنۂ جواب رہا۔ ادیب میں اکثر لکھتی ہوں۔ عصمت میں بھائی رزاق کے خوف سے ہمیشہ لکھتی ہوں۔

آپ ان دنوں کاغذ کی نایابی کی وجہ سے ضرور تصنیف سے دست کش ہو گئے

ہوں گے۔ سنہ ۴۱ء، سنہ ۴۲ء نہ معلوم آپ نے کیا کیا تصنیف کیا۔ مدتوں سے کوئی خبر نہیں ہے۔ میرا خیال ہے۔ سنہ ۴۲ء تک میں نے آپ کو خط لکھے ہیں۔ کلکتہ کی بمباری سے شاید یہ سلسلہ موقوف کر دیا تھا۔ ٹھیک یاد نہیں۔ بہرکیف میں آپ سے معافی کی خواستگار ہوں۔ کیا بتاؤں، اس بے کیف اور بدمزہ زندگی سے اکتا سی گئی ہوں۔ والدہ محترمہ کی زندگی میں یہی زندگی کس قدر محبوب تھی۔ میں ایک طالب علم یا ایک لڑکی کی حیثیت سے ہر دم لکھتی پڑھتی یا گھریلو کام کی نگرانی میں مصروف رہتی۔ اب اگرچہ کسی قسم کی ذمہ داریاں نہیں ہیں۔ بھائی کے شامل ہوں۔ زیادہ تر کام ملازمین کے سپرد ہے۔ میری ایک بھتیجی چار سال کی ہے۔ میں اس کی پیدائش کے بعد سے اس قدر اس سے انس رکھتی ہوں کہ شاید رفتہ رفتہ اسی میں لکھنا کم ہو گیا۔ ہر وقت وہ اپنی پیاری معصوم اور دلکش اداؤں سے مجھے محو رکھتی ہے۔ اس لئے اور کسی شغل میں دل نہیں لگتا۔

امید کہ آپ مع قبائل کے بخیریت ہوں گے اور جلد مجھے جواب لکھ کر مطمئن کریں گے۔

فقط۔

نیازمند

جمیلہ بیگم

# قمر-ایس-اے قادری صاحبہ-ممبئی

۱

خاتونِ محترم! سلام شوق

بچپن ہی سے میں آپ کے لاثانی کلام کی گرویدہ ہوں اور جب کبھی آپ کا کلام میری نظر سے گزرتا ہے۔ میں اُسے نہایت شوق سے پڑھتی ہوں اور بار بار پڑھتی ہوں۔ پھر بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ اور قلب پر ایک وجدانی کیف و سرور چھا جاتا ہے۔

پچھلے ہفتے برادرِ محترم ودیا پرکاش سرور نے آپ کے کلام کا بلند پایہ مجموعہ "متاعِ حرم" میرے نام وی۔پی کیا۔ میں یہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ کہ مجھے "متاعِ حرم" پاکر کس درجہ مسرت حاصل ہوئی۔ اگرچہ آپ کا کلام میری فہم نارسا اور ناقص تعریف سے کہیں بالاتر ہے۔ مگر پھر بھی اس جذبۂ عقیدت کا تقاضا ہے کہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے جذباتِ قلبی کا اظہار کر ہی دوں۔

محترمہ! آپ کا کلام اوّل سے لے کر آخر تک ایک ملکوتی نغمہ ہے جو قلب و جگر کی گہرائیوں میں پہنچ کر دل میں ایک میٹھا میٹھا درد اور جگر میں ایک لطیف کسک پیدا کر دیتا ہے۔ آپ کے دل سے نکلے ہوئے بے ریا الفاظ کی روشنی روح کو ضیا اور قلب کو جلا بخشتی ہے۔ میں آپ کے پُرزور تخیل اور پاکیزگیِ کلام کو دیکھ کر بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہوں ؎

حسن آئینۂ حق اور دل آئینۂ حسن
دلِ انساں کو ترا حسن کلام آئینہ

"متاعِ حرم" کی اشاعت پہ ناچیز کی طرف سے اظہارِ مسرت اور دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ دعا ہے کہ آپ کے کلام کو ہندوستان میں وہی عظمت حاصل ہو۔ جو مغرب میں شیکسپیئر کے کلام کو اور مشرق میں سعدی و اقبال کے کلام کو حاصل ہے۔ میں دلی عقیدت و ارادت کے ساتھ آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کی متمنی ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز کیش

قمر ایس اے نادری

# شاکرہ مجید الدین صاحبہ

میری عزیزہ بہن ۔ تسلیم

سانحہ دردانگیز و ہوش ربا کی اطلاع ملی۔ آپ کو کیا لکھوں؟ اور کیونکر لکھوں؟ خوب جانتی ہوں۔ ایسے مواقع جب بھی پیش آئے ہیں۔ آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی ہے۔ بلکہ آپ سے زریں اور پاکیزہ خیالات دوسروں کے لئے بھی شمع ہدایت ثابت ہوئے ہیں۔ اس لئے یقین ہے کہ آپ کی شخصیت جادۂ اعتدال سے ہرگز علیحدہ نہ ہوگی۔ تلقینِ صبر ایک رسمی چیز ہے۔ البتہ اس کی قائل ضرور ہوں۔ کہ اعزہ و احباب کا شریکِ غم ہو کر اظہارِ ہمدردی کرنا تقویتِ قلب کا باعث ضرور ہوتا ہے۔ لیکن کیا میری یہ تحریر اظہارِ ہمدردی کے معیار پر پوری اترنے کی اپنے میں اہلیت رکھتی ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ایک دل شکستہ اور رقیق القلب ہستی اپنی تحریر یا تقریر کے ذریعے کس طرح کسی کے لئے باعثِ تسکین ہوسکتی ہے۔ جس کا دل خود ہی ہر تحریکِ درد پر پاش پاش ہو جاتا ہے۔ دل غمگین ہے۔ جی چاہتا ہے۔ لکھوں اور لکھتی چلی جاؤں۔ مگر ڈرتی ہوں۔ خیالات و جذبات کی فراوانی میں بہک نہ جاؤں۔ کیونکہ خیالات میں تسلسل نہیں ہے۔ میری نگاہ میں میرے خیالات مثلِ افق کے ہیں۔ یہاں سے دیکھئے تو تاحدِ نظر آسمان کا اختتام! لیکن وہاں پہنچنے پر پھر اتنا ہی فاصلہ — بعینہٖ یہی حالت میری اور میرے خیالات کی ہے۔ دنیا کی بے ثباتی پر غور کرتی ہوں۔ کبھی موت و حیات کا فلسفہ دماغ کو آماجگاہ کرب بناتا ہے۔ کبھی گزرے ہوئے زمانے کی یاد روح کو تڑپا دیتی ہے۔

کس قدر روح فرسا احساس ہے۔ اس کرب کو وہی شخص جان سکتا ہے۔ جس کے ساتھ ایسے مواقع پیش آتے ہیں۔ بار بار سوچتی ہوں کہ موت کیا ہے۔ عقلی دلائل، عقل پر حقیقت کا خوبی سے انکشاف کر دیتے ہیں۔ لیکن میں جس نقطہ نگاہ سے موت کی حقیقت کو غور کرتی ہوں۔ اس میں نہ تو ارسطو کے مباحث رہبری کرتے ہیں۔ اور نہ ابن رشد کے دلائل معاونت کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ انسان صرف ایک مرتبہ دھوکا کھاتا ہے۔ لیکن میں ہمیشہ فریب خوردۂ خیال رہی۔ اس طلسم خانۂ دل کی بارہا سیر کی۔ لیکن ہر مرتبہ ایک نیا فریب کھایا۔ ایوانِ خیال کے بلند میناروں پر میں نے ہر دفعہ مسرت وطمانیت کو رقصاں دیکھا۔ مگر افسوس وہ ہمیشہ سراب کے مانند ثابت ہوئے۔ بیشک دُنیا فانی ہے۔ یہاں کی کسی چیز میں دوام نہیں ہے۔ زندگی ایک دھوکا ہے۔ فریب ہے مگر نہیں! ہم جانتے ہیں کہ دُنیا کی ہر چیز ایک دن مٹ جائے گی۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ صبر و شکیبائی سے کنارہ کش کیوں ہے۔

آہ! دل و دماغ کی کشمکش نے اور بھی پاگل بنا دیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ خوب تڑپے۔ مگر دماغ اپنے عقلی دلائل سے تڑپنے نہیں دیتا ہے۔ بیچارہ خاک مٹی کا بنا ہوا انسانی مجسمہ۔ قدرت کی ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ احساسِ درد کے ساتھ فہم وادراک کی قوتیں بھی مجتمع کر دی ہیں۔ پروردگار ہی جان سکتا ہے کہ اس اجتماع الضدین کی مصلحت کیا ہے۔

اف! معاف کیجئے گا۔ بھٹک رہی ہوں اور بُری طرح! —— میری اس بے ربط تحریر ہی سے آپ اندازہ لگالیں کہ میرا دماغ کس قدر منتشر ہو رہا ہے۔

لہٰذا اپنا قلم روکتی ہوں۔ خواہ مخواہ لکھ کر آپ کی نگاہ خراشی کا سبب نہ ہوں گی۔ یہ تو میں پہلے ہی جانتی تھی کہ میری تحریر اظہارِ ہمدردی کے مقصد کو پورا کرنے سے قاصر رہے گی اور نہ وہ سکونِ قلب ہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ میری تحریر کچھ بھی وقعت رکھتی ہے؟ والسلام

اندوہگین آپ کی

شاگرد

# بیگم ادیب صاحبہ (لاہور)

میرے رُوحِ رواں میرے پیارے ادیب!

تم کہتے ہو کہ میں تمھیں ایک محبوب کی طرح نہیں چاہتی! اُف! اتنی بڑی ہلاکت آفریں غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو۔ ویسے تو بڑے ماہر نفسیات بنتے ہو مگر ایک عورت کی محبت کا صحیح اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

کل دوپہر تم نے دیکھا۔ میری کیا حالت تھی! یہ محض تمھاری جنوں خیز الفت کا کرشمہ تھا۔ کیونکہ صبح سحر کے وقت جاتے ہوئے میں نے تم سے دریافت کیا تھا کہ کب لوٹو گے تو تم نے کہا تھا "آدھ گھنٹے تک" لیکن بجائے آدھ گھنٹہ چھوڑ تین گھنٹے گذر گئے۔ تم نہ آئے۔ جانتے ہو کہ محبوب کا انتظار کتنا اضطراب انگیز اور روح کش ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میرے دل و دماغ پر اس قدر افسردگی چھا گئی۔ کہ تمھارے آنے پر بھی طبیعت بحال نہ ہو سکی۔

تم کہو گے کہ کل میں پہنچا تو اس وقت میں نے یہ بات کیوں نہ بتا دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں تمھیں اپنی ایسی جنونی کیفیتوں سے آگاہ کر کے نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔ کیونکہ اگر تمھیں ایسی باتیں سُنائی جائیں اور انھیں قبول کر کے تم گھر ہی پہ رہنا شروع کر دو تو یہ مستقبل کو تاریک بنا دے گی اور تمھاری ترقی کی راہ میں بھی روڑا اٹکانے کا موجب ہو گی اور میں تمھارے مستقبل کو درخشاں دیکھنے کی متمنی ہوں۔ اس لئے میں تنہائی میں بے قرار دل کو ضبط و انتظار کا درس دیتی رہتی ہوں اور اس کا خاطر خواہ اثر دیکھ رہی ہوں۔ اب اگر تم باہر ہو تو میرا دل تلملائے

کے بجائے مطمئن نظر آتا ہے۔

ویسے بھی میں کسی کو پابند۔ یوں میں جکڑنا خلافِ انسانیت سمجھتی ہوں۔ جس بات پر میں دوسروں کو مطعون کرتی ہوں۔ خود عمل نہیں کر سکتی۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ کبھی میں مطالعہ کی بے حد شوقین تھی۔ مگر اب ایک لفظ بھی نہیں پڑھ سکتی۔ یہ بھی تمھاری محبت کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے ــــ بتاؤ اور کیا چاہتے ہو؟ مجھے نہ دین کا چھوڑا اور نہ دنیا کا۔ محض تمھاری ذات کے لئے وقف ہو کر رہ گئی ہوں۔ مگر تمھیں پھر بھی یقین نہیں آتا ؎

اپنی خاک بھی لحد میں نہ رہی مہر باقی
انھیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

تمہاری اپنی
نجمہ

# بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر

محترمی! تسلیم

شاخسانے والے مضمون سے متاثر ہوتے ہوئے آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میں اس سے متفق نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اصطلاحات کے عنوان سے جہاں بعض اہم اور غور طلب امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہاں چند ایسے سخت دل شکن جملے بھی کہے ہیں جو یقیناً تکلیف دہ ہیں۔ مگر آپ کا یہ استدلال کہ، "میری کتابوں کی کسی کو ضرورت ہی نہیں" میرے نزدیک دُرست نہیں۔ آپ کو اپنے ارادوں پر مستقل رہنا چاہیئے۔ اُردو زبان کو اور ملک کو آپ کی کتابوں کی، اور آپ جیسے سچے بہی خواہ اور سرگرم مصنفین کی شدید ضرورت ہے۔ آپ خود غور فرمائیں کہ ہمارے یہاں بے غرض کام کرنے والوں کی تعداد کتنی کم ہے۔ اتنی کہ انہیں بآسانی گنا جاسکتا ہے۔ گنتی کے یہ لوگ اگر یونہی متاثر ہوتے جائیں تو پھر فروغ ادب کی وہ ساری کوششیں رائیگاں ہو جائیں گی جو سالہا سال کی محنتوں کا ثمر ہیں۔ آپ کی ادبی خدمات مسلّمہ ہیں۔ آپ کی کتابیں قدر اور وقعت سے دیکھی جاتی ہیں علمی حلقوں سے آپ کی کنارہ کشی اتنی آسان نہیں۔ جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ چند سطور آپ کے عزم کو بدلنے میں کارگر ثابت ہوں۔

موجودہ آزادی اور پردے کے متعلق جو استفسار کیا گیا ہے۔ میں بجائے ایک طویل جواب کے اس وقت صرف اس قدر لکھ دینا اپنے خیالات کی ترجمانی کے لئے کافی سمجھتی ہوں کہ ان دنوں عام طور سے آزادی اور ترقی کا جو مفہوم ہے۔ وہ سراسر

غلط اور بے سر و پا ہے۔ ہر وہ چیز جو تشریعی حدود سے متجاوز ہو جاتے۔ وہ یقیناً مضر ہے۔ مسلمانوں کی تباہی کا اصل سبب ان کی اپنے مذہب سے لاعلمی اور روگردانی ہے۔ ورنہ ہمارے لئے مذہبی پابندیوں کے ساتھ ساتھ جائز آزادی کا اس قدر وسیع تصور موجود ہے۔ جس سے مستفید ہوتے ہوئے ہم حقیقی معنوں میں ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

موجودہ صورت میں ہمیں اپنے فرائض سے واقف اور اپنے مذہب کے اصولوں پر کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیازمند

بشیر

# فاطمہ لیاقت حسین صاحبہ

عاملۂ باعمل! اللہ کرے شوقِ ستم اور زیادہ

کیا سچ ہے کہ تم سحر جانتی ہو؟ اگر یہ حقیقت ہے تو کیا ملکِ خدا تنگ تھا؟ تم نے مجھی کو منتخب کیوں کیا؟ میں نے تو تمھیں خط لکھنے کی قسم کھالی تھی۔ خدا جانے کیوں یہ حماقت کر بیٹھی۔ اوہو۔ آپ کا غرہ! اور یہ فخریہ مسکراہٹ؟ کیا تم نے مجھے زنانِ مصر تو سمجھ نہ لیا۔ جنھوں نے یوسف کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں۔ یا وہ دیوانہ جو جھونپڑیوں میں بیٹھ کر محلوں کے خواب دیکھے۔ آخر تم نے خود کو سمجھ کیا رکھا ہے اس قدر غرور و ناز کیوں ہے؟ کیا زمانہ بھر کو اپنا پرستار سمجھ رکھا ہے۔ آخر دماغ میں سودائے خود پرستی کیوں ہے۔ کیا سارا عالم بندۂ بے دام بن کر آپ کے درِ نیاز کی جبیں سائی کرے۔ ہر غریب مجبور رہو کہ خود کو آپ کی ستم ظریفی سے محظوظ ہونے کے لئے پیش کرے۔ کیا آپ کو اپنے علم و ادب، گفتگوئے دلکش اور ظرافت پر ناز ہے؟ کیا سرکار عالی! خود کو اقلیم پرستش کی ملکہ سمجھتی ہیں کہ دوسروں کو آپ کے در کی سجدہ ریزی کے لئے حیات جاوید کی تمنا کرنی پڑے۔ آپ کی ہر رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑے۔ دل چاہتا ہے کہ اس وقت دل جلے بوڑھے فلسفی کے کہنے کے برعکس جتنی بد دعائیں یاد ہوں سب صرفِ زباں کردوں۔ جانتی ہو کہ اگر مجھے ایک دن کے لئے بھی منصب خدائی مل جائے تو کیا کروں؟ سب سے پہلے تمھارے دعویٰ . . . . کی دھجیاں بکھیر کر اسی قدر ہنسوں جتنا تم غم کرو۔

اللہ رے تمھاری وہ شانِ استغنا ـــ وہ ـــ وہ دعویٰ پرستش۔ تمھارا جواب ہوگا کہ

یہ تو ایک ذریعہ تفریح ہے۔ دل بہلانے کا سامان! اللہ رے تمہارا ہلاکت آفریں مشغلۂ تفریح!

اجی حضور! یہ تو صرف "معشوقِ حقیقی" کے لئے رہنے دیجئے۔ اب تو عرش سے اتر کر ذرا فرش ہی پہ رہئیے۔ چلیں بڑی وہاں سے شاعرۂ بے مثال بن کر دوسروں کا دماغ پریشان کرکے ہنسنے کے لئے۔ ڈرو۔ دیکھو تم کو اس جرم کی سزا کیا ملتی ہے۔

سنتے ہیں پہلے ساحروں کو سزا دی جاتی تھی۔ لیکن یہ کون سا ہلاکت خیز دور ہے کہ ان کو مکمل آزادی دے دی گئی ہے۔ کاش مجھے ایک دن کے لئے بھی منصب خدائی مل جاتا تو تم جیسی دعویدارانِ خدائی کے لئے کیا کچھ کرتی اور کس کس طرح ان کو سزا کر خوش ہوتی۔

بیچارے دلی چلے، مومن دہلوی کو بھی ایسوں ہی سے سابقہ پڑا تھا اور ان کو اپنے چارہ فرما کے لئے قیدیٔ زنداں ہونے کی دعا کرنی پڑی تھی۔ بہرکیف میری وحشت ایسی کس مپرسی کی حالت میں نہیں جس کا صبر تم پہ نہ پڑے۔

اس حماقت کے بعد اب میں نے سخت قسم کھالی ہے کہ اگر تم سے مراسلت کو جی چاہے گا تو انگلیاں کاٹ ڈالوں گی۔ آنکھیں پھوڑ لوں گی اور وہ دل ہی نکال پھینکوں گی جس میں تم سے ملنے کی خواہش پیدا ہو تاکہ تمہارے سر پہ غرور کچھ تو نیچا ہو۔

تمہاری دشمن

فاطمہ لیاقت بلگرام

# انیس فاطمہ صاحبہ مبوق

مسولی

عزیزہ سلمہا - دعائیں لو،

خط ملا، بہت دنوں سے تم سب کی خیریت نہیں معلوم ہوئی تھی - خدا کا شکر ہے بہن عالیہ کو صحت ہو گئی - انشاء اللہ اسی طرح بھائی صاحب بھی تندرست ہو جائیں گے - ربیعہ نے مجھ سے خطوط کے مسودے مانگے ہیں - بھلا میرے خط اس قابل کہاں؟ ساری تحریر اپنا دکھڑا اور خاندان کا قصہ ہوتی ہے - اس میں کسی ادبی خصوصیت کا شائبہ تک نہیں ہوتا - ایسے خطوط کی اشاعت سے کیا فائدہ - دوسرے مسودہ تو میں نے آج تک کبھی رکھا ہی نہیں - آج تک کبھی کوئی خط دو کاغذوں پہ لکھا ہی نہیں ہے - ترمیم و تنسیخ سے ہمیشہ اُلجھن رہی - اس لئے مسودے تو سرے سے موجود ہی نہیں - جن کو لکھا - ان کے پاس بھی شاید کوئی خط نہ پڑا رہ گیا ہوگا - اب سے چند سال پہلے مجھے شوق تھا کہ خطوط میں کسی قدر ادبی چاشنی ضرور ہو - لیکن بیماریوں نے دماغ کی ساری جدت اُپج اور طبیعت کی ساری لطافت کم کر دی - اب کیا ع

جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

میں ربی کو مارے کاہلی کے علیحدہ خط نہیں لکھ رہی ہوں - اس تحریر کو بہ یک کرشمہ دو کار سمجھو اور دونوں پڑھ لو - یقین مانو اگر کوئی تحریر موجود ہوتی تو میں ربی کو خط بانے ہی فوراً بھیج دیتی - بھلا مجھے انکار ہی کیوں ہوگا؟ اتنی خیرت دار بھی تو نہ تھی کہ اپنی حماقتوں کی تشہیر سے باز آجاتی - لیکن مجھے معذور سمجھ کر معاف کر دیں -

بدقسمتی دیکھو کسی سے کم بخت عشق بھی آج تک نہ ہوا جو ناول کا ایک آدھ باب لکھ ڈالتی۔ بھیجوں تو کیا؟ اگر مضمون ہوتا تو ایک آدھ پڑھ اگر انگل بھی آتا۔ خط کا وجود ہی نہیں۔ اچھا خدا حافظ۔ سب کو سلام و دعا کہہ دینا۔

علی کامل کہاں ہیں۔ کچھ حال معلوم ہو تو لکھنا کہ کرۂ ارض کے کس گوشہ میں سرگرم خرام ہیں۔

انیس

## بلقیس جہاں عرف بیگم جلیس دلہن۔ آگرہ

محترمہ بہن صاحبہ۔ تسلیم

آپ کا پوسٹ کارڈ آیا۔ حالات معلوم ہو کر مسرت ہوئی خصوصاً یہ دریافت ہو کر کہ آپ نے ایک اور انجمن کی بنیاد ڈالی۔ خوش قسمت ہے وہ سرزمین جہاں آپ ایسی قابل قدر ہستی کا ورود ہو۔ خداوند عالم آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور ہماری بہنوں کو آپ کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہماری انجمن کا ماہانہ جلسہ ہو گیا۔ اور یہ انجمن برانچ مسلم لیڈیز کانفرنس آگرہ ہو گی ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد

اگر خارے بود گلدستہ گردد

دیکھئے ہم نے اللہ کا نام لے کر انجمن کو بدل دیا۔ اللہ مالک ہے۔ کانفرنس کا کام تو چل رہا ہے۔ اس لئے امید نہیں کہ آسانی سے ٹوٹ جائے۔ اگر بالفرض محال ہو بھی تو پرانی قائم شدہ کانفرنس ہے۔ ہر فرد قوم کا فرض ہے کہ اس کے بقا کی کوشش کرے۔ جتنی انجمنیں قائم ہیں۔ وہ متحد ہو جائیں تو ایسی مردہ کانفرنس کو استحکام ہو کر "زندہ ہو" اور عملی کام کرنے والی کانفرنس ہو جانے کا فخر حاصل ہو جائے۔ یہی اصل اصول ترقی کا ہے۔ آئندہ اللہ مالک ہے۔

آپ تمام باتوں پر غور کر کے اپنی انجمن کو ضرور کانفرنس کی شاخ بنا دیجیے فیض آباد کو بھی شامل کر لیجیے تو بہت اچھا ہو۔

آیئے! کم از کم ہم اور آپ اس بات پر کمر بستہ ہو جائیں کہ مسلم لیڈیز کانفرنس کی شاخیں ہر شہر میں قائم کر کے کانفرنس کو مستحکم کر دیں اور اس کی مدد سے اتفاق و اتحاد میں ترقی دے کر مشرقی حدود کے اندر ترقی حاصل کریں۔

میں دو ایک روز میں دہلی جا رہی ہوں تاکہ انجمن کو وہاں کی کانفرنس کی شاخ میں منتقل کرا دوں۔ دعا کیجئے کہ کامیاب ہوں۔

امید ہے کہ آپ نے نمائش کے متعلق کام شروع کر دیا ہوگا۔

خاکسار

برجیس دلہن

# نجم السحر صاحبہ بلگرامی

مطلعِ ادب کی نیرِ تابندہ! تسلیم و شوق ملاقات

عنایت ناموں کے جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔ ازراہِ مہر معاف فرما دیجئے۔ اچھا تاخیر کا سبب بھی بتا دوں۔ جب تو یقینی عفو کی حقدار ہوں گی۔ سنئے!

کچھ روز ہوئے میری سہیلی نما بہن تشریف لائیں۔ اس روز دوپہر کو لُو بہت تیزی سے چل رہی تھی۔ سب بزرگ خس خانہ میں تشریف فرما تھے۔ ہم سب کو بھی بلایا گیا اور حکم ہوا کچھ دیر سو جاؤ۔ مگر نیند کہاں۔ اس وقت تو حکمِ حاکم مرگِ مفاجات کا مصداق بن کر لیٹ گئے۔ مگر دل میں ٹھان لی کہ ان لوگوں کے سوتے ہی غائب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ باہر باغیچہ میں آکر سَیر گشت لگانا شروع کیا۔ لیکن پہل میں نے نہیں کی۔ میری شوخ طبع بہن ..... دیکھئے وہ اشارے سے منع کر رہی ہیں کہ اگر نام لکھو گی۔ تو خفا ہو جاؤں گی۔

انھوں نے پانی کا کھیل شروع کیا۔ ہم سب بھیگے۔ شام کو وہ سب تو چلی گئیں۔ اور مجھ کو بہت بخار آیا۔ جس کا سلسلہ بہت دنوں تک چلتا رہا۔ مگر ان شریر بہن کو ضرور دردِ سر ہوا۔ حقیقی بہن کی کمی محسوس کرتے ہوئے مجھ کو ان سے بہت انس ہے۔ لیکن یہ اسی قدر مجھ کو ستاتی ہیں۔

گو پہلے سے نواب بہتر ہوں۔ بخار صاحب بھی تشریف لے گئے ہیں مگر کمزوری بیگم ہنوز تیمارداری میں مصروف ہیں۔ یہ تو رہا ہمارا قصہ۔ اب آپ اپنی کہئے

عقیدت کیش
سحر

# رابعہ سلطانہ صاحبہ نگار لکھنوی

بابو بھائی۔ تسلیم

متواتر بلاووں پر آپ تشریف نہیں لائے۔ شکایت نہیں بلکہ اظہارِ واقعیت ہے۔ پرچہ آپ نے نکالا یا نکالنے جا رہے ہیں۔ اڈیٹر کے خانے میں مجھے بند کیا۔ لیکن ہوا کا خیال نہیں۔ از راہِ عنایت زحمت فرمایئے۔ یہاں آئیے۔ کچھ سمجھئے۔ کچھ سمجھایئے۔ اب تک میں آپ کے مطلب سے ناواقف اور آپ میرے مدعا سے لاعلم۔ افتتاحی مقالہ کس کا ہوگا؟ اڈیٹر یا مینجنگ ایڈیٹر کا۔ اگر میرے ذمے ہو تو اس خدمت کو میں انجام دوں۔ اگر آپ مجھے اس خدمت سے سبکدوش رکھنا چاہتے ہیں تو میری حیثیت پارلیمنٹ میں ملک معظم کی سی ہے۔ سب کچھ سن رہے ہیں۔ کر کچھ نہیں سکتے۔ آخر مجھے جب اتنا سرفراز کیا ہے تو کچھ خدمت بھی مجھ سے لیجئے۔

مضامین آپ نے مکمل فرما لئے۔ میرا خیال تھا کہ میں بھی اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنا پیام "پیام نسواں" کی صورت میں پیشکشِ ناظرین کر دوں۔

بہرحال یہ مراحل آپ کی تشریف پر آسانی سے طے ہو جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آج آپ وقتِ فرصت میں اس زحمت کو گوارا فرمائیں گے۔

آپ کی بہن
رابعہ نگار

# فردوس جہاں نازؔ صاحبہ

خط جو لکھتی ہوں تو مجھے رشک آتا ہے
میں نہ پہنچوں درِ محبوب پہ پہنچے کاغذ

پھولوں سے زیادہ نازک اور خوبصورت اور اس کی خوشبو سے زیادہ مہکی ہوئی ذکیہ! شمیم الفت سے لبریز سلام کرو۔

خلافِ اُمید بلا توقع، آپ کا نامۂ محبت و الفت وصول پایا۔ واللہ دل باغ باغ ہو گیا۔ متعدد بار پڑھا مگر تسکینِ قلب نہ ہوئی۔ کیونکہ اس پڑھنے سے خالہ صاحبہ کی شفقت و محبت، باجی نمیدہ اور آپ کی دلچسپ اور لطیف صحبت کے وہ نقوش جو تا زندگی دماغ میں کندہ رہیں گے۔ یکے بعد دیگرے دماغ میں رقص کرنے لگے اور کافی دیر تک بیخودسی بیٹھی رہی۔ مگر کیا حاصل؟

والدہ صاحبہ کی آواز سے کہ کس کا خط آیا ہے۔ میں اچانک چونک پڑی اور اس طرح تصورات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جو بہت ہی ناگوار گذرا۔ غرضیکہ پیاری ذکیہ تمام دن اسی طرح کھوئی ہوئی سی رہی۔ ہاں! ذکیہ!!

جب سے آپ گئی ہیں۔ سورج اپنے آشیانہ مشرق سے وقت پر روشن ہوتا ہے اور وقت پر اپنے آشیانہ مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ تمام پرندے صبح و شام خدا کی حمد و ثنا میں محو ہو کر دن کو عیش اور رات کو آرام کرتے ہیں۔ ہر طرح کے پھول پھل اپنے مقررہ وقت پر کھل کر لطف اندوز ہوتے ہیں مگر میرے دل کی کلی اب شاید ہی کھلے۔ غرضیکہ کائنات کی ہر شے خوش و خرم اور اس کے چرچے جوں کی

توں قائم ہیں۔ مگر آہ! آپ نہیں ہیں جس کے باعث ہر شے بے کیف اور غیر لطیف معلوم ہوتی ہے۔

اچھا، خیر یہ تو تھی میری ہرزہ گوئی جو بیتابیٔ دل کے باعث لکھ گئی۔ اب سلسلۂ گفتگو شروع کرتی ہوں۔ میں حتی الامکان آپ سے جلد ملنے کی کوشش کروں گی۔ آج ہمشیرہ برجیس صاحبہ کا خط میرے خط کے جواب میں موصول ہوا ہے۔ انھوں نے آپ کا ایڈریس طلب فرمایا ہے۔ کل وہاں بھی خط ارسال کرنے کا ارادہ ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ فقط

آپ کی ناچیز
فردوس

# ثریا بیگم صاحبہ

میری متاعِ عزیز!

اس تکلیف اور مصیبت میں تم جو مجھے کبھی نہ بھولنے کا اقرار کیا کرتی تھیں اور جس کی ہر سانس کے ساتھ میری یاد وابستہ ہوتی تھی۔ اب مجھے اس طرح بھلا بسرا دینا چاہتی ہو۔ جیسے میں کوئی خوفناک خواب تھی کہ جس کی یاد تصور سے جتنی جلدی محو ہو۔ باعث سکون۔ اچھا یوں ہی سہی۔ یوں ہی ہوگی۔ کر دیکھو۔ حاشا وکلا مجھے اس کا کوئی گلہ نہیں۔ شکایت نہیں۔ ہوتی آئی ہے۔ ہوتی چلی جائے گی۔ وہ جو کسی نے کہا ہے کہ

کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

اسے کیونکر جھٹلایا جاسکے گا۔

ایک عرصے سے تمہارے خط کا انتظار کرتی رہی۔ آج آتا ہے کل آتا ہے کل نہیں آئی۔ میں لکھنے کے قابل نہیں ورنہ دفتر کے دفتر اور انبار کے انبار اب تک لکھ بھیجتی۔ چارپائی پہ پڑی سوکھ کر کانٹا ہوگئی ہوں۔ علاج بہ علاج ہو رہے ہیں۔ افاقہ نام کو نہیں۔ یہاں پہاڑ پہ آئی کہ شاید کچھ طبیعت سنبھل جائے۔ مگر مشیت ایزدی میں کسی کا کیا دخل۔ اس کی رحمت کے بھروسے پڑی ہوں۔ خبر نہیں کب اس کی رحمت کا دروازہ وا ہوتا ہے۔ تم سے ملنے کی ہوس دل میں ہے اللہ پوری کرے۔ آمین۔

میری بیماری کی کیفیت محترمہ آپا صاحبہ کی زبانی تمہیں جگجیت نگر میں معلوم

ہوئی ہو گی۔ مگر تم نے جھوٹے سے دو لفظ بیمار پرسی کے بھی نہ لکھ بھیجے۔ ایک میں ہوں کہ ہر سانس میں تم کو یاد کرتی ہوں اور انشاء اللہ کرتی رہوں گی۔ خیر یاد کرنا میرا کام اور بھول جانا کیسے لکھوں تمہارا۔

امید ہے کہ شہناز وغیرہ بخیریت ہوں گی۔

تمہاری بیمار
ثریا

# مسز سیّد نورالحسن ہاشمی

میری پیاری بہن!

کچھ تم نے سُنا؟ اب تیری سرور ویسی نہیں رہی۔ اسکول میں وہ دوڑنا اُچھلنا، کودنا، درختوں پر چڑھنا۔ یہ سب باتیں یُوں یاد آتی ہیں جیسے کسی اور نے کی ہوں۔ اب تو میں ہوں اور بچوں کا چیخنا، رونا، چلّانا یا خانہ داری کا بوجھ۔

تم بیکار میری کوتاہ قلمی کی شکایت کرتی ہو۔ اری لڑکی! فرصت بھی تو ملے۔ سچ جان! کوشش کرتی ہوں کہ کل ضرور اپنی پیاری بہن کو خط لکھوں گی۔ لیکن وہی مثل ہو کر رہ جاتی ہے۔ جس نے کہا کل وہ گیا ٹل۔ مضمون نگاری کا حال نہ پوچھو۔ اس کے لیے تو مستقل قلم بالکل بیکار ہی ہو گیا ہے۔ حالانکہ دل چاہتا ہے۔ اور کچھ لکھ بھی لیتی ہوں۔ مگر وہ ادھورا ہی پڑا رہتا ہے۔

لکھنؤ، جس میں پلی، بڑھی۔ اب تو چار مہینے سے خواب وخیال ہو گیا۔ کہیں ایک جگہ قیام ہی نہیں ہے۔ کبھی بھوپال ہے۔ کبھی علی گڈھ اور کبھی سندیلہ۔

سُنو! کچھ دن اور مزے کر لو۔ پھر کہاں یہ دن آزادی کے نصیب ہوں گے۔ خدا کے فضل وکرم سے مجھے سب خوشیاں نصیب ہیں۔ لیکن وہ کنوارپنے کی آزادی کہاں کہ جب اور جس وقت دل چاہا اور چل دیئے۔ قلم اٹھایا اور کئی کئی مضمون ایک وقت میں لکھ ڈالے۔ اب تو فرصت کے اوقات ہی بہت کم

ہیں۔ دن معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کدھر آیا، کدھر گیا۔

یہ نہ سمجھنا، میری پیاری کشور۔ میں تم کو کبھی بھول سکتی ہوں۔ شاید ایسا کوئی منحوس دن ہوتا ہو کہ تمھاری صورت میری نظروں میں نہ پھرتی ہو۔

جواب جلد دینا۔ سب کو سلام۔

تمھاری مشتاق دید
محسنہ سرور

# حسن آرا صاحبہ کوثر

## ۱

کوثر نواز نجم! میری بہت بہت پیاری بہن نجم، تسلیم اور بے شمار دعائیں۔

محبت نامہ ملا۔ شکریہ قبول کیجئے۔ کل اتوار کی وجہ سے رحمت کو نہ بھیج سکی آج بھیج رہی ہوں۔ خدا کرے آپ کا مکان اسے مل جائے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ بھی آپ کی ملازمہ کی طرح بیرنگ واپس نہ آئے۔

کئی دن سے آپ کی یاد بے ساختہ ستا رہی ہے۔ نہ معلوم کیوں رہ رہ کر دل چاہ رہا ہے کہ ہم اور آپ ایک ہی قفس میں بند ہوں اور باتوں کے پل باندھ دیں واقعی! کیسے اچھے دن تھے وہ جب ہم اور آپ ساتھ رہتے تھے۔ ہر جگہ آنا اور ہر جگہ ساتھ جانا۔ پیار و محبت کی باتیں۔ ۔ ۔ ۔ اور حیات افروز مخلصیں جواب خواب و خیال کی دنیا بن کر رہ گئی ہیں۔ مجھ کو سب یاد ہیں اور تمام عمر یاد رہیں گی۔ سچ جانیے میری کوئی گھڑی آپ کی یاد سے خالی نہیں جاتی! میں پہروں صرف آپ کے تصور سے محظوظ ہوتی رہتی ہوں۔ ایسا تصور جو مجھے اس دنیا سے جدا کر کے کسی اور ہی دنیا میں پہنچا دیتا ہے اور میں سمجھنے لگتی ہوں کہ میں اس وقت زمین پر نہیں۔ آسمان پر فرشتوں میں ہوں۔ ہاں تو میرا مطلب یہ ہے کہ ہم نے کئی مرتبہ آپ کے یہاں جانے کا ارادہ کیا لیکن چند مجبوریوں کے باعث اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ لہٰذا اس مرتبہ آپ خود ہی آنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

ہاں! تو مجھے بتائیے، اگر ممکن ہو سکے تو آپ ہی پہلے آجائیے۔ امّی کی خوشامد کیجئے۔ امی بہت اچھی ہیں۔ خوشامد کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ کا تو اشارہ کافی ہے کیا امید رکھوں؟

شاہناز صاحبہ تشریف لے آئی ہیں۔ ان کے پاس آپ کا سلام و پیام پہنچا دیا ہے۔ جواب میں وہ بھی ہدیۂ تسلیم پیش کر رہی ہیں۔ آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق ہے۔ لیکن مجبور ہیں کیونکہ وہ بھی ہندوستان کی آبادی میں اضافہ کرنے میں خورشید سے پیچھے نہیں ہیں۔ غالباً آپ میرا دلی مطلب سمجھ گئی ہوں گی۔ ان کا بھی اصرار ہے کہ آپ جلد آنے کی کوشش کریں۔

ذرا بھابھی کی خوشی تو دیکھئے۔ بات بات میں باچھیں کھل جاتی ہیں۔ اچھا تو اب سنئے! میں نے خورشید کا آپ کی طرف سے منہ چڑا دیا ہے اور ننھی کے کئی عدد تھپڑ رسید کر دیئے ہیں۔ بھابھی سے سلام و دعا کچھ نہیں کہا ہے اور تو شاید سب کہہ دیا ہے۔ اچھا صاحب! تو اب اجازت دیجئے۔ ہاں! آپ کی تسلیموں کے جواب میں دعائیں اور دعاؤں کے جواب میں تسلیمیں بیرنگ بھیجی جا رہی ہیں۔ میری طرف سے سب کی خدمت میں آداب پہنچا دیجئے۔ فقط

اخلاق کیفس
کوئٹہ

## ۲

مرکزِ مسرّت، راحتِ قلبِ حزیں!

کوثر کی نہایت پیاری سحر! زندہ اور مسرور رہو

تمھاری ناراضی کے خیال سے یہ کہتے ہوئے بیحد خوف محسوس ہو رہا ہے کہ میں اس وقت بجائے دہلی کے میرٹھ سے بول رہی ہوں۔ تم کہو گی تو کہ آندھی ہو یا چھلاوہ، ابھی صبح تک تو یہاں دہلی میں جھک رہی تھیں اور کہیں آنے جانے کا کوئی سوال ہی نہ تھا اور اب اس وقت اچانک میرٹھ میں جا براجیں!

تم یہ شکایت بھی ضرور کرو گی کہ خود تو حفظِ ماتقدم کے لئے امّی کے حیدرآباد لے جانے کا ذکر سنتے ہی سخت تاکید کر دی کہ خبردار! تم ہرگز نہ جانا اور اپنے آپ جہاں جی چاہا، بغیر کہنے سُنے چپکے سے اڑ گئیں۔

سحر پیاری! تمھاری یہ شکایت، میری سر آنکھوں پر، عذرِ گناہ بدتر از گناہ، واقعی میں قصوروار ہوں مگر دیکھو، تھوڑی سی۔ ۔ ۔ بالکل اتنی ہی جتنی اُڑد پہ سفیدی، کیونکہ میرا یہاں آنے کا ارادہ ہی کب تھا جو تمھیں مطلع کرتی۔ دراصل زیادہ قصوروار تو تمھاری بھابی صاحبہ ہیں جو خود آئیں تو آئیں۔ اپنے ساتھ مجھے بھی زبردستی گھسیٹ لائیں اور پھر اس قدر عجلت میں کہ تم کو خبر بھی نہ کر سکی۔ لہٰذا اب میں اور بھابی دونوں تم سے معافی کی خواستگار ہیں اور ہمیں تم سے امید واثق ہے کہ تم ازراہِ محبت یا ازراہِ کرم معاف کر دو گی۔ ضرور معاف کر دو گی۔ اچھا لو اب اس بات پر کہہ بھی دو کہ معاف کیا!! یا بھائی اگر سزا دینے کا ارادہ ہے تو بسم اللہ کرو۔ ہمیں اس میں بھی کوئی عذر نہیں جو چاہے جزا سزا تجویز کرو ہم بسر و چشم حاضر ہیں۔

پیاری نجم! تمھاری کوثر اگر جسماً یہاں آگئی تو کیا۔ قلباً تو وہ ہر وقت ہی تمھارے
پاس ہے۔ خدا شاہد ہے کہ تمھاری یاد سائے کی طرح ہمہ وقت اس غریب کے
پیش نظر ہے۔ معاف کرنا اس روز تمھیں صرف اتنا ہی لکھنے پائی تھی کہ ظالم بخار
نے آدبایا۔ بڑی دیر تک تو میں اس مردود سے مقابلہ کرتی رہی اور یہی کہتی رہی
کہ ہٹائے جا، لکھوں گی میں آج ہی یہ خط۔ مگر اس خبیث کو بھی ایسی ضد سوار ہوئی۔
کہ کسی طرح باز نہ آیا اور سراسر یہی بکتا رہا کہ میں خود بھی تو دیکھوں تم آج ہی کیسے اس
خط کو پورا کر دو گی۔ آخر تھوڑی سی جنگ کے بعد اس مردود کی فتح ہوئی۔ مجھے
تھوڑی سردی تو پہلے سے محسوس ہو رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں بھی بالکل ٹھنڈے تھے۔
مگر پھر تو میں سردی کے مارے از سر تا پا کانپنے لگی۔ قلم ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔
اور ساتھ ہی میں بھی دھم سے گر کر چارپائی پہ دراز ہو گئی اور پھر ایسی دراز ہوئی کہ
کہیں چوتھے دن اٹھ کر بیٹھی۔ دراصل زکام تو مجھے دہلی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔
اور اس کی وجہ سے خفیف سی حرارت بھی تھی۔ پھر سفر کا تکان اور سفر بھی یہاں
کا کافی پریشان کن ہے۔ اس کے علاوہ راستہ میں بارش بھی شروع ہو گئی تھی
اس میں بھی کافی بھیگی۔ مختصر یہ کہ تین دن سخت بخار میں مبتلا رہنے کے بعد اب
تمھاری کوثر بالکل اچھی ہے۔ مگر اب اس غریب پر تمھاری ناراضگی کا خوف بُری
طرح طاری ہے۔ گو امید قوی ہے کہ تم اس وجہ معقول کی بنا پر کسی قسم کا خیال
نہیں کرو گی اور بلا تامل معاف کر دو گی۔ تم سے یہ کہتے ہوئے کہ یہاں کے موسم کا
حال کچھ ایسا ہے کہ رہ رہ کر یہی دل چاہتا ہے کہ کسی طرح تم بھی یہیں ہوتیں۔ اس لئے
شرم آرہی ہے کہ تم کہو گی کہ اگر ایسا ہی میرا خیال ہے تو میرے بغیر چلی کیوں گئیں؟

برسات کے موسم میں یہاں کے بھی حسین و دلفریب مناظر اور پرنُور فضائیں کسی طرح شملہ کی شاعرانہ فضاؤں سے کم دل خوش کُن نہیں ہیں اور پھر یہ مکان گاؤں کی آبادی سے دور جنگل میں نہایت پُرفضا مقام پر واقع ہے۔ جہاں چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔ کہیں دھانوں کے کھیت لہلہا رہے ہیں اور کہیں خودرو گھاس سامنے ہی گاؤں کا پختہ تالاب ہے۔ جس پر تمام دن عورتوں اور بچوں کا ہجوم رہتا ہے۔ قریب ہی آموں کے کئی باغات بھی ہیں اور وہاں آموں کی متوالی کوئل ہر وقت اپنی شیریں آواز میں کوکو کا دلکش نغمہ الاپتی رہتی ہے۔ آم بھی یہاں امسال بہت کثرت سے ہیں۔ بس یہ سمجھو کہ تمام درخت پھلوں کے وزن سے جھکے پڑ رہے ہیں۔ یہاں کے صبح شام میں وہ شملہ والی دلکشی ہے مگر سب سے بڑھ کر دلفریب وہ وقت ہوتا ہے جب آسمان پر کالے کالے متوالے بادل چھا جاتے ہیں تو اس وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے معطر جھونکے مردہ دلوں میں بھی مسرت کی روح پھونک دیتے ہیں۔ پھر ننھی ننھی پھواریں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ باغوں میں جا بجا جھولے ڈال کر گاؤں والیاں جھولتی ہیں اور خوب ملہار گاتی ہیں۔ ہمارے یہاں بھی نیم کے ایک بڑے درخت میں کئی جھولے پڑے ہوئے ہیں اور سب لڑکیاں خوب جھولتی ہیں۔ کل جب انھوں نے بہت اصرار کیا تو میں بھی تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گئی۔ مگر اس وقت شملہ کے "پریوں باغ" کا وہ جھولنا۔ جب ہم تم اور شہناز جھولتے تھے۔ یاد آکر میری جو حالت ہوئی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تم ہی کر سکتی ہو۔

خدا کی قسم۔ پیاری نجم! میرے لئے بغیر تمہارے یہاں کی دلچسپیاں کوئی معنی

رکھتیں۔ نہ ان میں کوئی کیف ہے اور نہ کوئی لطف۔ میرے دن اور میری راتیں سب تمہاری رنگین یاد کی نظر ہو رہی ہیں۔ یہاں کی یہ سب دلفریبیاں بیکار ہیں۔ محض بیکار ہیں۔ سحر پیاری! مجھے —— ہاں مجھے! یہاں کی سیر و تفریح۔ جھولنے اور گانے اور آم کھانے کا لطف صحیح معنوں میں صرف اس وقت میسر آسکتا ہے۔ جب تم بھی میرے پاس ہو۔ مگر جب تم ہی نہیں تو یہاں کی سیر و تفریح، جھولنا، گانا، میرے لئے کچھ نہیں۔

پیاری! کیا یہ ممکن نہیں کہ تم اگر زیادہ نہیں تو دو چار ہی روز کے لئے یہاں آجاؤ۔ اچھا پیاری نجم! ایک مرتبہ پھر تم سے بغیر اجازت یہاں آنے اور خط دیر میں بھیجنے کی معافی مانگتی ہوں۔ اب رخصت ہوتی ہوں۔ لو خدا حافظ.

تمہاری اور صرف تمہاری
کوثر

## محمودہ مہر بانو صاحبہ

میری پیاری دوست - سلام شوق!

گو فلک کج رفتار نے ہم کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ عرصہ ہو گیا۔ دنیا کیا سے کیا ہو گئی۔ مگر افسوس میرے دل سے تمہاری یاد کبھی کم نہ ہوئی۔ جب میں اس زمانے پر نظر ڈالتی ہوں، تو میرا دل ماضی کی یاد میں کھو جاتا ہے۔ یاد ہے سب مل کر اسکول جایا کرتے تھے۔ چھٹی کے دن اکثر گڑیوں کی شادی رچائی جاتی۔ ریت میں تصویریں بنانا اپنا سب سے بہترین مشغلہ تھا۔ کیسے اچھے دن تھے۔ بقول شاعر ع

عجیب دن تھے وہ اپنے عجب زمانہ تھا

تمہارے ہاتھ کے کئی رومال میرے پاس ہیں۔ جمیل کے تکیہ کے غلاف۔ غرض کئی چیزیں ہیں۔ ایک فوٹو بھی بطور یادگار ہے۔ ہر ہفتہ محبت سے لبریز، خوشبو سے معمور نامہ بھی ہمدست ہوتا ہے۔ جب میں تمہاری تصویر کی طرف دیکھ کر تمہارا خط کھولتی ہوں اور پڑھتی ہوں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تم سچ مچ مجھ سے باتیں کر رہی ہو۔ مگر افسوس تمہاری ملاقات کا لطف ان باتوں میں کہاں؟

جب کبھی تمہاری یاد بہت ستاتی ہے۔ تمہارے خطوط کا ڈھیر لگا لیتی ہوں۔ مگر جب اس سے بھی سکون نہیں ہوتا تو تمہاری تصویر دیکھتی ہوں۔ کبھی کبھی تمہاری یاد اس قدر ستاتی ہے کہ آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔ جنھیں تمہارے بھیجے ہوئے رومال سے پونچھ لیتی ہوں اور اسی تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ جاتی ہوں۔ جس کا

غلاف تم نے بڑی خوشی و انبساط کے ساتھ اپنی مہر کے لئے بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت — ہاں اس وقت تم خواب میں نظر آئیں۔ تھوڑی دیر کے لئے خوش ہو گئی۔ لیکن آنکھ کھلتے ہی ہم تھے اور ہمارا خیال — یعنی تمہاری یاد سے

ہمیں ہیں نہ تھی کوئی بات یاد نہ تم کو آسکے
تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمھیں بھلا سکے

تمھاری فراموش کردہ
محمودہ مہر

## انور سلطان صاحبہ ماہ رخ

گلِ گلستانِ خوبی ـــ میری پیاری بہن، تسلیم شوق

نامۂ محبت یا مکتوب محبوبی حالت انتظار میں بدست ہو کر حد درجہ مسرت کا باعث ہوا۔ مزید شکریہ! سب سے اول میں آپ کے قطعۂ تہنیت پر جو رسالہ سہیلی لاہور کے ایک خوش نصیب صفحہ کی زینت ہے۔ مبارکباد پیش کرتی ہوں ماشاء اللہ یہ نظم نہایت ہی حسین مظاہر جذبات کی آئینہ دار ہے اور آپ کی شاعرانہ ذہانت قابل داد۔ میرے منہ سے بے اختیار نکلا ؎

خط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھی

اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

پیاری نگار جب سے آپ کا خط ملا ہے، برابر ارادہ کر رہی تھی کہ جواب جلد لکھوں۔ مگر واقعات کچھ ایسے پیش آئے کہ نہ لکھ سکی۔ آج صبح میری ... صاحبہ پنجاب میل سے لاہور پہنچی ہیں۔ لاہور میں اس ستم کی سردی ہے کہ الامان! مطلع ابر آلود ہے اور ہوا اس ستم کی ہے کہ کشمیر یا شملہ معلوم ہو رہا ہے۔ کمرے بند کئے اور آگ دہکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ لیکن سردی ہے کہ خدا کی پناہ! میرے تو دانت بجنے لگے۔ کئی گرم کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ مگر سردی بند نہیں ہوتی توبہ میرے اللہ۔

ہاں پیاری بہن! کیا واقعی آپ کو میرا مضمون "دور اندیش" پسند آیا ہے؟ میں نے ابھی دو افسانے مجلد نمبر اور رسالگرہ نمبر "صنف نازک" کے لئے لکھے ہیں۔

یعنی "روزنے کے دو رُخ" اور "تصویرِ وفا" جو سالگرہ نمبر میں درج ہو رہے۔ دوسرے صنفِ نازک کی ترتیب میں بھی میں نے حصّہ لیا ہے اور اب سے میں بطور ایڈیٹر "صنفِ نازک" کے مضامین کی ترتیب وغیرہ کیا کروں گی۔

بخدمت خالہ صاحبہ آداب۔ فقط

آپ کی صادق

انور ماہ رُخ

# ایڈ دی صاحبہ لکھنوی

خواہر عزیز! سلام محبت قبول باد۔

آپ کا دستی تعزیت نامہ وصول پایا، جس کا بہ صمیم قلب ہدیۂ تشکر قبول فرمائیں شومیِ قسمت کہ پیاری آپا جان آپ سے اپنی زندگی میں شرفِ ملاقات نہ حاصل کر سکیں۔ وہ اپنی سب صحافتی بہنوں سے بخوبی واقف تھیں۔ لیکن اب محبت شعار و غم گسار بہنوں کی دید سے محروم۔ آہ! وہ ہم بہنوں ہی میں نہیں بلکہ ہمارے خاندان میں صرف ایک ہی تھیں۔ پر حیف، کہ ان کے اخلاقِ کریمانہ و محبت خواہرانہ سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ اگر ہم قاروں کا خزانہ بھی ان کے ملنے کے واسطے خرچ کر دیں۔ تب بھی وہ گوہر نایاب ہم کو دستیاب نہیں ہو سکتا۔ ان کی چلتی پھرتی، ہنستی بولتی تصویر ہر لحظہ آنکھوں کے سامنے رقص کرتی رہتی ہے۔ پر افسوس! بہن تھیں۔ تو وہ ہی ہمیں چاہنے والی و محبت کرنے والی پیاری آپا جان۔

اُف! میری پیاری آپا! ایسی سنگدل نہ تھیں۔ ان کا دل تو ایسا موم تھا کہ دوسروں کے جور و ستم پر تاسف کرتا اور یتیموں، غریبوں، بے لبسوں و بے کسوں سے ہمیشہ شفقت و محبت سے پیش آتی تھیں۔ آہ اپنے یتیم بچہ پر بھی رحم نہ آیا۔ کہ جس نے ایک لمحہ بھی آغوشِ مادری سے فیض نہ اٹھایا۔ ہم لوگوں پر نہیں تو اس غریب پیارے ہی پر رحم کھاتیں — ہائے افسوس وہ کیا رخصت ہوئیں۔ اُن کے ساتھ ہم سب کی خوشیاں بھی رخصت ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آیا تھا۔ اس کا رد کرنا ہم گناہگاروں کا کام نہیں۔ اب تو ہماری یہ دعائیں ہیں کہ غفور الرحیم میری

پیاری محبت کرنے والی آپا جان کو اپنے جوارِ رحمت میں لے لے۔ ان پر نارِ جہنم حرام کر دے۔ کیونکہ وہ "شہید" کے مقدس نام سے ملقب ہو گئیں۔

عزیز بہن! آپ نے مرحومہ موصوفہ کے حالاتِ زندگی دریافت فرمائے ہیں۔ آپا جان کی درجنوں عزیز سہیلیوں کو فرداً فرداً ان کی سوانح حیات لکھنا بہت ہی دشوار ہے اور سکون طلب امر ہے۔ جبکہ ان کے غم کھانے ہی سے فرصت نہیں۔ میرا ارادہ رسالہ "صنفِ نازک" جو مرحومہ ہی کا رسالہ ہے۔ ان کی سوانح حیات شائع کروانے کا ارادہ بالصورت کتاب۔ بہن! آپ تھوڑے عرصہ تک توقف فرمائیں۔ ابھی تو خطوط لکھنے ہی سے فرصت نہیں۔ انشا اللہ وقتِ اطمینان یہ کام شروع کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

پیاری بہن ـــ مجھے اس کا علم نہیں کہ آپ کے ماموں صاحب اور میرے ماموں صاحب کے دیرینہ دوستی ہے۔ ہاں میں آپ کو بحیثیت صحافتی بہن ہونے کے عرصہ سے جانتی ہوں اور آپ کے بلند پایہ رشحاتِ قلم بھی اکثر رسائل میں مطالعہ کرتی رہی اور شاید آپ بھی ایسے ہی مجھ ناچیز سے واقف ہوں۔ پہلے تو آپ کے جواہر قلم ہی دیکھنے کی آرزومند رہی۔ لیکن اب یہ دیکھتے ہوئے کہ ہم آپ قریب قریب ایک ہی جگہ رہتے ہیں تو اس کی بھی آرزو ہے کہ آپ سے شرفِ دید بھی حاصل کروں۔ کیا بہن یہ ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب کافی تعویق سے دے رہی ہوں۔ آپ کو مفت میں زحمتِ انتظار دیا۔ امید کہ معاف فرمائیں گی اور جواب سے شاد کریں گی ـــ زیادہ شوق

مرحومہ موصوفہ کی غم نصیب بہن، دلفگار۔ خاکسار

ایزدی

# منوّر عبد العزیز صاحبہ

مادھو پور

پیاری انجم ۔ السلام علیکم

قبل ازیں راجپورہ سے خط لکھا تھا ۔ آج تلک اسی انتظار میں تھی کہ آپ مجھے جواب سے سرفراز کریں گی ۔ لیکن میری امید خام ۔ میرا انتظار باطل !

میرے خط کے سب سے اوپر کی سطر پڑھ کر معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں آج کل مادھو پور میں بھائی جان کے پاس ہوں ۔ یہ جگہ تنہائی کے لحاظ سے بہترین ہے ہم جیسے تنہائی پسند شہر کی ہنگامہ خیزیوں سے بہت دور یہاں خوش رہ سکتے ہیں دریائے راوی کا ہیڈ ورکس بھی نزدیک ہے ۔ چاندنی راتوں میں بہت دلچسپ سین ہوتا ہے ۔ رات کی چاندنی میں جب چودھویں کا چاند اپنی پوری جلوہ ریزی سے عالم دنیا کو منور کرتا ہے ۔ راوی کی نقرئی لہریں بے انتہا بے چین اور مضطرب معلوم ہوتی ہیں ۔ ان کا تلاطم کچھ معنی لیئے ہوئے ہوتا ہے ۔ یہ مضطرب لہریں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں اور اپنی نامرادی پہ چیختی ، چلاتی چلی جاتی ہیں ۔ ان سے خنکی جذب کئے ہوئی ہوا بھی عجیب اثر رکھتی ہے ۔ نہ معلوم یہ سب کچھ میرا واہمہ ہے یا حقیقت کا اثر ۔

بھائی جان کی مچھلیوں کا تالاب جو تعداد میں دس ہیں ۔ اکثر ان کے کنارے بیٹھتے ہیں ۔ پانی کی خاموش لہریں کسی کی پیغامبر معلوم ہوتی ہیں جو اپنے اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے کے لئے کسی عزم کو پہلو میں دبائے لیتی ہیں ۔ لگا ہے گاہے کسی مچھلی کا ابھرنا

تیرنا اور چاند کو دیکھ کر منہ چڑانا اور پھر نیچے چلا جانا ــــ خاموش اور ساکت لہروں میں کچھ دیر کے لئے تلاطم کا برپا ہونا اور پھر اپنی اصلی حالت پر آجانا۔ کس قدر محظوظ کر دینے والا منظر ہے۔

یہاں کے لوگ بہت زیادہ خشک ہیں۔ کسی سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے اپنے اپنے حال میں مست ہیں۔ سانپ یہاں کثرت سے ہوتے ہیں۔ ہم لوگ یہاں تین ماہ اور قیام کریں گے۔ امید ہے کہ آپ سب بخیریت ہوں۔

شمناز بہن کو سلام

نیاز کیش

آپ کی ایک بہن

منور عبدالعزیز

# حمیرا کرمانی صاحبہ بی۔ اے

پیاری نجم السحر!

تمہارے آنے سے جتنی خوشی ہوئی تھی۔ تمہارے جاتے ہی سب کافور ہو گئی۔ کوفت بڑھ گئی۔ تمہیں یقین تو نہیں آئے گا۔ مگر اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے کہ ادھر تم نے گھر سے قدم نکالا اور ادھر میری طبیعت خراب ہونا شروع ہوئی۔ خوب خراب ہوئی اور اب تک خراب ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ سر میں درد اور چکر۔ غرضکہ تمہارے جاتے ہی ان سب نے رفاقت کا ذمہ اپنے سر لیا اور اب تک مستعدی کے ساتھ حق رفاقت ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ پریشان کن تمہاری یاد ہے۔ تمہارا یہ خیال چونکہ میں محبت کا اظہار زبان سے نہیں کرتی۔ اس لئے مجھے تم سے محبت نہیں محض تمہارا بچپن ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے۔ زبان سے نہیں۔ جو گرجتے ہیں برستے نہیں اور جو خاموشی کے ساتھ محبت کرنا جانتے ہیں ——— اس طرح کہ کسی اور کو تو کیا اسے بھی ذرا خبر نہ ہو۔ جس کی خاطر یہاں جان پر بن رہی ہے۔ وہ ہی دراصل صحیح معنوں میں محبت ہے، اور محبت کے آئین اور احکامات سے واقف ہیں۔ جس کا دل محبت سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کی زبان ہلتی تک نہیں، اور نہ ہی تو انھیں اظہارِ محبت کے لئے موزوں الفاظ مل سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اس پاک جذبہ کو الفاظ کی بھدی شکل میں بے پردا اور رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا دل سچی محبت کے انمول خزانہ سے مالا مال ہوتا ہے۔ اُسے نہ ریاکاری کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ شکوہ و شکایت کی اور نہ ہی اپنے معصوم دل

کے معصوم و حقیقی جذبہ کو انشاء پردازی سے افسانہ بنانے کی تمنا۔
وہ چاہے مرتا ہے یا جیتا ہے، رہتا ہے خاموش، روتا ہے تو اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو ـــ اور ہنسنے کا تو سوال ہی کیا ہے۔ تم کہو گی میں شاعری کر رہی ہوں۔ حقیقت سے بہت دور ہوں۔ ہوں گی۔ تمھیں اپنا دل دکھانے سے تو رہی۔ میری حالت دیکھو۔ حال مت پوچھو۔ تم کہو گی میں نے اس خط کو خاموش محبت پر لکچر سنا دیا۔ واقعی میں خیالات کی رو میں اور بخار کی جنگ میں کہاں سے کہاں نکل آئی۔
یہ مختصر خط صرف تمہارا وہم دور کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ اس وقت خط نہ لکھتی۔ تم کہو گی کہ یوں تو محبت اتنی جتاتی ہے اور دو حرف لکھے نہیں جاتے۔
پیاری نجم! پھر سر میں چکر آ رہا ہے اور اس خط کو نامکمل چھوڑنے کے لئے مجبور ہوں۔ معاف کرنا۔ ہاں تم نے جو بلایا ہے۔ اس کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ ذرا طبیعت ٹھیک ہو جائے تو آنے کا قصد کروں۔ غیریت تو ہے نہیں۔ ذرا طبیعت سنبھل جائے۔ خود ہی چلے آئیں گے۔

تمہاری بھابھی
حمیرا

# تسنیم سلیم صاحبہ

## ۱

شاہ منزل۔ حیدرآباد دکن

۲۲ر فروری ۱۹۴۵ء

مکرمی! آداب نیاز مندانہ

نوازش نامے کے لئے انتہائی شکر گذار ہوں کہ آپ کی عنایت شامل حال رہی تو انشاء اللہ میری کوشش ضرور کامیاب ہوگی۔ اپنی مرتبہ کتاب میں آپ کا افسانہ شامل کر کے میں بیحد فخر محسوس کروں گی۔ آپ نے جو کام میرے سپرد کیا ہے اگر میں اُسے بخوبی انجام دے سکوں تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ بات دشوار ہے۔ اپنی برائی کرتی ہوں۔ ہم عورتیں ذرا کچھ لکھنے لگیں اور پوچھ گچھ ہو جائے تو بس دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ خطوط کے جواب دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی اور فرمائش پر افسانہ لکھنے میں ہتک محسوس ہوتی ہے۔ حالات زندگی پوچھئے تو ایسے مبہم بتائیں گی کہ مہاتما گاندھی اور مسٹر جناح کی سیاسی زندگی پر بغور نظر کرنا زیادہ آسان ہے۔ اگر کتاب میں تصویر بھی شامل کرنا ہے تو وہ اپنی ایسی تصویر بھیجیں گی جو اب سے کم از کم دس سال قبل لی گئی ہو۔ ذرا بھی مشہور ہو کر نہ جانے ہماری عقل پر کیا پتھر پڑ جاتے ہیں۔ حیدرآباد کی خواتین کو افسانہ و شعر کی بہ نسبت موتی اور ہیرے زیادہ عزیز ہیں اور ذرا کم ہیں جو ادبی زندگی گذارنا پسند کرتی ہیں۔ بہر حال یہاں ایک صاحب نصیر الدین ہاشمی ہیں۔ انھیں خط لکھئے۔ وہ فوراً جواب دیں گے اور یقین راحت

سمجھ کر حیدرآباد کی تمام مصنف خواتین کے حالات زندگی سے آپ کو واقفیت بہم پہنچائیں گے۔ انھیں عورتوں کی ادبی زندگی کا نمائندہ سمجھنا چاہئے۔ ۲۵ر فروری کو میں یہاں سے بہار چلی جاؤں گی۔ بہار میں جہاں مجھے رہنا ہے وہاں اوّل تو خواتین کی تعداد کم ہے اور جو ہیں بھی نہ بودہیں۔ وہاں میری جہالت خاص تکلیف دہ ہوگی بہرحال خدا نے چاہا تو اپنے فرض سے غافل نہ رہوں گی۔ آپ کی تکلیف اور آپ کی توجہ کے لئے، دوبارہ معافی کی اُمید کے ساتھ شکر گذار ہوں۔

خیر طلب
تسنیم سلیم

## ۲

بارہ چکیا۔ چمپارن۔ بہار
۲۸ر جولائی ۴۶ء

مکرمی! آداب نیاز مندانہ

آپ کے عنایت نامہ کا جواب ذرا دیر سے دے رہی ہوں۔ اس کی وجہ میری کاہلی یا مصروفیت نہیں۔ بلکہ آشوب چشم کا مرض ہے جس میں گذشتہ دنوں گرفتار رہی۔ الحمدللہ اب اچھی ہوں۔ آپ نے جس طرح میری ہمت افزائی کی۔ وہ میرے لئے بڑی مسرت کا باعث ہے اور سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ آپ میری انسانیت کی قدر کرتے ہیں۔ ورنہ نواب صاحب چھتاری کا نام لے کر جو کچھ "جی حضوری" ہوتی ہے۔ وہ میرے لئے نہ فخر کا باعث ہے نہ اطمینان کا۔ آپ نے میرے خیالات

کو اچھی نظر سے دیکھا۔ اس لئے دل چاہتا ہے کہ آپ سے بہت کچھ کہوں۔ ورنہ مجھے تو اس کا احساس بھی رہا ہے کہ نہ میں کسی سے کچھ کہہ سکتی ہوں اور نہ کوئی میری بات سُن سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک انسان کو دو قسم کی بھوک لگتی ہے۔ ایک وہ جس سے ہمارے ہاتھ پیروں کو قوت کا تعلق ہے اور دوسری وہ جس کا تعلق ہماری روح سے ہے۔ ایک نواب زادی کو پہلی قسم کی بھوک سے پریشان ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ مگر فطری طور پہ جب وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتی ہے تو اس کا دل یہ ضرور چاہتا ہے کہ اُسے قلبی سکون اور ذہنی مسرت کا حصول ہو اور یہ چیز میں نے دیکھا کہ محلات میں مجھے نہیں ملی۔ ہاں اب ضرور حاصل ہے جبکہ آپ نے میرے دماغ کو متوازن اور خیالات کو اچھا سمجھا۔ جب تک میں کم سن تھی۔ میں نے اپنے ماحول کی آسودگی سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور کبھی کسی خواہش کی ناکامی سے واسطہ نہیں پڑا۔ مگر جب میں نے سمجھدار ہو کر چار دیواری کے باہر نظر ڈالی تو مجھے احساس ہُوا کہ "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" جہاں ان کی قدر ہے جو ہوائی جہاز کے بجائے اپنے خیال کے بازوں سے بلند پروازی کریں اور اپنے ہی پیروں پہ کھڑے بھی ہو سکیں۔ مجھے ہمیشہ اس راہ میں شکست ہوتی رہی اور وہ زخم اس طرح لگتے رہے کہ مجھے خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو جانا پڑا۔ مجھے انسان ہو کر انسان ہی کہلائے جانے کی تمنا تھی اور شاید امراء عموماً اس خصوصیت سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ آج سے کئی سال پہلے کی بات ہے میں نے ریڈیو اسٹیشن کو ایک خط لکھا اور پروگرام میں کسی تبدیلی کی درخواست کی۔ پیامی نے جواب میں بڑے طنز سے کہا۔ یہ دیہاتی پروگرام کا وقت ہے جو بدلا نہیں جا سکتا۔ وہ لوگ

دن بھر محنت کر کے تھک کر لوٹتے ہیں اور اپنا پروگرام سنتے ہیں۔ آپ کو اس کا کیا علم۔ آپ نواب زادی ہیں۔ دن بھر خس کی ٹٹی اور پنکھے سے مستفید ہوتی ہیں۔ خدا کی قسم مجھے اس دن بہت تکلیف ہوئی تھی اور میں برابر سوچتی رہی تھی کہ مجھ میں ایک بہت زبردست کمی ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے علاوہ دنیا میں اور کسی کی بابت نہیں سوچ سکتی۔ اس دن میرے دل نے بڑے تن آسان جسم سے بغاوت کی مگر میں ایک قدم بھی نہ اٹھا سکی۔ انسان کتنا مجبور ہو جاتا ہے اپنے ماحول اور اپنے حالات سے۔ اور پھر ایک ہندوستانی لڑکی۔ میں نے ایک افسانہ لکھا جو خاصا مقبول ہوا۔ جہاں بہت سی تعریفوں کا انبار ملا وہاں اردو ادب کے ایک زبردست نقد نگار کے یہ الفاظ بھی کہ "معلوم ہوتا ہے سمندر کی مچھلی ریگستان کے حالات بیان کر رہی ہے" یہ محض اس لئے کہ میں نے ایک غریب شخص کے احساسات بیان کئے تھے۔ اس طنز سے مجھے زبردست چرکا لگا۔ جس کا میں اظہار بھی نہ کر سکی۔ مجھے اپنی کم مائگی کا بہت افسوس تھا۔ اس کے بعد ایک اور واقعہ پیش آیا۔ اردو کے ایک افسانہ نگار نے مجھے خط لکھا جس کے افسانے مجھے بے حد پسند ہیں اور وہ اردو ادب میں بہت بلند درجہ رکھتا ہے۔ "افسانہ نگاری آپ کا مشغلہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ ایک امیر خاندان سے تعلق رکھتی ہیں اور امراء محض اس وقت ادب پاروں پر نظر ڈالتے ہیں۔ جب ان کو سونے سے پہلے نیند کو جلدی بلانا منظور ہوتا ہے۔" آپ خود خیال کیجیے کہ ایسے بہت سے واقعات مجھے افسردہ کرنے کو کافی ہوں گے یا نہیں؟ اگر میں اپنے ماحول سے باہر نکل کر کچھ دیکھنا یا کرنا چاہتی ہوں تو یہ میرا ذہنی ارتقا نہیں بلکہ میری خود غرضی ہے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میرا ضمیر مردہ نہیں ہے میرے جذبات بے جان نہیں۔

مجھ میں مصیبتیں جھیلنے کا بھی مادہ ہے اور یہ پریشانیاں اُٹھانے کا بھی۔ اگر میں انسان
کہلائی جا سکتی ہوں تو محض نواب زادی کیوں کہلائی جاؤں۔ مجھے سیاسیات سے
مطلق دلچسپی نہیں۔ نہ کمیونسٹ بننے کا ارمان ہے نہ سوشلزم کے معنی آتے ہیں
مگر اس کی ضرور آرزو ہے کہ آپ مجھے صادق الخیال سمجھیں۔ یہ بات جہاں بھی اور
جس طرح بھی حاصل ہو جائے۔ لطف کی بات سنیئے۔ ایک صاحبہ نے بغیر شناسائی
کے مجھے خط لکھا اور اس کے بعد نہ جانے کس طرح ان کو میرے متعلق تفصیل
سے علم ہو گیا تو معذرت لکھی کہ "گذشتہ خط میں سنے آپ کو نواب زادی نہیں
لکھا تھا گستاخی معاف کیجئے۔ آپ کو ناگواری تو نہیں ہوئی، ذرا سوچئے کہ انھوں
نے میری ذہنیت کیا سمجھی۔ میں نے آج تک ان کی اس معذرت کا جواب نہیں دیا۔
بہت ہی عجیب سا لگتا تھا۔ نہ جانے انھیں کیسا تجربہ ہے۔ مجھے حیدرآباد کے
زریں شہر میں رہ کر ایسی بہت سی محفلوں میں شرکت کا موقع ملا ہے جہاں ہیروں کی
چمک اور موتیوں کی تابندگی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتی ہے۔ میں وہاں بھی
اپنی جگہ نہ بنا سکی۔ مجھے نہ پتھروں کی پرکھ ہے نہ ان کے بارِ گراں کو سر پر اُٹھانے
کی ہمت۔ مجبور ہوں۔ یہ میں نے آپ سے صحیح عرض کیا تھا کہ میں تعلیمی اعتبار سے
بہت بدقسمت ہوں۔ مجھے جو کچھ آتا ہے بس وہ ابھی آپ اسے انکسار یا بناوٹ
نہ سمجھیں۔ کیونکہ میں آپ سے ناواقف اور آپ مجھ سے ناآشنا۔ لہٰذا میں
آپ کے سامنے جھوٹی سچی باتیں کر کے خوش نہیں ہو سکتی۔ آپ نے مجھ سے میرے
گذشتہ خط کو شائع کرنے کی بابت دریافت کیا ہے جو خط میں آپ کو بھیج چکی
وہ آپ کی ملکیت ہے اور اگر اس کی اشاعت میری ذات کے لئے کسی برائی

کا باعث نہ ہو تو یقیناً آپ کو ہر طرح کا حق حاصل ہے۔ مگر اس کے لئے آپ کو ربیعہ سلطانہ صاحبہ سے اجازت حاصل کرنی ہو گی۔ ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ناخوش ہوں۔ کیونکہ "مکاتیب جمیل" کے سلسلے میں میں نے اُن سے چند خط دینے کا وعدہ کیا تھا۔ بعد میں جب ساغر صاحب نے اپنے نام آئے ہوئے خطوط رسالہ ایشیا کے دو خاص نمبروں میں شائع کئے تو مجھے یہ ایک مہمل سی بات معلوم ہوئی اور میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ایسے خطوط جو پرائیویٹ طور پر لوگ ایک دوسرے کو لکھتے ہیں ان کی اشاعت محض خود نمائی ہے۔ لہٰذا "مکاتیب جمیل" میں شرکت نہیں کی۔ آنکھوں کی تکلیف کی بناء پر اس مرتبہ میری بدخطی سے آپ کو شاکی ہونا پڑے گا۔ ابھی تک کاغذ کی طرف نگاہ نہیں جما سکتی۔

بیگم صاحبہ کو میرا سلام کہئے۔

طالب دعا

تسنیم سلیم

۳

بارہ چکیا۔ چمپارن

۵ ستمبر ۵۸ء

مکرمی! آداب نیاز مندانہ

کل مجھے آپ کا پرخلوص خط ملا۔ آپ نے جس بزرگانہ شفقت سے میرے احساسات کی پذیرائی کی ہے۔ اس کے لئے شکریہ لکھنا میری کم نگاہی کا ثبوت

ہوگا۔ خدا شاہد ہے کہ مجھے انتہائی مسرت ہوئی اور قلبی سکون ملا۔ خدا کرے آپ ہمیشہ میری غلطیوں کو نظر انداز کرتے رہیں اور میری انسانیت کے مددگار ثابت ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مجھے آپ کے خط کا گذشتہ دنوں بہت انتظار رہا مگر میں علالت کے دفعۃً توارد سے بھی واقف ہوں اور حیاتِ انسانی کو پریشانیوں سے جو نسبت ہے اس سے بھی آشنا ہوں۔ مصروفیت کا تو یہ عالم ہے کہ خدا نا کردہ سب مجھ سے بیکار تو میں نہیں۔ آپ مطمئن رہئے۔ میں نے دماغ کو دل کا اتنا تابع فرمان نہیں بنایا کہ وہ ایک ایسے انسان کو خواہ مخواہ . . . . . یا لغو سمجھنے کی کوشش کرے جس کی خود میرے دل میں انتہائی عزت و وقعت ہے۔ خدا کا شکر ہے اب میں بالکل تندرست ہوں۔ وہ محض وقتی شکایت تھی۔ خطوط کی اشاعت کے بارے میں اس سے قبل ہی عرض کر چکی ہوں کہ آپ کو ان پر تمام حقوق حاصل ہیں۔ اجازت مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ جو خط یا جس خط کا جو حصہ چاہیں "مکاتیبِ جمیلؔ" میں شامل کر لیں۔ ایک استدعا ہے کہ اگر میرا کوئی خط شائع ہو اور آپ پسند فرمائیں تو ازراہِ کرم اس پہ اپنا نوٹ ضرور دے دیں۔ کہیں خواہ مخواہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے کہ ماشاء اللہ خود نمائی کا اچھا طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں کسی سے ڈرتی نہیں۔ خود اعتماد بھی ہوں اور اپنے خیالات پر مستحکم بھی مگر یہ قصہ ایسا بیکار ہے جس کا تعلق میری ذاتی خوبیوں سے نہیں ہے۔ اس لئے انھیں اپنے ساتھ منسوب کر کے مجھے ہمسایوں کی سفارش سے جنت میں جانے کے مترادف لگتا ہے۔ کہیں کوئی کرمفرما یہ کہہ دیں کہ میں نے نوابی اور دولت مندی کو بروئے کار لا کر اپنے تعارف کا راستہ تلاش کیا ہے اور

میں افسوس کے سوا کچھ نہ کر سکوں۔ آپ کے کام سے ابھی ہیں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار بھی نہیں کر سکتی۔ خدا کرے۔ وہ دن آئے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور اس ہیں میری خدمات کو ذرا سا بھی دخل ہو تو میں بصد خوشی اپنی دلچسپی و مسرت کا اعتراف کر سکوں۔ آج صبح کی چائے پر میں نے سلیم صاحب کو آپ کے خط کے متعلق بتایا تھا۔ انھوں نے دست بستہ سلام عرض کیا ہے اور یہ بھی کہ "مجھے کہیں آپ سے نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا" ان کا خیال ہے کہ جب آپ تعطیل گذارنے وطن جارہے ہیں تو کیوں نہ مع بیگم صاحبہ کے یہاں تشریف لے آئیں۔ ہمارا چھوٹا اور خاموش سا گھر ممکن ہے آپ کو پسند آجائے۔ آپ کو یہ پڑھ کر لطف آئے گا کہ میرے شریک زندگی کو اردو سے تقریباً نا واقفیت ہے۔ وہ بچپن سے شملہ۔ مسوری اور دہرہ دون کے انگلش سکولوں میں رہے۔ لہٰذا بس اتنا ہے کہ میرا لکھا ہوا بہت شوق سے پڑھ لیتے ہیں اور جو میں پڑھ کر سنا دوں اُسے دلچسپی سے سُن لیتے ہیں۔ ان دنوں اردو میں کافی ترقی کر لی ہے۔ خود بھی اردو لٹریچر سے شوق ہو گیا ہے۔ بیگم صاحبہ کی خدمت میں میرا خادمانہ سلام۔

آپ کی دعا طلب

تسنیم سلیم

## ذکیہ خاتون صاحبہ نگہت بریلوی

محبت کی جو بہنیں ہیں نہ چھوٹیں گی وہ جیتے جی
ہیں ان کے دل میں رہتی ہوں وہ میرے دل میں رہتی ہیں

ذکیہ نواز، قابل قدر نہایت عزیز میری پیاری خواہر انجم! ہزاروں برس تک سلامت رہیئے۔

تسلیم! مزاج شریف

محبت نامہ آپ کا صادق الفت سے لبریز موصول ہو کر باعثِ مسرت و شادمانی ہوا۔ لیکن بہن میری! میں تاخیرِ جواب کے باعث حد درجہ نادم و شرمندہ ہوں۔ میں اپنے اس اخلاقی جُرم کے باعث اس قابل بھی نہیں رہی کہ آپ سے معافی طلب کر سکوں۔ لیکن پھر بھی آپ جیسی شفیق بہن کی فیاض دلی اور خواہرانہ خلوص و کرم سے امید قوی ہے کہ اپنی خطاوار ذکیہ کی اس کوتاہ قلمی کو انجمن اخلاق و محبت میں پوشیدہ رکھ کر اس غلطی کو نظر انداز کریں گی اور معافی عنایت کر کے ممنون بھی۔

میں نے کئی مرتبہ خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن افسوس مکمل نہ ہو سکا۔ دوسرے میرا خیال تھا کہ آپ کے تعلیمی مشاغل میں میرا عریضہ حارج ہوگا اس لئے ادھر بھی خاموشی کو اپنا شعار بنایا۔

پیاری انجم! آپ کا سحر آگیں اخلاق اور خواہرانہ محبت ایسی نہیں کہ میں آپ کو فراموش کر دوں۔ عزیز ترین انجم! بخدا مجھے آپ سے بے اندازہ محبت ہے۔

آپ کی محبت اور یاد جو کہ آپ کے قیامِ سہارنپور کے چند ایام سے پیدا ہو گئی ہے۔
اس کا اندازہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ خدا تعالیٰ اسے میری یہی دعا ہے کہ یہ صادق
محبت ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔ ہر وقت آپ کی میٹھی میٹھی گفتگو میرے دماغ میں گونجتی
رہتی ہے۔ آپ کا خوبصورت تصور پیشِ نظر ہے۔ جوں جوں ایام گزرتے جاتے ہیں
آپ کی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ہر وقت کوشش میں رہتی ہوں کسی نہ کسی
طریق سے ایک بار انبالہ حاضر ہو کر شرفِ نیاز حاصل کروں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ
میری اس آرزو کو کب پورا کرتا ہے۔

پیاری انجم! آپ نے میرے ارسال کردہ حقیر کارڈ کا شکریہ ادا کر کے مجھے بحرِ
ندامت میں غرق کر دیا۔ کاش وہ آپ کے پر محبت شکریہ کے لائق ہوتا۔ عزیز بہن!
غالباً ماہ اپریل میں آپ کی تعطیل ہو گی۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ بھی ان دنوں غریب خانے
پر قیام کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر ایسا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی کی بات ہو سکتی
ہے۔ انجم بہن! ہماری تو ہر کوشش اب تک انبالہ آنے کی ناکام رہی۔ اب آپ
ہی لوگ سہارنپور آنے کی کوشش کیجئے۔ میں آپ کی تمام عمر احسان مند رہوں گی
اور ملاقات کا شرف حاصل کر کے اپنی قسمت پر بیحد نازاں بھی ہوں گے۔

بہن اختر منیر صاحبہ کی بیحد مشکور رہوں کہ بہن موصوفہ اکثر یاد فرمالیتی ہیں۔ آپ کے
ذریعہ میں بھی ان سے غائبانہ شرف حاصل کر چکی ہوں۔ ہر خط میں میری جانب سے
اپنی عزیز ترین دوست کی خدمت میں تسلیم لکھ دیا کیجئے۔ مجھے بہن موصوفہ سے شرفِ
نیاز حاصل کرنے کا دلی شوق ہے۔ مگر افسوس ہے میں اپنے کو بالکل مجبور پاتی
ہوں۔

امید ہے کہ آپ کے اسکول کے مع دیگر اسکولوں سے زیادہ کامیاب اور بہتر رہے ہوں گے۔ آپ کا امتحان شروع ہونے میں پندرہ اٹھارہ یوم کا عرصہ باقی ہے۔ خداوند کریم ہر طالبہ کی محنت کو کامیاب کرے اور آپ بھی اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوکر مسرّت و شادمانیوں سے شاد ہوں۔ بہن فردوس صاحبہ بھی امتحان کی تیاریوں میں بہت زیادہ مصروف ہیں۔

خط طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے دلی محبت کے ساتھ ختم کرتی ہوں اور اس سمع خراشی کی معافی چاہتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنی اولیں فرصت میں جواب خط سے سرفراز کریں گی۔ میں بیچینی کے ساتھ منتظر ہوں۔

زیادہ سلام محبت۔

ناچیز آپ کی بہن
ذکیہ نگہت

# بہ جبیں جہاں صاحبہ نجمی

خواہر دلنواز پیاری ذکیہ۔ تسلیم محبت

مورخہ ۴ رپیا ۵ رجون کو تمھارے دستِ نازک کا تحریر کردہ خواہرانہ محبت سے لبریز مکتوبِ جمیل موصول ہو کر بخدا باعث صد ہزار مسرت و شادمانی ہوا۔ پڑھا متعدد بار پڑھا۔ اس عالم تنہائی میں تمھارے محبت نامے کا بارہا مطالعہ کر کے یہی محسوس کر رہی تھی۔ گویا حقیقت میں تم سے ہمکلام ہوں۔ تمھاری اور بہن فرحت کی شیریں صحبتوں کے خوش نما مناظر مثل پردہ فلم آنکھوں کے سامنے گزر رہے تھے۔

پیاری بہن! ان خوشگوار لمحات کی شیریں یاد تا زیست بھی فراموش نہ ہو سکے گی۔

افسوس صد افسوس پیاری ذکیہ، تم نے میری گزارش کو پائے استحقاق سے ٹھکرا دیا۔ خیر میں تھی ہی اس قابل۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے۔ تم نے اب تک میری کسی خواہش کو وقعت نہ دی حالانکہ میں تمھاری ہر فرمائش پر سر تسلیم خم کر چکی ہوں۔ اور کرنے کو تیار ہوں۔ اس میں کسی کا کیا دوش؟ یہ بھی اپنی اپنی قسمت ہے۔ میری تو دلی خواہش ہے کہ تمھاری محبت خواہرانہ کے لئے جو کچھ بھی بن پڑے کچھ نہ کچھ کرسکوں — حیرت ہے میرے پچھلے خط کی طرز تحریر تمھیں بہت پسند آئی۔ پیاری بہن! اس عزت افزائی کا بہت بہت شکریہ۔ جناب عالی کی فرمائش بسر و چشم! اگر واقعی مضمون قابلِ اشاعت ہے تو بخدا مجھے قطعی عذر نہیں۔ لیکن ہاں! اتنی استدعا ضرور ہے کہ ذرا اس کی اصلاح کرا لیں۔

فلم ڈاکٹر آپ نے دیکھی؟ کہئے کیسی فلم ہے۔ سُنا ہے اس کی کہانی وغیرہ بہت

اچھی ہے۔ ہم تو سینما سے قطعی محروم ہو گئے۔ یہاں تو آس پاس کے شہروں میں بھی سینما ہاؤس نہیں۔ صرف کسولی میں جو یہاں سے چھ سات میل پر واقع ہے۔ صرف ایک سینما ہاؤس ہے۔ مگر وہاں انگلش فلمیں چلتی ہیں۔ واقعی میں والدین کی جدائی بہت شاق گذرتی ہے جو لطف سیر و تفریح و دیگر مشاغل میں میسر آتا ہے۔ ان کی جدائی میں کرکرا ہو جاتا ہے۔ گوہر اور ان کی پر شفقت تحریر کے ملنے سے کافی راحت نصیب ہو جاتی ہے۔ مگر پھر بھی ان کی یاد بے چین کئے دیتی ہے۔

آپ کو اس خط کا جواب جلد ہی دینے کا ارادہ تھا مگر خط میں تاخیر ہو جانے کی وجہ نہایت ہی پر لطف ہے۔ کوئی تین روز ہوئے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ موسم نہایت ہی دلکش تھا۔ جی میں جو سمائی۔ جلدی جلدی کچھ ناشتہ تیار کیا۔ ٹفن باسکٹ میں رکھ نوکر کو ہمراہ لے بس چلتے بنے۔ کھڈوں میں اُترتے اترتے کوئی چھ سات میل نکل گئے۔ ایک جگہ پہنچ کر راستہ بھی بھول بیٹھے۔ پہاڑوں میں چاروں طرف ٹکریں ماریں مگر سب بیسود۔ ناشتہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ انتڑیاں الگ قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں۔ ٹانگیں اور پیر علیحدہ جواب دینے لگے۔ شام ہونے کو آئی۔ جب ذرا ذرا جھٹ پٹا ہونے لگا۔ تو بی بجمہ نے سہم سہم کر رونا چلانا شروع کیا۔ ادھر ہمیں خود بھی یہ خوف کہ کہیں کسی خونخوار جانور سے دو چار ہونا نہ پڑے۔ غرضیکہ جنگل کی وحشت بھوک کی زیادتی۔ پیروں کے چھالے۔ بجمہ کا رونا عجب مصیبت کا سامنا تھا۔ ملک الموت بھی کشمکش میں تھے۔ کبھی روح کھینچنے لگتے۔ کبھی ترس کھا کر چھوڑ دیتے۔ خیر کسی نہ کسی طرح ان کے فولادی پنجوں سے چھٹکارا حاصل کر ہی لیا۔ ایک پگ ڈنڈی نظر پڑی اس پر ہو لیے۔ کچھ دُور گئے تھے کہ اچانک جنگل بیابان میں ایک جگہ روشنی دکھائی دی۔

جو ہم بھولے بھٹکے مسافروں کے لیے خضر راہ ثابت ہوئی۔ خدا خدا کر کے چند دیہاتیوں کے جھونپڑے نظر آئے۔ بے تکلفانہ ایک غریب دیہاتی کے گھر میں گھس گئے۔ انھیں اپنے گھر کا پتہ بتا دیا۔ بیچارے بڑے خوش ہوئے۔ بولے۔ اجی مہاراج! کرپا تمھاری، کہاں تم سیٹھ، کہاں ہم غریب۔ ہم اس قابل کہاں۔ ہم نے اپنے دل میں کہا۔ ارے بھائی، نہ یہاں کوئی سیٹھ ہے اور نہ کوئی غریب۔ موت کے منہ سے بچ کر آئے ہیں۔ یہی غنیمت ہے کہ تم نظر آ گئے۔ ورنہ خدا جانے کہاں کہاں دھکے کھاتے اور سب سیٹھ پنا نکل جاتا۔ ان کا اتنا سا سہارا پاتے ہی ہم وہیں بیچ کی صاف ستھری زمین پر ذرا دم لینے کے لیے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک نہایت خوبصورت سی لڑکی ہاتھ میں مکئی کی روٹی اور لٹیا لیے ہوئے آئی۔ اس نے ہم سب کو ایک ایک روٹی اور گلاس میں لسی دی۔ وہ منظر کبھی نہ بھولنے والا منظر کس قدر دلفریب تھا جس وقت ہم فاقہ زدوں کی طرح اس کو ایک نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر جلدی جلدی کھا رہے تھے۔ اور حقیقت میں اس وقت اس لسی میں وہ مزا تھا جو ایک امیر ترین شخص کے دسترخوان پر چنے ہوئے مرغن، عمدہ لذیذ اور قیمتی کھانوں میں بھی نہ ہو گا۔ کاش ذکیہ! تم بھی اس وقت شریکِ طعام ہوتیں اور ہماری طرح تم بھی عجیب و غریب لطف حاصل کرتیں۔ شکم سیر ہو کر وہاں سے اٹھے۔ اپنے معزز میزبانوں کا شکریہ ادا کیا۔ ایک آدمی کو ساتھ لے کر وہاں سے گھر کا رخ کیا۔ بدن میں کچھ تازگی تو پہنچ ہی چکی تھی۔ گرتے پڑتے گھر پہنچ ہی گئے۔ گھر پہنچ کر اپنے اپنے بستروں پر ایسے پڑے کہ دو دن کی خبر لی۔ البتہ بستروں پر بھی اپنے کرم فرما میزبانوں کی یاد ضرور ستاتی رہی اور جب تک ان سے دوبارہ ملاقات نہ ہو گی۔ ان کی یاد ستاتی ہی رہے گی۔ ارادہ ہے کہ اس دفعہ ضرور ان کا

شکریہ ادا کرنے جائیں۔ آج ۲ دن کے بعد یعنی تیسرے دن ذرا ہمت ہوئی تو تمہیں خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ غالباً ہماری کبھی نہ بھولنے والی سیر کا حال پڑھ کر تم بھی کافی لطف اندوز ہوگی۔ خیال ہے کہ اپنی زندگی کے اس اہم ترین واقعہ کے تمام حالات قلمبند کروں اور تو مجھے یاد نہیں۔ البتہ اپنی یادداشت پر ضرور زور ڈالوں گی۔ اگر کچھ یاد آگیا تو پھر تحریر کروں گی۔

اچھا خط تو کافی سے زیادہ طویل ہوگیا۔ اب تو خوش ہو، میری پیاری ذکیہ کہ تمہیں تمہاری حسب فرمائش طویل سے طویل خط لکھتی ہوں۔ اس نظریہ سے جگجیت نگر بہت بھاگوان ثابت ہوا کہ خط کو طویل بنانے کے لئے بہت سا ذخیرہ مہیا کر دیتا ہے۔ اچھا اب اجازت دو۔ خدا حافظ۔

تمہاری سرشارِ محبت
برجیس

## دانا صاحبہ پرتمی

۱

دیر سے یاد آ رہی ہے تری
کیا تجھے یاد آ رہی ہوں میں

پیکرِ مہر و محبت، گلشن علم و ادب کی عندلیب خوشنوا میری پیاری آپا، نامۂ محبت نے ایک بیکس و بدنصیب ہستی کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دی میں اپنی پریشانیوں کو بھول گئی۔ لبریزِ الفت تحریر پڑھنے کے بعد مثل دیوانہ وار محبت کے نغمے الاپنے لگتی ہوں۔ مجھے مکان کے ہر گوشہ میں محبت جیسا پیارا لفظ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ میری پیاری بر جبیں! میرے دل میں، میرے ناکارہ شکستہ دل میں آپ کی یاد اس طرح جاگزین ہے۔ جس طرح پھولوں میں خوشبو غنچوں میں رنگ۔ میری چشمِ پر شوق میں آپ ہی کی رعنائی و زیبائی ہے۔ میں پہروں عالمِ تصور میں غوطہ زن رہتی ہوں۔ مختلف خیالات میرے دل و دماغ کو پریشان کئے رہتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی لازوال الفت کا اظہار کس پیرائے میں کروں۔ میں ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنا مطلب بھی بمشکل ظاہر کر سکتی ہوں۔ پیاری بر جبیں آپا! سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس محبت کا انجام کیا ہوگا؟ بہن! میری تو یہی حالت ہے

ہیں تیری جستجو کا انجام سوچتی ہوں
پر جستجو سے تھک کر کھو جاؤں گی تجھی میں

ہاں! آپ نے جو میرے اشعار کے متعلق فرمایا ہے۔ اس کے لئے یہی

عرض ہے کہ ؎

کہاں اشعار کی باتیں، کہاں یہ پیار کی باتیں
سراسر افترا ہے دعوئے شعر و سخن مجھ پر

میں تو ایک نہایت ہی کم عقل ہوں۔ صرف شعر و شاعری سے دلچسپی کی وجہ سے کبھی ٹوٹے پھوٹے شعر بنا لیتی ہوں جو کہ اہمیت نہیں رکھتے۔ سو آپ مجھ غریب سے ایسی کیا توقع رکھ سکتی ہیں۔ میرا تخلص نہیں بلکہ یہ سمجھیں کہ میں اپنے نام کے بجائے آپ جیسی مہربان کے خطوں میں اپنے آپ کو پریمی کے نام سے موسوم کرتی ہوں۔ اکثر اشعار میں بھی یہ لفظ لاتی ہوں۔ تاکہ کسی کو میرا نام معلوم نہ ہو۔ پیاری مہ جبیں آپا! ایک کم مایہ علم کی مالک ہستی کہاں اس دولتِ بے بہا کو حاصل کر سکتی ہے۔ مجھے حد درجہ شوق ہے مگر آتا کچھ نہیں۔ سو آپ خیال نہ کریں۔ بلکہ ہزاروں غلطیاں ہوں گی۔ اچھا چند شعر اور سنیں ؎

تم سے کچھ کہنے کی خواہش ہے مری خاطر نشیں
آہ لیکن کیا مجھے خود بھی خبر اس کی نہیں
اور اگر تم اتفاقاً پوچھ لو مجھ سے کہیں
تو فقط اتنا کہوں گی تم سے الفت ہے مجھے

میرا دل آپ سے ملنے کو چاہتا ہے۔ پر خدا نے حد درجہ بے کس بنایا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اپنی داستانِ غم کو لکھے جاؤں۔ مگر آپ بھی کیا کہیں گی۔ سو اسی پہ اکتفا کرتی ہوں۔

میں اشعار میں آپ کے بجائے تم استعمال کر گئی ہوں، اس لئے میری گستاخی کو

معاف کریں۔ گو یہ میری محبت کا ادنیٰ اظہار ہے۔

آپ کی ناقابلِ محبت مغموم و پریشان

داتا

## ۲

میری تغافل کیش و ستم شعار برجبیں آپا۔ تسلیم شوق

کافی عرصہ ہوا۔ دو عریضے ارسالِ خدمت کیے تھے مگر اب تک کوئی جواب نہیں ملا۔ پیاری برجبیں آپا! کیا آپ کی محبت و وفا کی تکمیل صرف چند خطوط ہی پر موقوف تھی؟ آپ کی یہ بے نیازی اور ستم شعاری میرے لیے بعید از قیاس تھی۔ میرا دماغ آپ کے اس حسنِ سلوک کی مصلحت سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس لیے میں زیادہ لکھنا موزوں نہیں سمجھتی۔ لیکن پیاری برجبیں! میرے اس شعر کو کبھی نہ بھولنا ؎

خوش رہو تم مگر کیا کرے داتائے غریب
اس کو حاصل ہے وہ دل جو بن ترے شاد نہیں

آپ کے خط کے جاں سوز انتظار میں اتنا عرصہ گزار دیا۔ آخر اس خیال سے لکھنے لگی ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ جسے آپ آخرت میں مقیم سمجھتی ہوں۔ وہ فی الحال اس پُرفریب عالم میں زندہ آپ کی محبت و وفا کا امتحان لے رہی ہے میں بخوبی جانتی ہوں کہ میری بلکہ میری محبت کی حقیقت آپ جیسی فرشتہ سیرت بہنوں کی نگاہوں میں کچھ اصلیت نہیں رکھتی۔ پر تو بھی میں آپ کی قدرداں ہوں۔ جیسا کہ میرا ہمیشہ یہ اصول ہے کہ سچی محبت وہ ہے جس کی بنیاد دنیا کی کوئی مصیبت یا آندھی

نہیں ہلا سکتی - خیر، آپ مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں - اس واسطے کیا لکھوں - کیا یہ شعر کبھی نظر سے نہیں گذرا ؎

جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے ضرور
شمع بھی جلتی رہی پروانہ جل جانے کے بعد

دیکھیں، میں فضول ہی عالمِ مدہوشی میں کیا کچھ رقم کر گئی - اگر کوئی بات ناگوارِ خاطر گزرے تو معاف کریں - کہئے آپ آج کل کیا کرتی رہتی ہیں ؟ میرے پاس تو کوئی خاص کام نہیں - البتہ کبھی کبھی ہارمونیم بجا لیتی ہوں - زیادہ کیا عرض کروں - پیاری بہن آپا ! کم از کم اپنی خیریت کی خبر تو دے دیتیں - کیا میری اس لازوال محبت کے آگے پانچ پیسے کا خط بھی اس قدر مہنگا پڑتا ہے -

آپ کی بہن
دانا

## ۳

دل گیا، چین گیا، نیند بھی آنکھوں سے گئی
اک تری یاد کو سینہ سے لگا رکھا ہے

مرے قلب کی حکمران، امیدِ حیات، میری عزیز ترین بہن آپا ! تسلیم شوق نامۂ محبوبی بوئے الفت سے معطر - پیاری کا پیام راحت جان لے کر میرے خانۂ دل کو اپنی ضوفشانیوں سے معمور کرنے کو موصول ہوا - جس نے مجھے سکون قلب بخشا - آپ کا خط کیا تھا گویا دردِ جگر کے واسطے مرہم مسیحائی تھا کہ دیکھتے ہی تسکین

ہو گئی۔ میں اپنی پریشانیوں کو یکلخت بھول گئی۔ میرے حسرت زدہ دل میں کامرانی و مسرت کی ایک نئی برقپاش لہر دوڑ گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اظہارِ مسرت و خیالات کی ترجمانی کے واسطے الفاظ کہاں سے لاؤں بلکہ یہی عرض ہے ؎

نامہ لکھا گیا ہے جن سے کاش وہ انگلیاں ملیں

مرے خیال وہ چوم لے جا کر وہ جہاں ملیں

پیاری برجیس آپا! آپ مجھ ناکامِ الفت کو ایسے گراں بہا خطاب دے کر سخت شرمندہ کرتی ہیں۔ ایک بدنصیب ہستی ایسے نایاب گوہروں کی مستحق نہیں اگر یہی الفاظ آپ جیسی ملکہ حسن و اخلاق کے لیئے استعمال کریں تو انصاف ہو گا۔ حقیقت ہے کہ میں آپ کی خدمت میں عریضہ تحریر کرتے نہایت شرمسار ہوتی ہوں۔ جیسا کہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میں آپ جیسی مہربان کی تعریف میں کچھ لکھنے سے مجبور ہوں۔ بیشک میرا سلسلہ خط و کتابت کافی سے زیادہ ہے۔ مگر میں اپنی قابلیت کے پہلو پر نظر ڈال کر حد درجہ شرمسار ہوتی ہوں۔ بالآخر یہ سوچ کر کہ قسمت کی آنکھ اندھی ہوتی ہے۔ میں اتنا کچھ عرض خدمت کر دیتی ہوں۔ میری استدعا ہے۔ کہ ازراہِ کرم میری غلطیوں سے مطلع فرما کر مجھے ممنونِ احسان ہونے کا زریں موقعہ بخشیں بشرطیکہ میری التجا ناگوارِ خاطر نہ گذرے۔

مجھے یاد آ گیا کہ آپ نے مجھ کم عقل کی تصویر طلب فرمائی ہے۔ مجھے کسی بات سے انکار نہیں نہ بلکہ آپ کی خوشی میں میری رضا شامل ہے۔ پر عرض ہے کہ آپ نے گذشتہ کرم ناموں میں یہ چیز طلب نہیں کی۔ ورنہ ناچیز ضرور کچھ نہ کچھ لکھتی۔ میرے پاس اوّل تو کوئی ایسی تصویر ہی نہیں جو ارسالِ خدمت کروں۔ دوسرے میں اس

قابل کہاں ؟ کہ آپ جیسی گوہرِ یکتا کے دستِ نازک اس حقیر شے کو چھوئیں۔ چند ایک تصاویر انبالہ ہی میں اتروائی تھیں جو عزیزہ انجم کے پاس موجود ہیں۔ باقی میری تصویریں کئی لوگوں نے اور استادوں نے لے لیں۔ یہ ایک تصویر باقی ہے۔ جو حسبِ ارشاد بھیج رہی ہوں مگر آپ دیکھ کر کیا کہیں گی ؟ کس قدر ڈراؤنی شکل ہے پر کیا میں آپ کی شبیہہ ناز طلب کرنے کی جرأت کر سکتی ہوں ؟

پیاری برجیس آپا ! آپ شاید بھول گئی ہیں کہ میں نے ہی آپ سے فوٹو عطا کرنے کی استدعا کی تھی۔ مگر آپ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ خیر کوئی مضائقہ نہیں۔

عزیزہ بہن حمیدہ نظام الدین سے غائبانہ تعارف کرانے کے لئے دلی مشکور ہوں۔ کاش میں خود ان کو دیکھ سکتی۔ میرا اسلام شوق دے دیں۔ میرے انبالہ ہی اکثر لوگوں کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف جگہوں سے، مگر کسی کا جواب نہیں دے سکتی۔ میرا دل گھر میں قطعی نہیں لگتا۔ گو یہاں بھی کافی سے زیادہ لوگ مجھے ماننے والے ہیں۔ وہ لوگ کئی کئی گھنٹے میرا دل لگانے کی غرض سے ہمارے غریب خانے پر گزارتی ہیں۔ آپ سے ملنے کی خواہش تازیست رہے گی رہ رہ کر دل میں ایک درد سا پیدا ہوتا ہے۔ درد میں بیقراری، ایک چشمہ سا، ایک دریا کا سا جوش ابلتا ہے اور میں اپنے فرسودہ خیالات کا مجموعہ لکھنے لگتی ہوں مگر اس کو بے معنی سمجھ کر پھاڑ دیتی ہوں۔

کیا کہوں ؎

مرے دل کی تمہیں تھوڑی سی خبر ہو جاتی
اس قدر بھی اثر نالہ و فریاد میں نہیں

پیاری آپا! کیا آپ آئندہ سے مجھے آپ کی بجائے تم سے یاد فرمائیں گی؟ کیونکہ مجھے آپ کہلاتے سخت شرم آتی ہے۔ میری تحریر کی بے ربطی کو نظرانداز کیجئے۔ پیاری بہ جبیں! سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح یہ قابلِ نفرت تصویر بھیج دوں۔ آپ خود انصاف کیجئے کہ تصویر کیسی ہے۔ ایک تو میں ہی ایسی ہوں۔ اس پر تصویر تو اور بھی بیحد خراب ہے۔ چونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے بھیج رہی ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ دانا آپ کی خواہش بسر و چشم پورا کرنے کو تیار ہے

زیادہ محبت

ایک ناچیز مجبور زندگی

# عفت آرا افضل علی صاحبہ

۱

شبستانِ مسرت کی نکہت، دلنواز بہن۔ ہدیہ سلام و شوق نیاز

جس طرح قلب شبنم شعاعِ مہر کی نوازشوں سے لرز اٹھتا ہے۔ میری روح بھی کسی سہیلی کے مکتوبِ جمیل کے تصور سے کانپ اٹھتی ہے۔ کیونکہ یہی وہ منظرِ نا آشنائے قرار ہیں۔ لیکن جب آپ کی خواہش ہے کہ مجھ سے خط و کتابت کریں تو ادھر بھی دیدہ و دل فرشِ راہ ہے۔ آپ شوق سے ربابِ الفت کے تاروں کو چھیڑیئے اور اپنا پیامِ مسرت بھیجیئے۔ میں رسمِ خیر مقدم کے لئے نہایت خوشی سے تیار ہوں۔

خوشا وقتے و خرم روزگارے

کہ یارے بر خورد از وصلِ یارے

میں اچھی ہوں اور آپ کی تنویرِ عافیت سے کسبِ نور کے لئے بیقرار۔ فقط

والسلام

سراپا انتظار

عفت آرا

۲

ملکۂ التفات!

عتاب نامہ ملا، عتاب نامہ کیا تھا، کرنمائے غصہ و غضب کا آبشار جس نے مجھے

انوارِ مسرّت سے نہلا دیا۔ یہ پیارا پیارا غصّے سے لبریز خط کیا آیا گویا ؎

مری روح کو جھولا جھلا گیا کوئی
خیال بن کے خیالوں پہ چھا گیا کوئی

پیاری ربعیہ! تم نے خط میں مجھے کیا کیا لکھا۔ میری غلطی تھی۔ اس لئے میں نے سب کچھ سُن لیا۔ جو کچھ کہو گی وہ سب خاموشی سے سُن لوں گی۔

افسوس یہ میری کاہلی، پتہ نہیں مجھے کیا کیا سنوا ڈالے گی۔ اس بار مجھ سے نہ رہا گیا۔ تم مجھے معذور سمجھتی ہو۔ ہے نا؟ تم مجھے بے مروّت سمجھتی ہو۔ کیوں؟ تم مجھے وعدہ فراموش خیال کرتی ہو۔ کہو؟ کیا تم نے اپنی دوست کے بارے میں یہی رائے قائم کی ہے۔ نہ میں اپنے کو تم سے زیادہ انسان سمجھتی ہوں۔ نہ میں تم کو بھولی ہوں۔ بلکہ میں تو تم کو اپنے دل کی ملکہ سمجھتی ہوں اور نہ میں وعدہ فراموش ہوں۔ کیونکہ اب تک میں نے کوئی وعدہ نہیں توڑا ہے۔

امید ہے آئندہ اس قسم کے خیالات کو اپنے محبت بھرے مگر بہت جلد بدگمان ہو جانے والے ننھے سے دل میں جگہ نہ دو گی۔

ہم لوگ ڈلہوزی ۱۱ تاریخ کو آئے۔ یہ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ اس وقت بادل موتی برسا رہے ہیں اور ٹھنڈی ہوا دل کو فرحت بخش رہی ہے۔

تمھاری
عفت

# ستارہ جبیں عزت گوہر اقبال صاحبہ حور زبیری میرٹھی

۱

میری پیاری مرضیہ، سلامِ محبت قبول ہو۔

آج ایک مدت مدید کے بعد آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔ تاخیر کی وجہ اب کیا بتاؤں کہ میں کیسی پریشان ہوں۔ لاانتہا تفکرات میں مبتلا رہی، بہرحال مجھے آپ کی محبت و خلوص سے امید ہے کہ معاف کریں گی۔ کہہ دیجیے کہ معاف کر دیا تاکہ میری روح کو تسکین حاصل ہو۔

میری اچھی دوست آپ نے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ میں آپ کو بھول گئی ہوں، کیا آپ بھلا دینے کی چیز ہیں جو میں بھول جاؤں گی اور پھر یہ بھی تو ہے ع

عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود

یہ آج ہی معلوم ہوا کہ محبت میں جذبۂ انتقام کا بھی کچھ دخل ہے۔ کیا میں اب بھی یہی یقین کیے بیٹھی رہوں کہ آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں؟ اگر واقعی آپ کو مجھ سے محبت ہے تو انتقام کا خیال بھی دل میں نہ آنے دیجیے۔ لیکن یہ تو بتائیے۔ آپ تو فرقۂ اناث سے ہیں نہ کہ حضرت خضر سے۔ جو حور سے انتقام لینے کے لئے آپ کو فردوس یاد آئی۔ کیا عورتوں کو بھی حوریں اس رشتہ کے ساتھ ملیں گی کہ عورتیں ان سے انتقام لیں۔ ایسا ہی انتقام جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آپ نے جس انتقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر آپ کو واقعی مجھ سے محبت ہی ہے تو آپ ہی پر کیا منحصر ہے۔ ہر محبت کرنے والے کو اس پر عمل کرنا چاہئے ع

عاشقی نام ہے تسلیم و فاداری کا
یعنی اپنی سی کیے جائے بنے یا نہ بنے

لیکن اگر آپ انتقام ہی لینا چاہتی ہیں اور اس ہیں آپ کو لطف آئے گا تو شوق سے لیجئے گا۔ لیکن خلد میں تو پہنچنے دیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ خوفِ انتقام مجھے جنت میں جانے سے ہی باز رکھے۔ پھر کیا ہوگا؟ یہی کہ آپ اور خوش ہو جائیں گی۔

پیاری رضیہ! حقیقت تو یہ ہے کہ معاف کر دینا ہی سب سے بڑا انتقام ہے لیکن آپ نہیں معاف کرنا چاہتیں تو خیر ع

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

آپ بنانا خوب جانتی ہیں۔ ہاں میں تو اسے بنانا ہی کہوں گی۔ کیونکہ میں اپنے کو اس تعریف کے قابل نہیں پاتی جیسی کہ آپ کہہ رہی ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیے۔ میں اس کو بنانا نہ کہوں تو کیا کہوں۔ حقیقتاً ؎

یہ فقط آپ کی عنائت ہے
ورنہ میں، کیا مری لیاقت کیا

ہاں آپ ضرور اس تعریف کی، بلکہ اس سے بھی زائد اعلیٰ وارفع تحسین و ستائش کی مستحق ہیں۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ میں تو آپ کو ایسا ہی مستحق سمجھتی ہوں۔ انعام میں آپ کو میری محبت درکار ہے۔ مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ تو کہئے، محبت آپ کو بھیجوں کس طرح؟ پارسل کر دینے کی چیز نہیں۔ پیکٹ بنا کر بھیجا نہیں جا سکتا۔ اگر کہیں تو پہلو چیر کر دل نکال کر اچھال دوں، گیند کی طرح اچھلتا کودتا۔ گدے کھاتا کبھی نہ کبھی آپ تک پہنچ ہی جائے گا۔ کیوں؟ منظور ہے؟ محبت

تو دل ہی میں ہوتی ہے۔ غالباً اس طریقے سے آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

"خاتونِ مشرق" کا وی پی آپ کو بھیجا تھا لیکن وہ واپس آگیا۔ غالباً پوسٹ آفس کے جدید قانون کے باعث ایسا ہوا۔ میں یہ یقین نہیں کر سکتی کہ آپ نے واپس کر دیا ہو یا آپ نے خود ہی عمداً واپس کیا ہے۔

کیا آپ ہی خریدار نہ بنیں گی؟ نہیں! آپ کو بننا پڑے گا۔

باجی جان کہتی تھیں کہ تمہاری دوست رضیہ نے وی۔ پی واپس کر دیا۔ لیکن میں نے یہ بات بنا دی کہ ڈاکخانہ کے نئے قانون کی وجہ سے واپس آگیا ہوگا۔

اب اس لیے آپ کو لکھ رہی ہوں کہ آپ اپنی رائے سے مطلع فرمایئے۔ اگر آپ کو اپنے خاتونِ مشرق کی خریداری منظور نہیں ہے تو میں ہی آپ کی جانب سے اس کا زرِ سالانہ ادا کروں۔ اپنی رائے سے مطلع کریں۔ آج کل یہاں کا موسم بہت خراب ہو رہا ہے۔ آپ کے یہاں موسم کا کیا حال ہے؟ میری طبیعت بھی کچھ اچھی نہیں ہے۔ امید ہے کہ آپ معہ متعلقین بخیریت ہوں گی۔

کیا جواب دیجیے گا؟ منتظر رہوں گی۔ اگر آپ مایوس نہ کریں۔

اچھا تسلیم

آپ کی
گوہر حور

## ۲

پیاری رضیہ!

سلامِ محبت قبول ہو۔ نامہ محبت موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا ع

اسے آمدنش باعثِ دل شادیِ ما

شرارت ہی ایسی تھی کہ شریرہ کا خطاب دیا جاتا۔ آپ کی اس شرارت کی داد دیتی ہوں مگر ساتھ ہی اس کے لئے متاسف ہوں کہ آپ کو ناکامی ہوئی۔ کاش میں ایسی ہی ناشناس محبت ہوتی کہ آپ کی یاد دل سے محو کر لیتی۔ یہ اس لئے کہتی ہوں کہ اس صورت میں آپ کو کامیابی ہوتی اور اب میری وجہ سے آپ کی شرارت ناکام شرارت رہ گئی۔ بُرا ہو اس یاد کا۔ اور محبت شناس و الفت پرست دل کا جس کی بدولت میری ایک محبہ اپنی شرارت میں کامیاب نہ ہو سکی۔ میں آخر کیونکر نہ پہچان لیتی۔ وہ شیریں کلامی ہی نے بتا دیا کہ راقم کون ہے۔ پیاری! چمپا کا پھول ہزار چھپا کر رکھیں اور چاہیں کہ اس کی خوشبو نہ پھیلے مگر وہ اپنی نکہت عطر بیز سے فضا کو معطر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

میری رضیہ! آفتاب پر تاریک سے تاریک گھٹا چھا جائے اور اسے اپنے سیاہ پردے میں روپوش کرے۔ تو وہ یہ ضرور ہے کہ دامن کائنات پر اپنی تیز کرنیں اس بیباکی کے ساتھ نہیں بکھیر سکتا۔ لیکن عکس ضیاء پھر بھی باقی رہتا ہے۔ ہاں اتنا باقی رہتا ہے کہ دن سے رات نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح ہاں اسی طرح آپ نے بہت بہت کوشش کی کہ کم از کم اس خط میں محبت کا اظہار نہ ہو۔ مگر بھلا محبت بھی آج تک کہیں چھپائے چھپ سکتی ہے؟ کہیں نہ کہیں ظاہر ہو ہی گئی۔

شناخت کرنے میں مجھے اس سے بہت زیادہ مدد ملی۔ اس لئے محبت کا شکریہ پیش کرتی ہوں۔ ہاں! میں کیوں نہ کہوں، میں آپ کو نہیں بھولی۔ کیا آپ کی محبت اور خلوص کا یہی صلہ تھا کہ آپ کو بھول جاتی۔ آپ کی یاد صفحۂ دل سے محو کر دیتی۔ ایک حرف غلط کی طرح مٹا دیتی۔ نہیں میری رضیہ! یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ آپ کی محبت قابل احترام لائق تحسین و آفرین۔ اس محبت کی قدر کوئی میرے دل سے پوچھے۔ آپ کو کیا معلوم؟ میں کیسی ہی سہی۔ بد اخلاق ہوں یا جو کچھ ہوں۔ لیکن افسوس اس قدر خشک مزاج اور روکھی پھیکی طبیعت نہیں رکھتی۔ میں یہ ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ محبت کرتی ہوں تو اس کہ آپ پر ثابت کروں کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ نہیں محبت کی شان یہی ہے کہ اسے ہمیشہ اپنے دل میں لئے رہیں اور میں اسی پر کاربند ہوں۔ میں بھی آپ کی محبت کی معترف ہوں ؎

شرط اسلام بود ورزش ایماں بالغیب
اے تو غائب ز نظر مہر تو ایماں من است

لیکن آپ کہیں گی کہ اس حالت میں جبکہ میں محبت کرتی ہوں۔ خطوط کا جواب نہ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ تو سنئے! میری محبہ! میں تو آپ کی محبت کا امتحان لیتی تھی کہ دیکھوں میں خط کا جواب نہ دوں گی تو آپ مجھے بھولتی ہیں یا یاد رکھیں گی۔ آپ کامیاب رہیں۔ خوش ہو جائیے۔ کہئے اس کامیابی امتحان کا کیا انعام لیجئے گا؟ آپ جو کہتی ہیں۔ وہی میں دینے کو تیار ہوں۔ آپ سے اس لئے پوچھ لیتی ہوں کہ ممکن ہے میں اپنی پسند سے جو چیز پیش کروں، وہ آپ قبول نہ کریں۔ آپ ہی بتائیے آپ مجھ سے کیا لینا چاہتی ہیں؟ مگر بہن! میں خط نہ لکھنے کی وجہ بیان کرنے میں

بھول گئی اور غلطی کر گئی۔ دراصل بات یہ تھی۔ آپ کو میرے اعلیٰ اخلاق کا پتہ چل جائے محض اس لئے میں نے یہ طویل خاموشی اختیار کی تھی۔ آپ ہی بتائیے۔ اس آرزو کی تکمیل کے لئے بہترین ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ یا ہوتا؟

خاتونِ مشرق ــــ اس کی بابت مجھ سے کیا پوچھنا، آپ کو تو خود ہی معلوم ہے دفتر میں آگ لگ گئی ہے۔ میں نے آپ کا دل لالہ زار بنا رکھا ہے۔ خوب! مجھے بھی تو معلوم ہو۔ آخر کیونکر؟ اور اب کیا لکھوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میرے برادر محترم تاج صاحب قریباً تین ماہ سے بستر علالت پر دراز ہیں خدا سے دعا کیجئے۔ میرے پیارے بھائی کو جلد سے جلد صحت ہو جائے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ روز کچھ نہ کچھ شکایت رہتی ہے۔ خصوصاً دردِ سر کی۔

کیا جواب دیجئے گا؟

آپ کی محبت کیش

گوہر اقبال حور زبیری

۳

محترمہ بہن! ہدیۂ تسلیم و نیاز قبول ہو

آج "حل معمہ" موصول ہوا۔ پس پردہ یاد فرمائی کی ممنون ہوں۔ جی ہاں! حل صحیح ہے۔ اطمینان فرمائیے۔ اگر میرا خیال اور میری نگاہیں غلطی نہیں کرتیں۔ تو یہ معما حل کرنے والی وہی میری محبہ "پیاری رضیہ جہاں آرا" ہیں۔ کہئے کیا میرا خیال غلط ہے۔

میری شریرہ! اگر ایسا ہی ہے تو میں آپ کی شرارت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بہن! اس ٹکٹ کو جو آپ کا ارسال کردہ ہے واپس کر رہی ہوں۔ ذرا احتیاط سے رکھئے گا۔ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ ایک قیمتی شے کے گم ہو جانے کا افسوس ہوتا ہے۔ آپ کے افسوس سے پھر مجھے بھی ملال ہو گا۔ اس لئے یہ لکھتی ہوں کہ احتیاط سے رکھئے گا۔

اللہ رے شرارت! آپ "خاتونِ مشرق" کا نمونہ دیکھنا چاہتی ہیں؟ تو ایک پرچہ کی کون بڑی بات ہے اور کیا حقیقت ہے۔ میں یہی سمجھ لوں گی کہ میری ایک شریر دوست کی نذر شرارت ہو گیا۔ کیا ہرج ہے۔

پیاری رضیہ! آپ یہ سمجھیں کہ میں آپ کو بھول گئی ہوں۔ اس لئے تو یہ "پسِ پردہ" یاد آوری ہوئی۔ خیر میں تو اس کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔

معاف کیجئے! "لالہ زار" ایسے آدمیوں کو نہیں ملتی۔ آپ کا انتظار فضول ہو گا۔ ہاں! ذرا سنجیدگی کے ساتھ پردے سے باہر آئیے۔ ہنسنے کی شرط نہیں۔ تو شاید قرعہ میں آپ کا ہی نام نکل آئے۔

میں اظہارِ شخصیت کے لئے مضطرب ہوں۔ یعنی یہ اب کی بار خط لکھنے والی کون خاتون ہیں۔ اب انتظار کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس پردہ اٹھا دیجئے۔

معلوم ہو گیا۔ آپ کو شرارت میں بھی خوب مہارت ہے۔ فقط

اپنی رضیہ کو نہ بھولنے والی

ستارہ زبیری

۴

میری پیاری بہن - سلام شوق قبول ہو

کچھ عرصہ ہوا - محبت نامہ موصول ہوا تھا مگر بوجہ علالت جواب جلد نہ دے سکی - جس کی مجھے شرمندگی ہے اور افسوس - اوّل تو آج کل سردی یونہی کیا کم ہے کہ پورے شباب پر ہوا اور پھر اس پر فضا و بادل و بارش، خدا کا شکر ہے کہ چار پانچ دن سے بادلوں کے زور میں کمی ہو گئی ہے اور کسی کسی وقت سورج نظر آجاتا ہے - اس وقت دھوپ نکلی ہوئی ہے اور میں دھوپ میں بیٹھی ہوئی آپ کو یہ محبت نامہ لکھ رہی ہوں - مجھے سردی کے سبب سے ہی زکام ہو کر بخار آنے لگا تھا - اب بفضلہ کچھ آرام ہے لیکن پورے طور پر سکون نہیں ہے -

میری اچھی بہن! میری کیا عنائتیں اور کیا محبتیں، جن کا آپ شکریہ ادا کرنا چاہتی ہیں - یہ آپ کا حسن اخلاق اور آپ کی ہی محبت ہے - ورنہ میں کیا اور میری محبتیں کیا؟ میں آپ کی محبت کا شکریہ اور بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں -

حالانکہ یہ شکریہ ناکافی ہے - مگر آپ ہی بتائیے کہ کس صورت میں شکریہ ادا کروں - آپ کہیں گی یہ بھی خوب ہے، کہ شکریہ ادا کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں - اگر انسان چاہے تو ہر طرح کر سکتا ہے - بہرحال میں کوشش کروں گی کہ شکریہ کو الفاظی جامہ کے بجائے عملی صورت میں تبدیل کر دوں -

"خاتونِ مشرق" کی تعریف کا شکریہ آپ لکھتی ہیں "خاتونِ مشرق" میں تصویروں کی کمی ہے - اسے اپنی آپا جان سے کہہ کر پورا کرا دیجئے - تو سنئے! کہ خاتونِ مشرق جب تک اپنے پیروں آپ کھڑا ہونے کے قابل نہ ہو - یہ خرچ برداشت کرنا مشکل ہے -

لیکن کوشش کی جارہی ہے کہ تصویر بھی شائع ہوا کرے۔ کوششوں میں کامیاب کرنا خدا کے اختیار میں ہے۔ آپ دُعا کیجئے۔

میں اپنی تصویر بھیج دوں لیکن جبکہ کوئی تصویر موجود ہی نہیں تو آپ کی آرزو کس طرح پوری کروں۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کیونکہ ہو۔ آپ ہی بتلائیے؟ اگر میں نے کبھی اپنی تصویر کھنچوائی، تو سب سے پہلے آپ کی نذر کروں گی۔ مجھے افسوس ہے اور ملال کہ آپ نے ایک چیز لینی چاہی مگر میں نہ دے سکی۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری مجبوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے معاف کر دیں گی۔

کیوں ہے نہ؟

لیجئے خاتونِ مشرق ارسال کر رہی ہوں۔ اب ختم کرتی ہوں۔ بہت کچھ لکھ گئی۔ امید کہ جواب سے سرفراز کریں گی۔ کہئے آپ کا مزاج تو اچھا ہے؟

اچھا رخصت، پھر ملیں گے اگر خدا لایا

آپ کی بہن

ستارہ جبین

اور ہاں بہن! میں یہ لکھنا بھول گئی کہ آپ اپنی تصویر بھیج دیں۔ پیاری بہن! یہ خیال نہ کیجئے گا کہ میں نے اپنی تصویر آپ کو نہ بھیجی۔ تو آپ بھی کیوں بھیجیں۔ میں مجبور ہوں۔ کیونکہ میری کوئی تصویر نہیں۔ کیوں بہن، آپ تو بھیجیے گا اپنی تصویر؟ میں انتظار کروں گی، امید کہ مایوس نہ کریں گی۔

حور میرٹھی

# رضیہ جہاں آرا صاحبہ۔ بابو پوری

۱

اچھی بہن!

کیوں خفا ہو گئیں، کیوں روٹھ گئیں؟ خط کا جواب کیوں نہ دیا۔ دعاؤں کا صلہ کیا یہی دیا جاتا ہے کہ خیر خیریت سے بھی ترسایا جاتا ہے۔ خیر بلا سے خفا ہو تو خفا رہو۔ میں تو دعا ہی دوں گی۔ خدا کرے اچھی ہو۔ خیریت سے ہو۔ ستارہ اقبال چمک رہا ہو۔

اچھا خفگی دور کرو۔ عید آئی ہے۔ عید کی مبارکباد لو۔ کیا عید کی خوشی میں بھی روٹھی رہو گی اور مجھ کو یاد نہ کرو گی؟ سلک مروارید پہنچی یا نہیں؟ آپ نے اپنی باجی سے کہہ کر اس پر ریویو بھی نہ کرایا۔ خاتونِ مشرق کا چندہ تو میں نے بھیج دیا۔ وہ آبھی رہا ہے۔ اس میں اپنے گوہر کی جا بجا چمک دمک دیکھ کر خوش ہوتی ہوں اور دعائیں دیتی ہوں۔ فقط

آپ کی بہن

ر۔ ج

۲

اچھی بہن ستارہ جبین!

خط محبت نمط ملا اور خاتونِ مشرق بھی۔ دعاؤں کا گلدستہ اور شکریہ کے

پھول قبول فرمائیے۔

یہی کہتی تھی نہ جانے کیوں میری ستارہ جبین کی مہربانیوں کی کرنیں اب کی مجھ تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ معلوم ہو گیا۔ کمبخت نزلہ۔ بخار کی بدلیوں نے روشنی مدھم کر رکھی تھی۔ خیر شکر ہے۔ اب وہ بدلیاں چھٹ رہی ہیں۔ بہن! نزلہ زکام تو اس موسم کی سوغات ہے۔ تھوڑی سی حفاظت آپ کر لیتیں تو یہ سوغات آپ کو نہ ملتی۔

نور بہن! آپ تو بڑی خاکسار نکلیں۔ پے در پے عنائتیں اور میں ان کو کسی شمار میں نہ لوں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ ہاں! البتہ آپ خواہ مخواہ میرا شکریہ ادا کر رہی ہیں۔ میں نے کون سی مہربانی کی ہے۔ جس کا عملی شکریہ ادا کرنے کے واسطے میری پیاری بہن! آپ اس قدر بے چین ہیں۔ عنائت کی نظر میرے حال پر یونہی ہے یہی کافی ہے ع

میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

خاتون مشرق میں تصویروں کے لئے اس لئے میں نے لکھا تھا کہ آج کوئی رسالہ اس سے خالی نہیں ہوتا۔ رسالہ کی دلچسپیوں میں تصویریں بہت کچھ اضافہ کر دیتی ہیں مگر یہ تو سچ مچ آپ کی آپا جان ہی سمجھ سکتی ہیں کہ تصویروں کی اشاعت اپنے بس میں ہے کہ نہیں۔ ہم کیا جانیں؟ میں سمجھتی تھی کہ آپ قدامت پسندی کی بیڑیوں سے آزاد ہیں۔ تصویر ضرور رکھواتی ہوں گی۔ اس لئے میں نے مانگی تھی۔ تصویر نہیں ہے۔ جانے دیجئے جب ہو بھیج دیجئے گا۔ آپا جان سے بہت بہت سلام۔ فقط

آپکی بہن

ر۔ ج

## ۳

میری اچھی بہن ممتاز - سلام شوق و نیاز

عرصہ دراز کے بعد "یوسف گم گشتہ" ہاتھ آیا - یعنی آپ کی تحریر پُر تنویر نوا و سرور بخش دیدہ و دل ہوئی - اللہ اللہ اس بھول کے قربان! اس فراموشی کے صدقے سال بھر میں کبھی آپ کو اس رضیہ کی یاد نہ آئی - جس نے خدا جانے کتنے کنوئیں آپ کی جستجو میں جھانک ڈالے اور خدا جانے کس کس سے آپ کا پتہ پوچھا - خیر میں سمجھتی ہوں یہ موقعہ نہیں ہے کہ آپ کے ظلم ناروا کی داستان بیان کروں اور آپ کی سنگدلی کا دکھڑا روؤں ؟ اب بھی پوچھا تو مہربانی کی -

عرصہ دراز کے بعد آپ کی یاد فرمائی کی بدل مشکور ہوں - بہن! یہ مصیبت کیسی اور درماندگی کاہے کی ؟ آپ نے مفصل کچھ نہ لکھا اور میرے دل کو ایک عالم حیرانی و پریشانی میں چھوڑ دیا - خیر سے طبیعت تو اچھی ہے - بچے تو سب مع الخیر ہیں - جب تک مفصل نہ لکھئے گا - دل خیر طلب کی الجھن میں کمی نہ ہو گی -

مجموعہ آپ نے شائع نہیں فرمایا ؟ یہاں اشتیاق تہی داماں ہی رہا جاتا ہے - اگر مجموعہ مکمل ہو گیا ہو اور اس کی طباعت کی فکر نہ ہو سکتی ہو تو اسے مجھے بھیج دیتے - دیکھئے جواب جلد عنایت فرمائیے گا - ورنہ آپ کی اس مرتبہ خاموشی موجب چند گونہ رنج و ملال ہو گی - فقط

ناچیز آپ کی

رضیہ

## ۴

میری دلنواز بہن ممتاز! سلام مسنون و اخلاص مشحون۔

پرسوں نرسوں آپ کا کارڈ آیا۔ آنکھوں کا نور، دل کا سرور بڑھایا۔ گو شب وصل کی طرح مختصر تھا۔ مگر بار بار پڑھنے پر بھی سیری نہ ہوئی۔ بکمر یاد فرمائی کی شکر گزار ہوں۔ آپ کی تحریر محبت خمیر مورخہ ۱۷ جنوری کا جواب محض اس لئے اب تک نہ دے سکی کہ اپنی منجھلی بہن کی شادی میں مشغول تھی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ ہمشیرہ صاحبہ کی شادی بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

آپ نے میری ناچیز خدمت کو سراہا ہے۔ یہ آپ کی نوازش اور قدر شناسی ہے۔ آپ ستائش کر کے میرا دل بڑھاتی ہیں۔ مگر حقیقتاً مجھے اپنی کوتاہ دستی سے شرم آتی ہے۔

مجھے خود یقین تھا کہ آپ مجھے فراموش نہ کریں گی۔ اور حیران تھی کہ دفعتہً آپ نے کیوں چپ سادھ لی۔ یہ راز اب کھلا کہ آپ مبتلائے آلام رہیں اور "رہین ستم ہائے روزگار"۔ نہ جانے فلک ناہنجار کو آپ کے ستانے میں کیا مزا ملتا ہے جو کمبخت برابر ستائے چلا جا رہا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا کہ ستم کشی کی عادت طبیعت ثانیہ ہو کر پھر اس کے جور سے متاثر نہ ہو گی ؎

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

یہ آتش زدگی سن کر اور دل پہ چوٹ لگی۔ کم بخت کو آپ ہی کا نشیمنِ ادب جلانا تھا۔ عزیز ہند جھانسی نے آپ کے دیوان پر رائے زنی کی ہے اور آپ کی ایک تحریر اس میں لوح قرآنی کی بابت نئی شائع ہوئی ہے۔

کیا امید کروں کہ پھر آپ جلد یاد کریں گی۔

بہر حال خوشگوار توقعات کے ساتھ

میں ہوں آپ کی

رضیہ

# ممتاز رفیع بیگم صاحبہ مارہروی

۱

میری عزیز محبوب بہن! سلام مسنون۔ نیاز

یہ جانتی ہوں کہ تم او ر پاسخ مکتوب

مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کی

خیریت نامے کے لئے بے چین ہوں۔ خدارا جلد خیریت سے مطلع فرمایئے

اور کیا لکھوں ؟ فقط

آپ کی محبت میں محو آپ کی یاد آفریں

ممتاز

۲

میری قدرشناس، میری دلنواز پیاری جہاں آرا

اپنی تحریر دلپذیر و سعادت تصویر سے جس طرح اپنی نادیدہ گرویدۂ اخلاق و کرم کا دل مسرور و شاد کیا۔ اسی طرح خدائے ذوالجلال آپ کو ہمیشہ مسرور و شاد اور آپ کی اس محبت و خلوص و عنایت و اخلاص کو دائم آباد رکھے کہ ؎

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

آپ نے جس دلفریب اور دلکش انداز سے اپنی ناچیز پرستار محبت ممتاز کے دل کو اپنے سحر نگار مکتوب بہاریں سے مسحور فرمایا ہے۔ وہ آپ کی قدرشناسی اور

قدردانی کی بیّن دلیل ہے اور آپ کے حسن لیاقت اور سعادت و محبت کا سبب۔ اور یہی سبب ہے کہ میرا قلب مضطرب آپ کے ان محامد و اوصاف کے باعث آپ ہی کا بن کر رہ گیا ہے اور آپ کی یاد میں اکثر غافل یا یوں کہئے کہ محو و بیخود رہا کرتا ہے۔ آپ کے لئے پیاری بہن! میں کیا مبالغہ سے کام لے سکتی تھی۔ آپ کی تحریر خود آپ کی خوبیوں اور تحریر کی لطافتوں کو چمکا رہی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ میں اپنے حسب مقدرت، پورے طور پر آپ کی کیف بار تحریر کے اعجاز کا نقشہ تیار نہ کر سکی اور اگر آپ کو شک ہو تو بقول۔ آئینہ کے مقابل ہو کر اپنے ناز و انداز کا تماشہ کر لیجئے۔

اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے خطوط بھیج دیجئے۔ لیکن جلد۔ میں کوشش کروں گی کہ بہن صاحبہ کے خطوط کے لیے جگہ نکل آئے۔

"امداد المسلمات" کی امداد" واقعی ایک بلند ہمت کام تھا جو آپ نے فرمایا تھا۔ اور اسی لیئے میں شکر گذار ہوں کہ میری ایک۔ ادنی استدعا کو اس فراخ دلی سے آپ نے قبول فرمایا کہ اپنے ثواب کے ساتھ مجھے بھی ماجور فرما لیا۔ خدلئے کریم جزائے نیک عطا فرمائے۔ آمین۔

پیاری بہن! آپ اور بھلائی جا سکیں، آپ تو کسی طرح بھی بھول جانے سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں۔ البتہ آپ کی نظر "یاد تازہ دار" اپنی ناچیز ممتاز کے حال زار پر منعطف رہے تو زہے سعادت اور زہے کرم!

اور کیا لکھ سکوں، بجز دعاہائے شوق و نیاز اور تسلیم محبت و اشتیاق کے۔

بچوں کا آداب نیازمندانہ قبول فرمائیے۔ فقط خاکسار

آپ کی سچی محبت کی منت پذیر۔ ناچیز

ممتاز

۳

شاہ جہاں آباد۔ بھوپال

خواہر عزیز دلم!

اپنی پرستار محبت ممتاز کا سلام محبت و شوق اور دعاہائے اشتیاق و نیاز قبول فرمائیے۔

آپ کے نامۂ محبت و کرم نے قلب ممتاز کو مسرت و شادمانی عطا فرمائی۔ اور ممنون و مشکور یاد آوری فرمایا۔ آپ کی عنایت و مہربانی کا شکریہ کس زبان سے ادا کر سکوں کہ ؎

نگاہ مہربانی می کنی بر من، مسرت گردم

تو بارے از کجا آموختی ایں قدر دانی را

اگرچہ میں آپ کے مکتوب کرم مورخہ ۲۷ فروری کا جواب آج ایک طویل عرصہ کے بعد لکھ رہی ہوں اور اپنے دل میں خائف ہوں کہ میری عزیز و مکرم رضیہ جہاں آرا اپنے دل میں میری اس خاموشی اور میرے اس سکوت پر کس قدر بُرا بھلا کہتی ہوں گی اور کس قدر بد اخلاق نہ سمجھتی ہوں گی —— لیکن میری دلنواز خواہر! میں دراصل نہایت منفعل ہوں اور بے حد محجوب۔ مگر کیا کروں، اپنی علالت اور اپنی معذوری کے

باعث قطعی مجبور تھی۔ لکھنا پڑھنا تو کجا۔ مجھے اپنی زندگی تک کی توقعات نہ تھیں۔ تقریباً دو ماہ کی مدت زنانہ شفا خانہ کے کمرۂ مریضاں میں ہی گزری۔ کیونکہ مکان پر رہ کر ایسی حالت میں علاج اور خبر گیری ممکن نہ تھی اور معالجات کا تقاضا بھی یہ ہی تھا۔ عید کا یوم سعید بھی شفا خانہ کی چار دیواری ہی میں گزرا اور اس عید پر ان تمام مسرتوں سے جو مجھے حالتِ صحت میں اپنے گھر پر حاصل ہوتیں۔ محروم ہی رہی —— یہ ہی وجہ تھی اور یہ ہی سخت لاچاری جو میں اپنی مہربان مایہ ناز بہن کو اپنی یاد نہ دلا سکی۔ اگرچہ تب بھی آپ کا محبت بھرا خیال میرے دل میں جاگزین رہا اور آپ کی خیالی تصویر نے اکثر میری متمنّی دیدہ آنکھوں کو اشکبار بنا دیا —— شکر ہے الرحم الرحمین کا کہ اس مالک حقیقی نے صحت عطا فرمائی اور میں اس قابل ہو گئی کہ میں اپنی محبوب و جمیل رضیہ کو اپنی حسرت بھری یاد دلا کر یاد کر رہی ہوں —— اور معذرت خواہ ہوں کہ میری مخلص بہن میری ان مجبوریوں کے لحاظ سے میری اس خاموشی پر مجھے معاف فرمائیں گی اور اپنے محبت نامہ سے جلد مسرور و شاد فرمائیں گی۔

آپ کی ہمشیرۂ مکرم "عالیہ شہاب" صاحبہ کے نامہ ہائے نگارین بھی وصول ہوئے اب تک میں اپنی علالت کے باعث انھیں "انشا" میں شامل نہ کر سکی تھی۔ اب شامل کر رہی ہوں، اور ان کے اس خط کا فوٹو لے رہی ہوں جس میں میرا کچھ تذکرہ بھی ہے۔ ان کے یہ خطوط جو آپ نے بھیجے ہیں بے شک دلچسپ ہیں اور خاص اندازِ بیان کے حامل ہیں۔ حقیقت میں اگر خطوط ایسے ہی سادہ پیرایہ میں لکھے جائیں تو ان میں بے حد دلکشی آجاتی ہے اور نہایت شیرینی —— کیا میٹھی زبان ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاس بیٹھی ہوئی اپنی اسی سادگی اور بے تکلف انداز میں باتیں کر رہی ہیں۔

ان کے خطوط پڑھ کر تو مجھے آرزوئے دید پیدا ہو گئی ہے۔ خدا ان سے ملائے اور ان کی ایسی ہی جادو بھری باتیں سننے کا لطف حاصل ہو — یوں تو کئی بہنوں سے نہایت بے تکلفی ہے اور بیحد محبت، جو لکھنو اور لکھنو کے مضافات کی ہیں اور ان کی میٹھی میٹھی بولیاں اور پیاری پیاری باتیں سننے کا شرف حاصل رہتا ہے۔ لیکن بہن عالیہ کا انداز ہی کچھ اور ہے کہ سبحان اللہ۔ میری جانب سے ان خطوط کے لئے بہن عالیہ خاتون صاحبہ کو شکریۂ دل لکھ دیجئے اور مزاج پرسی بھی میری جانب سے فرما دیجئے کہ ایسی لگوڑی وہ شکایت کیا ہے جو چلی ہی جاتی ہے۔ خدائے قدوس میری پرلطف بہن کو بصحت رکھے۔ آمین۔

آپ نے مجھ سے میری تصویر طلب فرمائی ہے اور میں محجوب ہوں کہ آپ کو اپنی تصویر کیا بھیجوں؟ جبکہ میری صورت تصویر کے لائق ہی نہیں — کسی دوسری حسین خاتون کی تصویر بھیج کر میں آپ کو بہلانا مناسب نہیں سمجھتی۔ اس لئے بہتر یہ ہی ہو گا کہ آپ مجھ بدصورت کی تصویر دیکھنے ہی سے اجتناب فرمائیں۔ ورنہ یہ رہی سہی آبرو، جو کچھ میری آپ کے قلب پر محبت میں قائم ہے۔ وہ بھی جاتی رہے گی۔ بہر حال اگر آپ کا ایسا ہی اصرار رہا تو آئندہ کسی عریضہ کے ساتھ اپنی تصویر بھیج دوں گی — اور کیا عرض کروں

امید کہ آپ بخیریت ہوں گی۔ بچے آداب نیاز عرض کرتے ہیں۔ فقط

خاکسار

آپ کی محبت کی بندی آپ کی ناچیز بہن

ممتاز رفیع بیگم

## ۴

خواہر عزیز و محترم ۔ سلام مسنون و دعا ہائے شوق

آپ کے سابقہ محبت نامہ کا جواب لکھ کر میں تصویر کا پیکیٹ تیار کر ہی رہی تھی۔ کہ پوسٹ مین نے آپ کا مرسلہ پارسل اندر بھجوایا ۔۔۔ پارسل دیکھ کر ہی دل اچھلنے لگا اور آپ کی محبت کے حسین و رنگین نقشے میری ان مشتاق نظروں کے سامنے پھر گئے۔ پارسل کھولا اور تینوں بچے اپنی اپنی چیزوں پر ٹوٹ پڑے۔

آپ نے اپنی ناچیز بہن پر جو کرم نوازی فرمائی ہے۔ اس کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں؟ بہرکیف دعا کرتی ہوں کہ آپ کی بہن کے پاس بجز قلب مخلص اور دعا ہائے خلوص کے اور کیا ہے۔ اگر آج حکومت اور دولت حاصل ہوتی تو آپ کی اس ادائے محبت پر سب قربان ہوتی ۔۔۔ حافظ علیہ الرحمۃ نے تو ایک تل پر سمرقند بخارا بخش دیا تھا۔ لیکن میں آپ کی ہر ادائے دلنواز پر جان قربان کرتی ہوں ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد حسین خاں صاحب کی تصانیف بھی ملیں۔ شکریہ۔ پڑھوں گی اور فرصت سے ابھی سرسری نظر ڈالی ہے اور ان میں بعض باتیں ایسی نظر آئی ہیں کہ ان کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً "تسہیل العقاید" میں بعض نکات جو ممدوح نے ظاہر فرمائے ہیں ان کی توضیح یا تمثیل کی ضرورت ہے کہ فرشتوں میں پیغمبر کون سے فرشتے ہیں؟ کیا حضرت جبرئیل وغیرہ، یا اور کچھ مراد ہے۔

"سلک مروارید" بے شک بہت خوب ہے۔ حکیم صاحب کا یہ کلام بے شک موتیوں سے زیادہ بیش بہا اور بیش قدر ہے۔ دوستی پر جو رباعیاں لکھی ہیں کیا خوب ہیں

کس انداز اور کس سادگی کے ساتھ تجربہ کو صحیح حالت میں عیاں فرمایا ہے کہ سبحان اللہ۔ اور کیا عرض کروں۔

محبت بھری عنایات کا مزید شکریہ قبول فرمائیے۔ امید کہ آپ بخیریت ہوں گی۔ بچے آداب عرض کرتے ہیں۔ رومال اور موزوں کا بھی شکریہ علیحدہ طور پر ادا کرتی ہوں کہ یہ دونوں چیزیں ایک خاص محبت کو لئے مجھ تک پہنچی ہیں کہ ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اچھا میری عزیز بہن! خدا حافظ

آپکی بیمار و حزیں
ممتاز

## 5

ممتاز نواز اسلام نیاز

عنایت نامہ آیا۔ انشائے لطیف کے لئے آپ کے نامہ ہائے نگارین اپنے ساتھ لایا۔ اس نے سرفراز فرمایا۔ اس نے دلنوازی کی۔ دونوں کی شکرگذار ہوں اور آپ نے براہ دلسوزی و قدرشناسی جو کچھ اپنے نامۂ کرم میں تحریر فرمایا۔ اس کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔

آپ کے مکتوبات جمیل جو بہن گوہر اقبال صاحبہ حور کو آپ نے لکھے ہیں۔ نہایت دلچسپ و دلپذیر ہیں۔ ماشاء اللہ آپ کس قدر خوش قلم اور پاکیزہ رقم ہیں — اور کس قدر

خوش بیان و خوش تحریر۔ آپ کے یہ خطوط بہاریں انشائے لطیف کی بے شک زینت ہوں گے اور اگر آپ جیسی لائق و مکرم اور علم دوست کرم فرما بہنوں کی توجہات کرم مبذول رہیں اور اسی طرح گلہائے پُر بہار اس انشاء کے لئے کھلتے رہے۔ تو کچھ عجب نہیں کہ مجموعہ نگارش...... ایسا ہی گلکدہ بن جائے کہ اس کی گلگشت سے ایک خاص انبساط و سرور حاصل ہو اور ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کا مصداق ہو۔

"چائے" کی نظم کے متعلق آپ کے خیالاتِ حسین کا شکریہ ادا کرتی ہوں مجھے اب تک یہ ہی نہ معلوم ہو سکا تھا کہ میری فرمائش کرنے والی بہن صاحبہ کون ہیں لیکن شوق "خدمت ادبی" نے تعمیل ارشاد پر عازم کر دیا اور اب آپ سے متعارف ہو کر میری مسرت کی انتہا ہی نہ رہی ؎

زہے خوش نصیبی زہے خوش قسمتی

خطوط کی رسید و جواب کے لیئے ارسالِ ٹکٹ کی کیا ضرورت تھی۔ آئندہ اس قسم کا تکلف و تکلیف نہ فرمائیں۔ آٹو گراف کے لئے بیشک آپ کا یہ ہی نامۂ محبت و کرم جو مجھ خاکسار کے نام ہے موزوں رہے گا۔ آپ کا خط بھی ماشاء اللہ کس قدر دلکش ہے کہ سبحان اللہ۔ زیادہ بجز نیاز و اظہار شکر و مسرت کیا لکھوں۔

خاکسار۔ نیاز آگین

ممتاز رفیع بیگم

# ربیعہ سلطانہ بابو پوری

یہ کچھ مناسب تو نہ تھا کہ اس مجموعہ میں میرے خطوط بھی شائع کئے جائیں لیکن بعض احباب کا اصرار ہے۔ اس لئے مجبوراً کچھ خطوط شامل کرنا پڑ رہے ہیں۔ وہ بھی اس خیال سے ان کو جگہ دے رہی ہوں کہ ؎

مجھ سے رونق نہیں ہے گھر کے لئے
رکھ لیا ہے نظر گذر کے لئے

مؤلفہ

## ۱

محترمہ دلنواز!

آپ نے جو بے تکلفانہ اندازِ تحریر اختیار کیا ہے۔ اس کا اقتضا تو یہ تھا کہ میں خود حاضر ہو کر "خراجِ ستائش" پیش کروں — اور پھر جب مواقع ایسے ہاتھ آئیں کہ "دربان" کا فیش، نہ ہو اور دھکے دے کر باہر کئے جانے کا ڈر نہ ہو گا — یہ باتیں آپ بمبئی سے لکھ رہی ہیں۔ ممکن ہے سواحلِ بمبئی کے ان دلکش مناظر سے جو اپالو اور قلابہ کے لئے مخصوص ہیں۔ لطف اندوز ہو کر مجھ پر عنایات کے دریا بہائے ہوں یا تاج محل ہوٹل کی کسی برقی جگمگاتی ہوئی صحبت سے محظوظ ہو کر یہ پروانۂ راہداری عطا ہوا ہو اور اب جبکہ آپ "لیلیٰ" کے پیچھے پڑی ہیں۔ خدا جانے آپ کا رویہ کیا ہو۔

خیر ان باتوں کو چھوڑیئے ۔آپ کا جو جی چاہتا تھا وہ آپ نے نہ کیا تو، میرا جو جی چاہتا ہے ۔میں نہیں کرنے کی ۔

اصل مدعا یہ ہے کہ آپ سے چھپوانے کے لائق خطوط کون مانگتا ہے ؟ چھپوانے کے لئے جو خطوط لکھے جاتے ہیں وہ کہیں چھپوانے کے قابل بھی ہوتے ہیں ؟ مجھے تو ایسے ہی بے تکلف خطوط کی ضرورت ہے ۔جن میں آپ اصل نکھار پر ہوں ۔ لیکن آپ کے پاس نہیں ہیں ۔نہ سہی ۔ ایک مجھے حاصل ہو گیا ۔ایک اور سہی خدا کرے یہ ممکن ہو سکے ۔

وہ آپ ناول جو لکھ رہی ہیں اور واقعی محنت سے ۔آپ نے کیا کیا نہ ستم کئے ہوں گے ۔ دیکھنے کی چیز ہو گی ۔ ابھی سے آپ نے بے قرار کر دیا ۔آپ کا ناول ضدی بھی بڑا پیارا ناول ہے ۔جس میں سماجی تخیل کے بعض پہلو، آپ نے بہت کامیابی سے نمایاں کئے ہیں ۔ تصویر کشی میں تو آپ کو ملکہ حاصل ہے ۔اسی کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی کے مسائل پر جو آپ نے روشنی ڈالی ہے وہ قابل داد ہے ۔ پورن کو آپ نے ضدی دکھا کر اس مصنوعی اخلاق کے پردے کو بالکل تار تار کر دیا ہے جس پر متوسط طبقہ اب تک "خاندانی شرافت" سمجھ کر کاربند ہے ۔ کہئے اسکول بند ہو جانے کے بعد کا کیا پروگرام ہے ۔

طالب جواب

ربیعہ سلطانہ

## ۲

اے کہ آگہ نۂ زحالتِ ما

تم بھی عجیب چیز نکلیں۔ ارے ہزار تکلف سہی مگر بھولے سے کبھی بھی پوچھا ہوتا، تو کیا ہاتھوں کی مہندی چھوٹ جاتی۔ لیکن یہ تم کیوں کرتیں۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

لو، اب تو تمھاری ہی جیت سہی، خیریت لکھو ورنہ جان لو۔ میں اپنی جان دے دوں گی اور ہاں سنو تو سہی۔ تم اپنی تصویر وعدہ کے مطابق بھیج دو تو بڑی خوشی ہوگی۔

تمھاری

ربیعہ

## ۳

محترم۔ تسلیم

مکرم نامہ ماہ اگست کی شروع تاریخوں میں آکر باعث مسرت ہوا تھا۔ لیکن میں اپنی مسلسل علالت کے سبب اب تک جواب نہ دے سکی۔ معافی چاہتی ہوں۔ افسوس ہے راشننگ کی غلط اسکیموں کا سلسلہ ابھی تک ختم نہ ہوا۔ مگر آپ نے اس غیر دلچسپ کام کو بھی اپنی فطری ادبیت کی بنا پر کافی دلچسپ طریقہ سے ظاہر کیا ہے۔ خصوصاً حضرت موسیٰ کا لطیفہ۔

بہتر ہے۔ بھوپال کے لوگوں کے "ان داتا" بنے رہئے۔

فرصت ہو تو "ادب اور زندگی" کے تعلق کو سمجھائیے۔ ایک صاحب کا خیال ہے

بنی نوع انسان کی زندگی سے ادب کو بہت کم تعلق ہے۔ آپ اپنی رائے کا اظہار فرمائیے تو میں ان حضرت کا نام نامی آپ کو بتاؤں۔

"مکاتیب جمیل" کا کام میری علالت کے سبب پچھڑ گیا۔ مگر خطوط جمع ہو رہے ہیں اور بہت سے کرمفرما وعدہ کر رہے ہیں خط بھیجنے کا۔ لیکن خط بھیجنے والے وہی راشننگ والا انتظام کئے ہوئے ہیں۔ بہر طور اب تو یہ کام شروع ہی کر چکی، پایۂ اختتام تک پہنچانے کا ارادہ ہے۔ دعا فرمائیے کامیابی ہو۔

یہاں کی زندگی کو بہت پر سکون اور خاموش ہونا چاہیئے اور غالباً ہے بھی۔ مگر میں تو سمجھتی ہوں کہ سکون یہاں کیسے ع

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

اور خاموشی کی بھی میں طرفدار نہیں۔ زندگی نام ہے ہماہمی کا نہ کہ خاموشی کا۔

شکریہ آپ کے اس مفصل خط کا۔ جس کو آپ نے داستانِ امیر حمزہ کہہ کر اور بھی دلچسپ بنا دیا۔

طالبِ کرم
ربیعہ

۷۴

محترمہ! سلام شوق

مکرمت نامہ ملا۔ اس کے ساتھ آپ کی سوانح بھی ملی۔ آپ کی اس زحمت کی حد درجہ مشکور ہوں۔ مجھے افسوس ہوا کہ میرے قلم کے کھونے آپ کو عجب کشمکش میں

بتلا کر دیا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ آپ چاہیں تو وقت نکال کر تھوڑی خدمت اردو ادب کی اس طرح بھی کر سکتی ہیں اور "اس طرح" لکھنا خدا جانے کس طرح چھوٹ گیا۔ ورنہ "بھی" کی اضافی قوت جملہ میں کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جب تک یہ تسلیم نہ کر لیا جائے کہ آپ "اردو ادب" کی خدمت کسی صورت کرتی ہیں۔ بہر طور میں خواستگار معافی ہوں۔

واقعی میں آپ سے کما حقہٗ واقف نہ تھی۔ مگر آپ کی سوانح پڑھنے کے بعد آپ کے جوہر کھلے۔ سبحان اللہ! عمرت دراز باد ــــ ایسی ہی جوش و ولولے کی خواتین ہمیں درکار ہیں۔ ایک ہاتھ میں قلم ہو اور دوسرے ہاتھ میں آزادی کا علم۔

بلاشبہ میں ہنگامی جلسوں سے اتفاق نہیں کرتی۔ جب تک کہ ان جلسوں کا نتیجہ کوئی عملی صورت اختیار نہ کرے۔ بہر صورت سیاسیات میں بلا اس کے کام بھی نہیں چل سکتا اور آپ کا فرمانا بجا و درست ہے۔

جہاں تک "مشاعرہ" کا تعلق ہے۔ یقیناً اس سے زبان اردو کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مشاعرے کی ہنگامی غزل گوئی اور وقتی داد سے زبان میں اعلےٰ درجے کا لٹریچر زیادہ تیار ہوتا ہے۔ یا مزخرافات کا دفتر!

آپ کا خط یقیناً آپ کے خیالات کا آئینہ دار ہے اور مجموعہ میں ضرور شامل کیا جائے گا۔ لیکن یہ ناکافی ہے۔ امید ہے کہ آپ میرے اس خط کا جواب بھی ارسال فرما کر مجھے ممنون کریں گی۔ خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو۔

فدائی

ربیعہ

## ۵

مہ نیم روزا

ع زباں پہ حرفِ مطلب آج بنتا یا نہ آتا ہے

پسینے میں نہائی ہوئی ہوں اور آفتاب کی تمازت نے ستم ڈھا رکھا ہے۔ مئی جون میں دوپہر بھی حقیقتاً اتنی ہی تکلیف دہ ہوتی ہے جتنا آپ کا جواب نہ دینا۔ آپ کو شکایت ہے کہ آپ کو "مہ پاند" نہ کہا جائے۔ میں بھی آپ میں کچھ سورج دیوتا کی خصوصیات پاتی ہوں اور غالب نے بھی اپنے محبوب کو "صورت مہر نیم روز" سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا میں نے انھیں الفاظ کو آپ کے لئے چن لیا ہے۔

یوں رشتۂ مراسلت ذرا مشکل نظر آتا ہے۔ آپ کا خط مہینوں عکس بال طوطی آئینہ رہتا ہے۔ میں نے اس سے قبل آپ کو خط بھیجا تھا۔ لیکن جواب سے ہنوز محروم ہوں۔ اس سے پہلے مکتوب کی رسید آئی تھی۔ پھر دوسرے خط کا جواب آج تک نہ آیا۔ مگر جب تک آپ کو خوب جھنجھوڑ کر چونکا یا نہ جائے کبھی بھولے سے بھی جواب نہیں دیتیں۔

آپ لکھتی ہیں کہ میں زخم زنی شروع کر دوں۔ لیکن آپ کی کرنوں سے چھلنی ہونے سے کسی کو مفر ہو تب تو!

کشتۂ ستم
ربیعہ

۶

— آپ نے جو کرم فرمایا ہے۔ یقین جانئے بالکل غیر متوقع تھا۔ تحریر آپ کی میرے لیے نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

موسم کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ وہی حال ہے جو اپنا ہے۔ لیکن موسم وغیرہ کی باتیں تو اس وقت کی جاتی ہیں۔ جب کچھ باتیں کرنے کو نہ ہوں — ابھی چھوڑیئے بھی موسم کو۔ موسم بھی کمبخت عذاب ہے۔ پھر اپنے اختیار کا بھی نہیں۔ بمبئی میں سیلاب آگیا تو کیا آپ نے روک لیا؟ پھر بارش کا ذکر کیوں؟ یہاں گرمی پڑ رہی ہے۔ تو کیا میرے کہنے سے چلی جائے گی۔ پھر اس کا رونا کیا؟ البتہ بھاوجوں کی باتیں لطف سے خالی نہیں۔ ان کے جانے کی اطلاع بھی خوب ہے۔

ابھی مضامین کا بھی کیا ذکر؟ مجھے تنقید کا ذوق نہیں۔ رائے وائے دیتی نہیں پھرتی۔ پھر کچھ رائے گر ہو بھی تو اُسے ماننے گا کون؟ بیکار بات ہے۔

ہاں! یہ اُڑتی پڑتی خبر سنی ہے کہ خدانخواستہ آپ اپنی "نرگس بیمار" پر نئی تہذیب کی پالش کرانے والی ہیں، یعنی کسی کو آنکھیں دکھانے والی ہیں۔ یہ کیا قیامت کرنے والی ہیں؟ بھلا کون تاب لا سکے گا؟ آخر یہ کس پر تاؤ ہے جو آنکھیں دکھائیں گی۔ کچھ اس کے متعلق آپ نے نہ لکھا۔ آنکھیں دکھانے ایسی گرمی میں کہاں جائیے گا؟ جبکہ حال یہ ہو کہ نگاہ اِدھر اُدھر ڈالی بھی جائے تو ع

پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں

بدستور آپ کی

ربیعہ

# صفیہ اختر صاحبہ

بھوپال

۱

۱۷ر فروری ۵۰ء

عزیزہ اختر!

تمہارا خط پرسوں مل گیا تھا۔ حسب توقع اردو کی کتابوں کے لیے کالج میں روپیہ نہیں نکلا، ظاہر ہے ایسی صورت میں آرڈر بھجوانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

آج تمہیں سدھارے ہوئے پورا ہفتہ گزر گیا، اور میں نے تم کو ایک خط بھی نہ لکھا۔ آج بڑا طویل خط لکھنے کو جی چاہ رہا ہے۔ دو تین دن تک تو ذہن ایسی شکستہ حالت میں تھا کہ بس "تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی" کا مزاج بھر کر آ گیا۔ بمشکل اس قیامت نے دم ہی لیا تھا کہ سرور صاحب کی آمد کا جھمیلا اعصاب پر سوار ہوا۔ جلسہ کا اہتمام بلاوے، دعوت کا انتظام غرض کہ تمام پریشانیوں کے ساتھ یہ اندیشہ کہ دیکھو وہ آتے بھی ہیں یا نہیں۔ آخر تار پر تار دیئے، خدشہ صحیح نکلا۔ جواب میں ان کا معذوری کا تار آیا۔ جلسہ ہوا بڑے شاندار پیمانے پر ممنون الحسن اور مہ جبدی الحسینی سے خانہ پری کی گئی۔ علامہ سلیمان ندوی سے صدارت کرا دی۔ دعوت وغیرہ بھی ہو گئی۔ غرضکہ بات بنی رہ گئی۔ آج سرور صاحب کا خط ملا، مارچ میں آنے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن کالج کے لیے یہ بہت دیر ہو گی۔ بہر حال بیوی کی علالت کے پیچھے بھوپال کی ایک اچھی خاصی محفل کا خاتمہ کر دیا سرور صاحب نے۔ انہیں خط لکھوں گی، خیر۔

کل کا دن مہلت کا تھا۔ کل صبح سے حامدہ[1] آگئی، تمام دن ساتھ رہی۔ شام کو اُسے ساتھ لے جا کر "ضدی" دیکھا۔ آج تمہیں خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ اختر! "کتنے آنسو پلک تک آئے تھے" کی لذت سے صبح شام ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ میں تم سے دور یہاں اس طرح نہ رہ سکوں گی، تم مجھے جس طرح بن پڑے جلد اپنے پاس بلانے کی کوشش کرنا مجھے یہاں کا آرام بھی کڑوا معلوم ہوتا ہے۔ تم مجھے چھٹیوں میں اپنے پاس بلا لینا۔ پھر میں بھوپال واپس نہ آؤں گی۔

تم کیسے ہو؟ تمہارے پاس پیسے بالکل نہ ہوں گے۔ اتنے بڑے شہر میں پیسے کی تنگی کیسی اجیرن بن جاتی ہے۔ مگر اختر! تم اپنا دل مت کڑھانا۔ یہ قربانیاں بے مقصد نہ جائیں گی۔

تم اپنے حالات جلد اور مفصل لکھو۔ تمہارا پچھلا خط دیکھ کر کیسا جی کڑھا، ایک بھی پیار کی بات نہ لکھی تم نے میرے لیے جی چاہا کہ تمہارے سینہ پر سر رکھ کر اتنے آنسو بہاؤں کہ تمہارے دل کی دھڑکن تیز ہو جائے۔

اچھے اختر! تم مجھے اتنے عزیز کیوں ہو؟ جانتی ہوں کہ میری اس محبت میں دیوانگی کا بڑا حصہ ہے، جی چاہتا ہے کہ دنیا کی ہر مصلحت کو ٹھکرا کر تمہیں چاہوں لیکن پھر تمہیں چاہنے ہی سے تو مجھے دنیا کی ہر مصلحت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ مجھے بھوپال کا لمحہ لمحہ بھاری ہو رہا ہے۔ دن پہاڑ سے لمبے معلوم ہوتے ہیں، اپریل ہی آ چکے۔ تم کب ملو گے؟

تم میرے اس خط کو پانے کے بعد ہی خط لکھنا ورنہ میں رو مروں گی۔

---

[1] مسز حامدہ مسعود (حامدہ سبزواری)

بہت سے پیار
تمہاری صفیہ

## ۲

بھوپال
۲۹ مارچ ۱۹۵۰ء

اختر عزیزہ!

خط مل گیا تھا۔ نفیس گئی، اماں جان کو بُلا لائی ہوں، تم اس طرف سے فکرمند نہ ہونا۔ تم ایس۔ ایم نواب سے معاملت ضرور کر لو۔ کم و بیش کی فکر مت کرو، ماہانہ رقم مقرر ہو جانے سے تم بہت کچھ بے فکر رہ سکو گے۔

یہاں دن گن گن کر کٹ رہے ہیں۔ کالج کے مشاغل بھی کمزور پڑ گئے ہیں! اداس اور طویل دوپہریں، لطیف شامیں اور خنک راتیں تم بن کاٹے نہیں کٹتیں بعض دفعہ ایسا بھی ہُوا کہ تمہارے تصور سے لمحات کو رنگین بنا کر دوسروں سے ہنس بول لینے کو جی چاہا۔ دوسروں کو کیا معلوم کہ ایکا ایکی میری خشک مزاجی کہاں دُور جا بسی ہے۔

اختر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے خون کے ہر قطرے میں اور دل کی ہر دھڑکن میں تمہارا وجود شامل ہے۔ یہ سب کیا ہے، مَیں کہہ نہیں سکتی۔ تم آنے والے ہو، لکھنؤ ہی آنا، مَیں چوبیس کو تو کیسے روانہ ہو سکوں گی۔ یکم مئی کے بعد ہی جا سکوں گی۔ یہ ایک ہفتہ بھی یہیں گزارنا ہوگا۔

مَیں تمہارے خطوں کے سہارے جیوں گی، وہ دن بھی جلد آجائیں گے جب میں

تمہاری نظروں کے سائے میں پھر سکون پا سکوں گی۔

آؤ بہت سے پیار کر لوں
تمہاری اپنی
صفیہ

## ۳

لکھنؤ
۱۰؍مئی سنہ ۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم بعافیت ہو T.M.O ملا، اِن دنوں ہر خوشی میں کسی غم کا شامل ہونا بھی ضروری سا ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ وحشت بھی ہوئی کہ غالباً تم نے لکھنؤ آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے، کیا سبب ہوا؟ بواپسی ڈاک جواب لکھو۔ صبح سے ذہن پر ایک طرح کا سناٹا سا طاری ہو گیا ہے۔ دماغ قطعی گُم ہے۔ ہفتوں سے آس لگائے بیٹھی تھی کہ تم آؤ گے۔ تمہارے ہر خط میں اس وعدہ کی تکرار ہوتی تھی۔ پھر آخر تم آ کیوں نہیں رہے ہو؟ اسی امید میں مَیں نے تمہیں خط لکھنے بھی کم کر دیئے تھے کہ آخر تو اب تم آ ہی رہے ہو۔ بچے کس تشنگی سے تمہارے منتظر تھے۔ تمہارا خط پہنچنا ضروری ہے جس سے تفصیلات معلوم ہو سکیں۔ اگر تم کسی مجبوری سے نہیں آ سکتے تو مجھے لکھو مَیں خود تمہارے پاس آ جاؤں گی۔ مَیں نفیس کے ساتھ ہی آ جاتی، صرف اس لیے ہی تو نہ آئی کہ تمہارے آنے کی خوشی بہت زیادہ ہو گی۔

اختر! یا خود آؤ یا مجھے بلاؤ۔ یہ تعطیل کا عرصہ مَیں تم سے علیحدگی میں نہیں گذارنا چاہتی۔ تین مہینے گذر گئے تم سے بچھڑے ہوئے۔ میری زندگی کس قدر ویران ہے سوچو تو۔ ہزاروں ارمان اور بے شمار تمنائیں تمہاری یاد کی نذر ہونے کے لیے پیدا ہوتی رہیں اب تو آجاؤ۔

جاوید تمہیں بہت یاد کرتا ہے اور پیسے پاکر بے اندازہ نازاں اور مسرور۔

اپنا فیصلہ لکھو

تمہاری صفیہ

## ۴

دارالسراج لکھنؤ

۱۰ مئی ۵۰ء

عزیز اختر

صبح T.M.O ملا اور ابھی ابھی خط پہنچا۔ جس کا جواب بھی لکھنے کو جی چاہتا ہے وہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں" میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میرا یہ اعتماد تم کو برہم کر دے گا۔ تمہارے احساس کی نزاکتوں کی ناقدری اکثر مَیں نے اپنے بھونڈے پن سے کی ہے اور ہر بار تم نے مجھے معاف کیا ہے۔ گو کہ اس اذیت کی تلافی میں نہ کر سکی جو تم نے خود کو پہنچائی ہے۔ یہی کیفیت اس مرتبہ بھی ہے میرا خیال یہ تھا کہ تم مئی میں آؤ گے اور غالباً گھر نہ مل سکنے کی وجہ سے جون میں ہم سب کو بمبئی نہ لے جاؤ گے۔ چنانچہ اگر تم پسند کرو گے تو جون کا مہینہ میں حمیدہ وغیرہ کے

ساتھ گزار دوں گی۔ اس کا تذکرہ مَیں نے پورے بھروسے اور اعتماد کے ساتھ خط میں کر دیا، میرے دوست! تم پہاڑ کے پتھروں سے بھی رشک و رقابت رکھ سکتے ہو، یہ اگر مَیں نے سوچا ہوتا تو میں تمہیں ہرگز غصّہ ہو جانے اور غم کرنے کا موقع نہ دیتی۔ بہر حال اب تو مجھ سے قصور ہو چکا، تم نظر انداز کر دو۔ تین ماہ کس انتظار میں گذر گئے۔ میری زندگی کا ایک لمحہ بھی تمہاری یاد اور تمہارے تصور سے خالی نہ رہا! میں نے بھوپال کی بھیانک اور تنہا زندگی تمہارے آسرے کاٹ لی۔ میں کس درجہ خوش اور مسرور تھی کہ تم آؤ گے، میری سوتی ہوئی تقدیر جاگ جائے گی، یہ اندیشہ تک نہ تھا کہ تم اس طرح برہم ہو جاؤ گے۔

اختر! تم جانتے ہو کہ میں تم سے زیادہ زندگی میں کسی چیز کو عزیز قرار نہیں دے سکتی، پھر بھی اس طرح غلط فہمیوں سے اپنے کو اذیّت پہنچانے کے کیا معنی؟ مَیں نے صبح ہی عصمت آپا کے پتہ پر خط بھیجا ہے۔ تم اُسے ضرور جا کر لے آؤ۔ مَیں نینی تال ہرگز نہ جاؤں گی۔ تم اس خط کے پاتے ہی چلے آؤ ورنہ یقین رکھو کہ میں بیس مئی کو تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ پھر تمہیں کسی طرح ہم سب کو رکھنا پڑے گا، یہ مَیں نہ سوچوں گی۔

میں اس خط کے پہنچنے کے بعد ہی سے تمہاری آمد کی منتظر رہوں گی۔ گھر کا ہر شخص خاص طور پر جادو کس طرح تمہارے آنے کے خیال سے خوش تھا مجھے میرے عیش اور سب کو ان خوشیوں سے محروم نہ کرو، میرے دوست! تمہارے دل میں بے پناہ وسعتیں ہیں، تم میری خاطر چلے آؤ، پھر تو ایک بار تمہارے گلے میں

باہیں ڈال کر تمہارے سینے پہ گرم گرم آنسو بہاؤں گی، تو تم میری طرف سے سارا غصہ ختم کر دو گے، اس کا مجھے یقین ہے۔ آج سے "نینی تال" کا لفظ ہم دونوں کی "ڈکشنری" سے نکل جانا چاہیے، یہ خفگی بھی یاد رہے گی

آؤ میں تمہاری لرزتی ہوئی پلکوں پر اپنے ہونٹ رکھ دوں، آؤ میری آغوش تمہارے لیے کھلی ہوئی ہے۔ تمہیں یہاں راحت ملے گی اور مجھے؟ زندگی!! اپنی آمد کی اطلاع تار سے دو، میں اسٹیشن پہ آؤں گی۔ یہ سچ جانو کہ اگر تم نہ آئے تو میں دیوانہ وار تم تک پہنچ جاؤں گی۔ پھر خواہ تم مجھے ناراض ہو کر واپس ہی بھیجنے کا ارادہ کیوں نہ ظاہر کرو۔

اچھا اب کب آرہے ہو میرے شاعر! آج ہی روانہ ہو جاؤ۔

تمہاری اپنی صفوؔ

## ۵

لکھنؤ

۲۵ مئی ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم بعافیت ہو۔ ابھی تک تمہارے پہنچنے کی اطلاع نہیں ملی۔ تمہارا خط آئے تو اس طرف سے فکر رفع ہو۔

دو خط اس سے پیشتر تمہیں مل جائیں گے۔ پچھلے خط میں میں تمہیں ریڈیو پروگرام کے بارے میں لکھ چکی ہوں۔ اس تازہ تجویز میں آسانیاں یہ ہیں کہ مجھے بار بار سفر سے

بچ جائیں گے۔ زیر باری بھی کم ہو گی۔ زحمت بھی کم ہو گی۔ اور تم بھی جلد مل سکو گے۔
اب تم جلد ہی لکھو تاکہ ایاز کو اطلاع دے کہ پروگرام کی تاریخ طے کرالوں۔ اگست
کے لیے تو وہ راضی ہو ہی گئے ہیں۔ تاریخ کا سوال اور باقی ہے۔

تمہارے جانے سے جو قیامت دل و دماغ پر گزر گئی، اس کا اندازہ ہی کر سکو تو
کر سکو، اور کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ آج تک جب صبح آنکھ کھلتی ہے تو دل پر ایک گھونسہ
سا لگ جاتا ہے۔ تنہائی، ویرانی، بیکسی۔ یہ ہیں زندگی کے ساتھ۔ بعض وقت جی چاہتا ہے
کہ سب کچھ چھوڑ کر ایکا ایکی تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ سنا ہے کہ آج رضیہ بمبئی
گئیں۔ دو گنی تکلیف ہوئی۔ جی چاہا، اطلاع ہوتی تو ان کے ساتھ ہی چل دیتی۔ کچھ
سمجھ میں نہیں آتا، کیا کروں؟ یہ دن گزر جانے پر کچھ اور بھی پچھتاوا ہو گا۔

ادھر حمیدہ واپس آ گئی ہے اور متقاضی ہے کہ اس کے ساتھ نینی تال چلوں۔
دل اب کسی چیز کو نہیں چاہتا۔ بس تمہاری تحریر کا انتظار ہے۔ خط لکھو۔ میں اپنے
تینوں خطوں کے جواب کی منتظر رہوں گی۔ شاہد کے یہاں کے کام کا کیا حشر ہوا؟

تم جب تک اپنے مکان کی کوئی شکل نہیں ہوتی خلیل صاحب کا گھر مت چھوڑنا
مجھے ان کے ساتھ کے خیال سے بڑی تسکین ہے۔ تنہا رہو گے تو اس کے تصور ہی سے میرا
دم گھٹ کر رہ جائے گا۔

اختر! میری حالت ان تین دنوں میں دیوانوں سے کم نہیں ہے۔ کاش تم میری یہ بدحالی
دیکھ سکتے۔ مگر میری جان تم اپنا حال اگر ٹھیک رکھ سکو تو اس کے خیال سے ہی میں دن
گذار دونگی۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ کسی حال میں تھک نہ سکیں گی۔ میرے اپنے ساتھی!
جادو کی محبت کا پیغام قبول کرو۔

تمہاری اپنی صفو

---

## ۶

نینی تال

۱۴ر جون ۱۹۵۰ء

اختر میرے

خط ملے۔ میں دو دن سے وعدے کے باوجود تمہیں خط نہ لکھ سکی۔ بارش نے عجیب بدمزگی پیدا کر رکھی ہے، پھر چونکہ عثمان کھانا پکاتا ہے اس لیے بچوّں کی پوری نگرانی میرے ہی سر آجاتی ہے۔ بُری طرح تھک کر رہ جاتی ہوں۔

تمہاری محبت کتنی راحت افزا اور ساتھ ہی کتنی اذیت انگیز ہے۔ دوست، تم نینی تال کی سرد ہواؤں کو شک کی نظر سے نہ دیکھو، یہاں تو دہ چھینے نہیں بخشتے ہوئے فردوس نظر ہیں" والا عالم ہے۔ یہاں کتنے شادی شدہ جوڑے دکھائی دیتے ہیں مگر مجھے تو کہیں بھی وہ رنگ، وہ گرمی، وہ گداز اور وہ والہانہ پن نہ دکھائی دیا جو ان سات سالوں نے ہم دونوں کے درمیان پیدا کر دیا ہے۔ تمہیں اس کی قدر ہے تو مجھے تو سَو گنی زیادہ ہے۔ تمہارے لیے "وہم غیر" سے پیچ و تاب میں رہنے کا کیا سوال۔ جب میری زندگی میں تمہاری مرکزیت تسلیم ہو چکی ہے۔ یقین کرو، ایک شام بھرے بازار میں راستہ طے کرتے کرتے نہ جانے طبیعت پر کیا اثر ہؤا کہ آنسو امڈنے شروع ہو گئے اور کسی طرح نہ رک سکے تو بہانہ بنا کر ایک پانی کے نل پر جا کر منہ دھونا پڑا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب تم بیمار تھے۔

اختر! میرے لیے یہ زندگی موت سے بدتر ہے۔ میں اسی امید اور یقین پر خوش ہوں کہ میری زندگی پھر ایک دن تمہارے قدموں کے سائے میں گذرے گی۔ میرے بچے ابھی اپنے شاعر باپ کی تربیت سے محروم ہیں تو یہ دوری ابدی تو نہیں، انہیں تمہارا ساتھ ضرور ملے گا۔ خواہ

اس کے لیے کتنی ہی دقتیں کیوں نہ اٹھائی جائیں۔

تمہاری تنہائی کے خیال سے جی کس بری طرح کڑھتا ہے۔ ہر لمحہ خیال دوڑاتی ہوں کہ نہ جانے اس وقت کیا کر رہے ہو گے۔ تمہاری راحت اور آسائش کے لیے اتنی دور سے کیا کروں؟ کھانے کے تم شوقین نہیں پہننے کی طرف سے تم بے خبر ہو۔ پھر اور کیا رہ گیا؟ بہرحال تمہارے لیے کشمیری سلک ضرور لوں گی اور لکھنؤ سے کرتے سلواؤں گی۔

رات بڑی شدید بارش ہوئی۔ کمبل میں سردی لگتی رہی اور تمہارے آغوش کی گرمی کا تصور آرام دیتا رہا۔

اور کیا لکھوں؟ کتنی بے شمار اور بے حساب باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے تم سے۔ یاد کرو ہفتوں ہماری گفتگو ختم نہیں ہوا کرتی تھی۔

ہاں آگرہ یونیورسٹی کے نتائج نکل آئے۔ غالباً منی اور نفیس دونوں فیل ہیں، سخت کوفت ہوئی۔ منی سے مجھے یہ اندیشہ نہ تھا۔ نفیس کے ساتھ چار ماہ کی محنت خاک میں مل گئی۔ اس کا خاص طور پر رنج ہے ورنہ ان کی ذات سے توقعات تو کچھ اسی قسم کی تھیں۔

تم اپنے مفصل حالات لکھو، نواب صاحب کی تازہ تصویر کب شروع ہوگی۔ تمہارے خلیل صاحب اور ان کے ملازمین کا کیا حال ہے؟ موسم نے کیا رنگ اختیار کر رکھا ہے۔ پنکھے کی ضرورت تو نہیں پڑتی، تم ساتھ ہی لے کر نہ گئے۔ تم مجھے خلافِ عادت طویل خط لکھو۔ مجھے تمہارے خطوں کی تشنگی رہتی ہے۔

ہاں پھوپھی جان کا خط آیا ہے، انہوں نے اور بھائی ظفر نے بڑا گہرا بلاوا لکھا ہے۔ اجازت دو تو واپسی پر خیرآباد اتر جاؤں۔

تمہاری اپنی صفو

---

| | | | |
|---|---|---|---|
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |
| | | | |